www.iqbalkalmati.blogspot.com

حصہ دوم

عمر خیام

ہیرالڈلیم

مترجم جمیل نقوی

Presented by : S A M I
Sami_fcs@hotmail.com(0321-[illegible])

Умари Хайём - Omar Khayam

www.iqbalkalmati.blogspot.com

باب چہارم

نیشاپور کا بڑا بازار۔ بردہ فروشوں کی گلی میں نیلام گھر..... سلطان ملک شاہ کی زیج کا ساتواں سال

نقیب نے کھڑے ہو کر پیتل کی ایک تھالی بجاتے ہوئے اعلان کیا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب نیلام شروع ہونے والا ہے۔ خریدارو ادھر توجہ دو''۔

تمام لوگ پہلو بہ پہلو بیٹھے تھے۔ امراء تاجر' زمیندار جو تن درست اور جفاکش بالیوں کی تلاش میں آئے تھے۔ نیشاپور کے شرفاء میں جنہیں نئی کنیزوں کی ضرورت تھی یہ خبر پہلے ہی سے گشت کر رہی تھی کہ شام کے ان علاقوں سے غلاموں کا نیا کارواں آیا ہے جہاں ملک شاہ کو زیادہ فتوحات ہوئی ہیں۔

مجمع اتنا کثیر تھا کہ دلال کو پتھر کے بڑے ستون کے قریب چبوترہ خالی کرانے میں خاصی دشواری پیش آئی۔ تاکہ وہ اپنی پیش کش کی نمائش خوب اچھی طرح کر سکے۔

ملاحظہ فرمایئے اے ذی علم امراء۔ اس نے با آواز بلند کہا یہ ایک یونانی لڑکا ہے جس کی عمر بمشکل چودہ سال ہو گی۔ تندرست و توانا۔ اس کے منہ میں پورے بتیس دانت ہیں۔ اس کے جسم پر نہ کوئی داغ ہے نہ اسے کوئی بیماری ہے۔ بانسری خوب بجاتا ہے ارہاں اسلامی طریق پر اسکے ختنہ بھی ہو چکے ہیں۔ کون اس کیلئے تیس دینار

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خرچ کرنا پسند کرے گا؟ اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی ''پچیس دینار اچھا بیس دینار جلدی کیجیے یہ قیمت تو ایک کردی گھوڑے سے بھی کم ہے''۔

لڑکا بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ اس کا جسم کمر تک نیم برہنہ تھا۔ دلال نے اس کا بازو اوپر اٹھا کر آہستہ آہستہ اس کے جسم کو نمائش کے لیے چاروں طرف گھمایا۔ تاکہ اس کا بے داغ گورا بدن ہر شخص دیکھ سکے۔ اس سے کچھ روز قبل نوجوان غلاموں کی کثیر تعداد میں آمد کی وجہ سے قیمتیں بہت گر گئی تھیں مگر غلاموں کی نئی کھیپ آنے سے پہلے ان قیدیوں کا فروخت ہونا بھی ضروری تھا۔

یونانی لڑکے کی پسلیاں اوپر سے صاف نظر آ رہی تھیں وہ نیم فاقہ زدہ نظر آتا تھا اور بھوک سے بیتاب اور نڈھال ہو رہا تھا۔

بے شک ایک وجیہ ایرانی نے چلا کر کہا ''ایک گھوڑا اس سے زیادہ قیمتی ہے۔ نہ تو یہ ہماری زبان سمجھتا ہے اور عمر کے اعتبار سے بھی یہ خواجہ سرائی نہیں کر سکتا۔ میں گیارہ دینار دے سکتا ہوں''۔

گیارہ خدا کی قسم یہ کاف..... نہیں اس نوجوان میں مسلمان کی رگوں میں شریف خاندان کا خون گردش کر رہا ہے۔ آپ ہی سوچئے کیا اس کی قیمت ایک گائے سے بھی گئی گزری ہے؟ صرف گیارہ دینار؟''

''اس قسم کا یونانی تو نیزہ اور ڈھال اٹھانے کے بھی قابل نہیں'' ایک اور تاجر نے بلند آواز سے کہا ''بارہ''۔

''بارہ..... درہم''۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہ نیلام ہو رہا ہے یا خیرات بٹ رہی ہے۔؟ دلال نے طنزیہ طور پر بلند آواز سے کہا۔ وہ پہلا ہی سودا اتنے سستے داموں بیچنے کو تیار نہ تھا۔

''خیرات نہیں تو اور کیا ہے'' وجیہ ایرانی نے ترکی بہ ترکی جواب دیا ''ایسے ایسے لونڈے تو سوق بغداد میں دس درہم سے بھی کم فروخت ہو رہے ہیں۔ اچھا تو میری بولی ہے بارہ اور چار''۔

ایک سوداگر نے اس لڑکے کو تیرہ دینار اور تین درہم میں خرید لیا۔ ایک حبشی عورت نے اپنے پاس بیٹھی ہوئی لڑکی کے کان میں کہا کہ ہم لوگ تو اور بھی سستے داموں میں فروخت ہوں گے''۔

حبشن نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کہا ''ایک مرتبہ ایک سردار نے مجھے تین سو سنہری سکوں کے عوض خریدنا چاہا تھا''۔

'[ارے اب تو نہ معلوم کتنے بچے جن چکی ہے'' لڑکی نے زیر لب جواب دیا ''یہ بڑی پرانی بات معلوم ہوتی ہے''۔

''ترک ان لوگوں سے بدرجہ بہتر ہیں'' حبشن نے بات آگے بڑھائی ''یہ لوگ تاجر ہیں کنجوس تیرے لیے تو عائشہ کوئی سو دینار بھی دینے کو تیار نہ ہوگا''۔

عائشہ نے اپنا سر گھٹنوں میں دبا لیا اور سوچنے لگی۔ اس کے دانت بہت خوبصورت تھے۔ اور جسم بھی خاصا سڈول تھا۔ بلکہ ایرانی مذاق کے مقابلے میں قدرے نازک۔ وہ نسبتاً عرب تھی۔ بنو صفا کے قبیلے سے۔ اور اس کا رنگ ایرانی عورتوں کے مقابلے میں ذرا میلا تھا۔ لیکن ایسا بھی نہیں جیسا کہ حبشن کا اگر اسے نجی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طور پر فروخت کیا جاتا تو یقیناً کسی نوجوان امیر کی نگاہ انتخاب اس پر پڑ سکتی تھی۔

اس تجربہ کار حبشن کے برخلاف عائشہ اپنی تقدیر پر شاکر ہونے کو تیار نہ تھی۔ دل ہی دل میں وہ اس تصور ہی سے کھول رہی تھی کہ کہیں اسے کسی ایسے دکان دار کے ہاتھ فروخت نہ کر دیا جائے جو بیک وقت اس سے روٹیاں بھی پکوائے اور.....''

اس غصے اور خوف کی کیفیت میں اس نے خدا سے دعا کی کہ کاش ایسا کبھی نہ ہو۔

''اس سے کیا ہوتا ہے۔ تم اتنے ہی داموں میں بکو گی جتنی تمہاری قیمت ہے۔ زقوم کے درخت میں پھل کبھی نہیں آتا''، حبشن نے یہ کہتے ہوئے اپنے بالوں کی لٹ جو اسکی پیشانی پر لٹک رہی تھی اوپر کی اور آئینے کے ایک ٹکڑے میں اپنی صورت دیکھنے لگی۔ اری ذرا سن تو سہی ان دو چیچک رو یمنیوں کو اس یہودی نے بیس دینار میں خریدا ہے۔ ہائے ہائے کیا برا وقت آ گیا ہے..... کیا زمانہ آ گیا ہے''

عائشہ ایک دفعہ پہلے بھی بغداد میں فروخت ہو چکی تھی۔ صحرا میں آزاد رہنے والی روح اس کے اندر چیخ اٹھی۔ اس نے اپنی نقاب کے گوشے سے خریداروں کے چہروں پر نظر ڈالی۔ وہ دل ہی دل میں انہیں کوستی رہی۔ پھر یکا یک بالکل ساکت ہو گئی۔

ایک سوار مجمع کے قریب آ کر رکا..... ایک ایسا شخص جو مجمع سے قطعاً بے پروا معلوم ہوتا تھا۔ اسکی پگڑی کے طرے میں ایک بڑا سا زمرد جگمگا رہا تھا۔ بظاہر وہ کوئی مشہور شخص معلوم ہوتا تھا اس کیونکہ ہر شخص نے بلا ارادہ اسے گردن موڑ کر دیکھا۔ اور ایک محافظ نے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ شخص شاہی منجم ہے جو دربار سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

واپسی پر مٹر گشت کرتا ہوا ادھر آ نکلا ہے۔

عائشہ نے سوچا کہ یہ نووارد ضرور کوئی صاحب اقتدار عہدیدار ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اسکے چہرے پر تھوڑی سی کرختگی ہے اور جٹی بھنوؤں کے نیچے اس کی آنکھیں شاہین کی سی نظر آتی ہیں لیکن اس کی عمر تیس سال سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ عائشہ نے ایک گہرا سانس لیا اور دفعتاً اپنے گھٹنوں پر کھڑی ہو گئی۔

''بیٹھ جا'' محافظ نے عائشہ کو ڈانٹا ''ابھی تیری باری نہیں آئی''۔

لیکن عائشہ جھپٹ کر مجمع کو چیرتی پھاڑتی ایک خوف زدہ ہرنی کی طرح دوڑتی ہوئی سوار کے پاس پہنچ گئی۔ اور اس کی رکاب مضبوطی سے پکڑ لی۔ غریبوں کے والی اس نے اپنا سانس درست کرتے ہوئے کہا ''مدد کیجیے میں ایک عالی مرتبہ شیخ گھرانے کی فرد ہوں..... میرے والد بنو صفا کے سردار تھے''۔

یہ ایک سفید جھوٹ تھا..... اور اب اے امیروں کے امیر یہ لوگ مجھے ان چھوکروں اور بے ہنگم لوگوں کے ساتھ بیچ بازار میں فروخت کر رہے ہیں''۔

عمر نے اس کی سیاہ آنکھوں میں جھانکا جن سے التجا ٹپکتی تھی۔ اس نے سڈول اور جوانی سے بھرپور شانوں کا گداز محسوس کیا۔ اور خوبصورت گردن کی قوس پر بھی نظر ڈالی۔ عائشہ نے اس وقت شرما کر نقاب گرا لیا۔ اس کے ہونٹوں پر خفیف سی لرزش تھی۔ جیسے وہ کوئی زیر لب درخواست کر رہی ہو۔ دل ہی دل میں وہ دعا مانگ رہی تھی کہ کاش عمر عربی سمجھتا ہو۔

عائشہ نے جو کچھ کہا تھا عمر اسے اچھی طرح سمجھ گیا تھا لیکن اس کی آنکھیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عائشہ کی آنکھوں پر مرکوز تھیں جنہوں نے دس سال کے بعد یاسمین کی یاد تازہ کر دی تھی۔

دلال مجمع کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور عائشہ کے شانے کو غصے سے پکڑتے ہوئے چلایا ''بس اب نخرے ختم کر..... چل اپنی جگہ..... مادہ پلنگ!' اور عمر کو بڑے احترام سے سلام کیا ''امید ہے آپ نے اس کا باتوں کو برا نہ مانیں گے۔ خواجہ اس لڑکی کا مزاج ہی آسیب زدوں جیسا ہے''۔

عائشہ بدستور عمر کی رکاب تھامے کھڑی تھی۔ اس کے رخسار عمر کے گھٹنے کو مس کر رہے تھے۔

اس کی قیمت کیا ہے؟ عمر نے سوال کیا۔ خیر کوئی بات نہیں..... میں سونہری سکے پیش کرتا ہوں۔

معقول منافع کی خوشبو لیتے ہوئے دلال نے مڑ کر مجمع پر نظر ڈالی جو چبوترے سے اتر کر ان کے چاروں طرف جمع ہو گیا تھا۔ اور بلند آواز میں کہا ''مومنو ایسی لاثانی دوشیزہ کا مول بھی کہیں سو دینار ہو سکتا ہے۔ سینہ اور قد سرو کی طرح حسین ہے۔ مزاج ہرن کے بچے کی طرح چلبلا۔ اور جو بلبل کی طرح چہچہاتی ہے۔ اس کا گانا دماغ کی پریشانیوں کو محو کر دیتا ہے۔ اس نے اپنے ایک ساتھی کو آنکھ کا اشارہ کرتے ہوئے کہا جو بولی آگے بڑھانے کے لیے مجمع میں شامل ہو گیا تھا ''کوئی ہے جو اس سے زیادہ دام لگائے''۔

''ایک سو اور دس'' مصنوعی خریدار نے چلا کر کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''دوسو'' عمر نے آواز لگائی ''اب میں اسے اپنے ہمراہ لے جا رہا ہوں نیلامی میرے گھر آ کر اپنی رقم لے جانا''۔

''الحمدللہ'' نیلامی نے زور سے کہا۔ اسے اس عرب لڑکی کے بدلے ستر دینار سے ایک کوڑی زیادہ موصول ہونے کی امید نہ تھی۔ مومنو دیکھتے ہو ہمارے معزز آقا کا ہاتھ کس قدر کھلا ہوا ہے۔ کیسا شاندار مذاق ہے اس کا۔ کیا شاہانہ فیاضی ہے بہر حال اب اس گانے والی کنیز عائشہ کو خواجہ عمر نے خرید لیا ہے۔ دوسو.....'' اور اس نے سوچا کہ اس وقت مجمع کی توجہ عمر کی طرف ہے اور اس طرح تھوڑا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔..... ''بیس دینار کی حقیر رقم میں جو میری کمیشن ہے۔ اور مزید پانچ دینار بازار کی مسجد کے لیے چندہ سبحان اللہ کیا سخاوت ہے۔ اس حسین معطر بہ کی سواری کے لیے ایک میانہ مہیا کیا جائے گا اس کی نگہبانی کے لیے ایک حبشی خواجہ سرا کی خدمات حاصل کی جائیں گی؟ اور اس کی قیمت کتنی قلیل ہے!!''

لیکن عمر نے اپنے ملازم کو جو اس کے پیچھے ایک گھوڑے پر سوار کھڑا تھا اترنے کا اشارہ کیا۔ اور عائشہ جلدی سے خالی زین پر سوار ہو گئی۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ اسے خوف تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بات ختم ہوتے ہوتے اس کا آقا اپنی رائے بدل دے۔ اس نے تعظیماً عمر کے سامنے اپنا سر جھکا دیا تا کہ وہ اس کے چہرے پر پوری طرح نقاب ڈال دے وہ اب اس کی ملکیت بن چکی تھی۔۔

جیسے ہی گھوڑوں نے آگے قدم بڑھایا۔ عائشہ نے گردن موڑ کر حبشی لونڈی پر ایک فاتحانہ نظر ڈالی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''لڑکی'' عمر نے اس سے مخاطب ہو کر کہا ''کیا تو واقعی بنو صفا کے شیخ کی بیٹی ہے؟''

دل کا چور اس کے ہونٹوں پر آ کر رک گیا۔ اسنے عمر کے چہرے پر اس انداز سے نظر ڈالی جیسے ایک کتا یہ سمجھنے کے لیے اپنے مالک کے منہ کی طرف دیکھتا ہے کہ الفاظ کے پس منظر میں کون سا جذبہ کارفرما ہے۔ ''نہیں عالی جاہ! میں شیخ کی بیٹی نہیں ہوں''۔ اس نے بلند آواز سے اپنی غلط بیانی کی تردید کی۔ وہ جھوٹ تھا۔ لیکن گانا مجھے واقعی آتا ہے۔''

عمر مسکرایا۔ اور عائشہ حیران ہو کر یہ سوچنے لگی کہ یہ کس مزاج کا آقا ہے جو ایک حسین دوشیزہ کے منہ سے سچی بات کہلوانا چاہتا ہے۔

دامن کوہ میں قصر کوچک کا پائیں باغ نیشاپور کے مشرق میں دو روز کی مسافت پر

عائشہ کو اس بات پر بڑا عجب ہوا اور یہ تعجب ایک حد تک بجا بھی تھا..... کہ سلطان کے ستارہ شناس پر نہ تو اس کے حسن و شباب نے کوئی اثر کیا اور نہ وہ اس سے شب باش ہوا۔ لیکن اس نے خود ہی دل کو تسلی دی کہ غالباً عمر ایک مہینہ انتظار کرنا چاہتا ہے۔ یہ اس زمانے کی رسم تھی۔ صحرائی جنگ و جدل کے زمانے میں جنگجو قیدی عورتوں سے یا تو جنگ کا جوش ٹھنڈا ہونے سے پہلے ہی لطف اندوز ہو لیتے تھے یا پھر رسم و رواج کے مطابق ایک ماہ انتظار کرتے تھے۔ عائشہ کو جب ایک محافظ دستے کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہمراہ نئے آقا کے گرمائی محل روانہ کیا گیا تو اس نے کسی قسم کی سبکی محسوس نہیں کی۔ اس ن وہاں پہنچتے ہی عمر کے متعلق تمام ضروری معلومات حاصل کر لیں

پہلی بات جو اسے وہاں جا کر معلوم ہوئی وہ خلاف امید بڑی حیران کن تھی۔ محل جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا تھا بہت ہی مختصر تھا۔ وہ خوبصورت نیلے رنگ کے ٹائلوں سے بنایا گیا تھا۔ سامنے کے رخ پر ایک کوہستانی باغ تھا۔ جس کے اس طرف بھورے رنگ کا میدان پھیلا ہوا تھا۔ عائشہ کو رہنے کے لیے جو کمرہ ملا تھا اس کے دروازے چھت کی طرف کھلتے تھے۔ اور ایک گھنٹے کے اندر اندر ہی اسے یہ معلوم کر کے تسکین ہو گئی کہ اس کے قماش کی دوسری عورت وہاں موجود نہیں ہے۔

''نہیں! ہمارے آقا کی کوئی بیوی ہی نہیں ہے'' بوڑھی زلیخا نے یقین دلاتے ہوئے کہا ''سنا ہے کہ ایک دفعہ اس نے شادی کی تھی لیکن دلہن گھر پہنچنے سے پہلے ہی طاعون سے مر گئی تھی''۔

مطبخ کی منتظمہ ہونے کی حیثیت سے بوڑھی زلیخا کو دنیا جہان کی خبریں معلوم رہتی تھیں۔

''کبھی کبھی'' اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''وہ ناچنے والی لڑکیوں کو چند ساعتوں کے لیے یہاں لاتا ہے لیکن بہت جلد ان سے تھک جاتا ہے اور تحفے تحائف دے کر انہیں رخصت کر دیتا ہے''۔

عائشہ نے اپنے دل میں سوچا کہ وہ اسے تحفے دے کر یا یوں ہی اس قدر جلد رخصت نہ کرے گا۔ بے شک اس نے اسے خریدا ہے اور اس طرح اس پر کچھ ذمے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

داریاں بھی حائد ہوتی ہیں۔لیکن عائشہ کو ایسی نوجوان کنیزوں کا حشر بھی اچھی طرح معلوم تھا جو اپنے آقاؤں کی دل بستگی کا سامان مہیا کرنے سے قاصر رہتی ہیں۔ بہر حال قصر کوچک میں قیام اسے بہت ہی خوش گوار محسوس ہو رہا تھا۔

پائیں باغ میں ایک نہر تھی جو سرو کے درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں سے گزرتی ہوئی ایک حوض میں گرتی تھی۔حوض کے چاروں طرف قالین بچھے تھے ہر طرف سفید گلاب کی بیلیں چڑھی تھیں حتی کہ مٹی کی بنی ہوئی فصیل سرتا دران سے ڈھکی ہوئی تھی ایک کونے میں ایک چھوٹا سا کھلا ہوا خیمہ ایستادہ تھا۔عائشہ اس میں موٹے موٹے گدیلوں پر لیٹی مزے لے لے کر مصری ڈلیاں چوستی رہتی۔فوارے کی بہار دیکھتی۔ ناخنوں پر مہندی لگاتی رہتی۔غرضیکہ عائشہ کے لیے قصر کوچک کی زندگی بڑی پر بہار تھی۔

''اس کے علاوہ'' زلیخا نے فخر سے بتایا ''اور بھی بہت سی جگہیں ہیں ہمارے آقا کا ایک محل نیشاپور میں ہے۔دوسرا قصر سلطانی کے قریب مرو میں ہے۔اس کا ایک اور محل بھی ہے جسے بیت النجوم کہتے ہیں۔وہاں لمبی لمبی ڈاڑھیوں والے عالم کام کرتے ہیں ہمارے آقا کے حکم سے وہ وہاں بیٹھ کر کتابیں تصنیف کرتے ہیں۔''

''واہ کتابیں تصنیف کرتے ہیں''؟

''ہاں کتابیں ہمارے آقا کے یہاں کتابیں اس طرح ہیں جیسے کھجوریں۔خود اسنے سلطان کے لیے الجبرے کی ایک کتاب تیار کی تھی''۔

''ارے کیا کہہ رہی ہو؟''

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''ایک الجبرا اس کا تعلق جادو کے اعداد و شمار سے ہے۔ ہمارا آقا اس قدر دانش مند ہے کہ اسے وہ سب کچھ معلوم ہے جو گزر گیا۔ اور وہ بھی جو آئندہ ہونے والا ہے..... خدا کے فضل سے۔ اسی وجہ سے تو سلطان بغیر اس کے مشورے کے کوئی کام نہیں کرتا۔ اس کا اقتدار بھی اتنا ہی بلند ہے جتنا نظام الملک کا۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ شاہی دعوتوں میں وہ فوجی اعلیٰ عہدے داروں سے بھی پہلے بیٹھتا ہے۔ حالانکہ ہمارے سلطان کو فوج سے زیادہ کسی اور چیز سے دلچسپی نہیں علاوہ شکار کے''۔

یہ بات عائشہ کی سمجھ میں آسانی سے آ گئی۔ جنگ حملے شکار طاقت ور لوگوں کے مشاغل کا اہم جزو تھے۔ جو عورتوں کو یا تو تفریح کا ذریعہ تصور کرتے تھے یا پھر ان سے نسل کشی کا کام لیتے تھے۔ انسان جتنا طاقت ور اور با اقتدار ہوتا تھا اسی تناسب سے اس کے یہاں عورتیں خوبصورت اور زیادہ تعداد میں موجود ہوتی تھیں۔

''اور وہ بڑی شاندار دعوتیں کرتا ہے!'' زلیخا نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ پہلے ہی دن سے اسے یہ یقین ہو گیا تھا کہ عائشہ گھریلو معاملات میں دخل نہ دے گی۔ وہ اس کے ساتھ بہت گھل مل کر باتیں کرتی تھی۔ ایک چیونٹی کے بل میں تو شبنم کا ایک قطرہ بھی طوفان کے برابر ہوتا ہے۔ ''میں کیا بتاؤں وہ باغ میں بیٹھ کر صراحیاں کی صراحیاں خالی کر دیتے ہیں۔ بھنے ہوئے تیتر' ہرن کے کباب' منوں چاول اور زعفران۔ شاہی لکڑوں کی قابیں کی قابیں' پہاڑی بلندیوں پر برف میں لگے ہوئے تربوزوں کے ڈھیر کے ڈھیر' بس وہ بیٹھے کھاتے رہتے ہیں اور مسلسل باتیں کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ستارے ماند پڑنے لگتے ہیں''۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''کیوں نہ ہو! تمہارے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی تو بے حد لذیذ ہوتا ہے۔ اس کی خوشبو اس طرح مہکتی ہے جیسے نجد کے کسی باغ کی خوشبو۔ لیکن آ کر وہ باتیں کیا کرتے ہیں۔ دل بہلانے کے لیے ان کے پاس حسین لونڈیاں بھی نہیں ہوتیں''۔

''کبھی وہ نجوم اور ریاجی کے مسائل پر بحث کرتے ہیں کبھی مذہب اور تاریخ کی باتیں کرتے ہیں اور نہ جانے الم غلم کیا کیا بک بک جھک جھک کرتے ہیں۔ میری جان! وہ ایسے موٹے موٹے الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ ان کو سمجھنے کی کوشش میں میرا تو سر چکرانے لگتا ہے۔''

عائشہ نے بھی سوچا کہ ایسی بھاری بھرکم باتیں سن کر سر نہ چکرانا تعجب کی بات ہے۔ زلیخا کی گفتگو خود اس کی سمجھ سے باہر تھی۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے زلیخا معمول میں باتیں کر رہی ہو۔

وہ ان ایرانیوں سے اپنا مقابلہ کرنے لگی۔ چند ہے دربان سے لے کر اس کوزہ پشت تک جو سفید خچر پر سوار ہو کر آتا جاتا ہے۔ سارے کے سارے اپنے آقا کی فیاضی پر گزر بسر کرتے تھے۔ وہ سونے سے زیادہ باتیں کرتے تھے۔ اور کام کرنے سے زیادہ سوتے تھے۔ ان کے سر پر کوئی نگران نہ تھا جو انہیں اپنے فرائض سرانجام دینے پر مجبور کرتا۔

باغ کی نگرانی کے لیے بیس باغبان مقرر تھے جن میں بڑے مالی سے لے کر خاکروب تک شامل تھے۔ سوائے اپنے ذاتی معاملات اور باغ کے متعلق تھوڑی بہت باتیں کرنے کے، شاید ہی کبھی وہ کام کو ہاتھ لگاتے ہوں۔ وہ اپنی خواب گاہ کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چھت سے ان سب کی باتیں سنتی رہتی تھی ''ارے بھائی علی! پچھلی برسات بنفشہ کی کیاریوں میں پانی کے ریلے کے ساتھ سنگ ریزے بہہ کر آ گئے تھے۔ میں سوچتا ہوں وہ کیاریاں صاف کر کے ان کی گدائی کر دوں.....'' علی جواب دیتا ''بھائی حسین! شاید آپ کو معلوم نہیں ہے کہ اس کام کے لیے وہ زمانہ نہایت مناسب ہوتا ہے۔ جب آفتاب خط استوا کو قطع کرتا ہے۔ پھر یہ کام احمد کا ہے اور اللہ اسے شفا دے۔ بے چارہ کب سے بیمار ہے.....''

''لیکن آقا نے اگر کسی وقت یہاں آن کر ان اجڑی ہوئی کیاریوں کو دیکھ لیا تو کیا اس کی خفگی حق بجانب ہو گی.....' اس میں کیا شک ہے۔ انشاء اللہ میں اس کام کو بہت جلد کروں گا۔ سنگ ریزے نکال کر مرجھائی ہوئی پتیوں کو صاف کر کے۔ کل ضرور کیاریوں کی گدائی کر دوں گا''۔

لیکن کل پھر علی انتظار کرے گا کہ احمد کا لڑکا آ کر اس کا بیلچہ درست کر دے جو پچھلے سال خزاں کے موسم میں ٹوٹ گیا تھا۔

اور حسین بھئی سنتے ہو! یہ بہت ضروری کام ہے کہ روشوں میں جو گڑھے پڑ گئے ہیں انہیں فوراً بھر دیا جائے۔ مبادا چلتے چلتے ہمارے آقا کا پاؤں کسی گڑھے میں جا پڑے تو بس سمجھ کہ قیامت ہی برپا ہو جائے گی.....'' ''بھئی علی آ کل میں تو گلاب کی کیاریاں کھودنے میں لگا ہوا ہوں وہ کام تو ایک ساتھ نہیں کر سکتا؟''

اور واقعہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ وہ گلاب کی کیاریوں کی گدائی وغیرہ تو کچھ بھی نہیں کر رہا تھا۔ البتہ گاؤں کی پن چکی والے کی لونڈیا کیلیے عمدہ عمدہ سرخ پھولوں

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کا ایک ہار بنانے میں مصروف تھا۔ لیکن دل سے وہ یہی چاہتا تھا کہ گلاب کے تختوں کی گڈائی نرائی کرے ان کی شاخوں کو کانٹ چھانٹ کر انہیں جاذب نظر بنائے..... حسین نے دل میں تہیہ کرلیا کہ وہ کل سے ضرور یہ کام کردے گا۔

اور اگر اتفاق سے وہ کسی دن صبح کے وقت تھوڑا بہت کام کر لیتے تھے تو بس پھر کیا تھا۔ دن ڈھلے تک سرو کے درختوں کے سایے میں پڑے خراٹے لیتے رہتے۔ سارے اوزار بے ترتیبی سے دھوپ میں پڑے رہتے تھے۔ اس دوران میں اگر کسی وقت ان کی آنکھ کھل جاتی تو دھوپ کی تیزی کا خیال کر کے پھر اونگھنے لگتے اور بالآخر بقیہ کام دوسرے دن کے لیے ملتوی ہو جاتا۔

اس کے باوجود ہمیشہ باغ ہرا بھرا رہتا۔ ساری فضا گلاب کے پھولوں کی خوشبو سے مہکتی رہتی۔ گلاب کی ہری بھری شاخوں کے شامیانے کے نیچے ہمیشہ ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں موجود رہتی۔ عائشہ اکثر وہاں آ کر لیٹ جاتی۔ اونگھتی رہتی اور عمر کے آنے کا انتظار کرتی رہتی۔

عائشہ کے انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئیں اور آخر ایک دن عمر سچ مچ آ ہی گیا۔ سارے قصر میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ دربان نے اپنے آقائے نامدار کو جیسے ہی دور سے دیکھا جلدی جلدی اپنی بہترین پوشاک پہن کر استقبال کے لیے تیار ہو گیا۔ سارے باغبان..... حتی کہ احمد بھی جو بیماری کا بہانہ کر کے ہر وقت پرا اینڈتا رہتا..... اپنے اپنے اوزار سنبھال کر ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ اور عمر کو آتا دیکھ کر اس طرح سر بستہ کھڑے ہو گئے جیسے اس کی آمد سے ان کی مصروفیت میں ذرا دیر کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لیے خلل واقع ہو گیا تھا..... ادھر زلیخا نے باورچی خانے میں ادھر ادھر اٹھا پٹخ کر کے وہ طوفان بدتمیزی برپا کی کہ باورچی خانے پر بھوت گھر کا شبہ ہونے لگا۔

عائشہ کا باغ میں آنا جانا موقوف ہو گیا۔ تقریباً آدھے درجن مہمان عمر کے ہمراہ آئے تھے۔ اور قصر کوچک کا والی کئی ہفتے تک دن رات اپنے معزز مہمانوں کی خاطر مدارت میں مصروف رہا۔ کچھ مہمان اگر رخصت ہو جاتے تو ان کی جگہ دوسرے آ جاتے تھے۔ غرض کہ اسی طرح مہمانوں کے آنے کا سلسلہ ہفتوں جاری رہا۔ عائشہ یا تو اپنے کمروں میں وقت گزارتی یا کبھی کبھی گہرا نقاب ڈال کر چھت پر جا بیٹھتی۔ اس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے آتے رہتے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ عمر اسے بالکل بھول ہی گیا ہو.....

جب تک مہمان دیوان خانے میں موجود رہے عائشہ کو عمر سے بات کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ اور وہ بھی تھی بھی تو ایک نوخرید کنیز..... زلیخا کے ذریعے عمر کو کسی قسم کا پیغام بھیجنے کی اس میں ہمت نہ ہو سکی۔ کبھی وہ سوچتی کہ شاید عمر نے اسے چھت پر بیٹھے دیکھ لیا ہو گا۔ وہ اپنا پیسہ ضائع ہونے پر پچھتا رہا ہو گا۔ اور اسے کسی کے ہاتھ فروخت کرنے کا ارادہ کر رہا ہو گا۔ عائشہ پہروں اکیلی بیٹھی اسی قسم کی باتیں سوچتی رہتی لیکن اس کے باوجود وہ ہر روز غسل کرتی بڑی احتیاط سے بال بناتی اور سولہ سنگار کر کے بے چینی سے عمر کیاندرا نے کا انتظار کیا کرتی۔ اسے عمر سے ڈر بھی لگتا تھا لیکن وہ کسی اور کے ہاتھ فروخت ہونا بھی تو نہ چاہتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اگر ایک مرتبہ بھی عمر اسے قریب سے بے نقاب دیکھ لے تو پھر اس سے بے التفاتی نہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

برت سکے گا۔

اس کی قیام گاہ کے نیچے باغ میں جتنی باتیں ہوتیں وہ انہیں کان لگائے برابر سنتی رہتی۔ جسے ہر عورت اپنا حق سمجھتی ہے..... حضرت حوا کی پیدائش سے آج تک.....!

جب مغرب کے بعد شمعوں کی روشنی میں مرد کھانا کھاتے تو وہ اپنی خواب گاہ کے پردے کے پیچھے آرام سے لیٹ جاتی اور ان کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک حرف سنتی رہتی۔ مہمان کی گفتگو سے اس کے کردار کا اندازہ لگاتی رہتی..... اس کے کان گلدار کی طرح تیز تھے.....!

مہمانوں میں بھورے بالوں والا ایک ارمنی تاجر بھی شامل تھا جس کا نام اقرونوس تھا۔ اس کے متعلق وہ صحیح نتیجے پر پہنچ گئی تھی۔ وہ عمر سے اکثر تنہائی میں گفتگو کرتا تھا۔ وہ فیروزے کے کانوں، ہاتھی دانت سے لدے ہوئے کاروانوں اور ہزاروں دینار کے منافع کی باتیں کرتا۔ عائشہ اس قسم کے معاملات اچھی طرح سمجھتی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ اقرونوس اس کے آقا کا تجارتی شریک ہے اور یہ بھی کہ عمر کے پاس بے اندازہ دولت ہے۔ اس قسم کی باتیں سن کر اسے اب وہ رقم بالکل حقیر معلوم ہونے لگی جس کے عوض عمر نے اسے خریدا تھا۔ اس کا دل اب کچھ کچھ مطمئن ہو چلا تھا.....!

جو لوگ قصر کوچک میں مقیم تھے ان میں ایک شاعر بھی تھا۔ چکنے بالوں والا۔ لوگ اسے معزی کہتے تھے۔ عائشہ کو اس سے نہ معلوم کیوں چڑ سی ہوگئی تھی حالانکہ وہ عمر کی سب سے زیادہ تعریفیں کرتا رہتا تھا..... سلطان کا منجم ریاضی میں ید طولیٰ رکھتا

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے..... علم نجوم میں لاثانی ہے۔ اور معزی کے قول کے مطابق اسے یعنی عمر کو موسیقی میں بھی کمال حاصل تھا..... کبھی وہ کہتا کہ اس سے بڑا اور کیا اعزاز ہو سکتا ہے کہ سارے ملک کے مدرسوں میں مسلمانوں کے لاتعداد بچے اس کی کتابیں پڑھ رہے ہیں..... لیکن عائشہ کے خیال میں یہ تمام باتیں بڑی گھٹیاں تھیں۔

ایک مرتبہ سب نے معزی کو اشعار سنانے پر مجبور کیا تو اس نے بڑے تکلفات کے بعد ایک قصیدے کے چند شعر سنائے۔

اے نگارندہ نگارے کہ زتو مجلس من
گہہ چو تصویر بود گاہ چو فرخار بود
گر گنہگار نہ شد زلف تو بر عارض تو
چوں پسندی کہ ہمہ سال نگوں سار بود
دزگنہ کرد رایافت نجلد اندر جائے
خلد آراستہ کیں جائے گنہگار بود

عائشہ ان اشعار سے بہت لطف اندوز ہوتی۔ جب معزی نے والی کوچک سے اصرار کیا کہ وہ ان اشعار کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرے تو خیام نے صرف اتنا کہا کہ

"اب مجھے معلوم ہوا کہ تجھے سلطان نے درباری شاعر ہونے کا اعزاز کیوں بخشا ہے"۔

معزی نے اس رات بے تحاشا شراب پی۔ اور ایک صوفی سے اس بت پر بہت

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دیر تک بحث کرتا رہا کہ اسے قصیدے میں عارض کے بجائے چہرہ کا لفظ استعمال کرنا چاہیے تھا۔ صوفی اپنی گفتگو میں ہستی اور نیستی اور آفاقی عشق کی طرح عجیب عجیب الفاظ استعمال کرتا رہا عائشہ کے پلے خاک نہ پڑا لیکن جب معزی نے بآواز بلند اعلان کیا کہ وہ اپنے یہاں کی ایک دعوت کے چند پوشیدہ واقعات بیان کرنا چاہتا ہے تو عائشہ نے ہمہ تن گوش ہو کر اس کی آواز پر کان لگا دیے۔

''اسے ایک لطیفہ ہی سمجھنا چاہیے۔ اے میرے ہم پیالہ دوستو! بڑا ہی شگفتہ لطیفہ میں اپنے مکان کے پائیں باغ میں..... جو اس چاندنی میں جگمگاتے ہوئے باغ کے سائے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا..... چوگان کے میدان سے کچھ امرا کو مدعو کر کے لایا۔ جب ہم شکم سیر ہو کر کھا چکے اور شراب کا بھی ایک سرسری دور ہو چکا..... ایسی روح افزا شراب کا نہیں جو ہم ابھی پی چکے ہیں..... تو میں نے ناچنے والی نوجوان لڑکیوں کو بلانے کے لیے تالی بجائی۔ لیکن وہ دراصل لڑکیاں نہیں تھیں۔ میں نے پہلے ہی سے چند پری چہرہ لڑکے مامور کر رکھے تھے جنہیں ناچنے والی لڑکیوں کا لباس پہنا دیا گیا تھا۔ حتی کہ ان کے چہروں پر نقاب بھی ڈال دیے تھے۔ بہر حال وہ آ گئے تھوڑی دیر ناچے اور بھاگ گئے۔ میں نے اپنے مہمانوں کو اکسایا کہ وہ انہیں خود جا کر ڈھونڈیں اور پکڑ کر پھر محفل میں لے آئیں۔ سارے مہمان اسے مذاق سمجھ کر دوڑ پڑے اور باغ کے اندھیرے میں کنجوں میں غائب ہو گئے''۔

اور یہ کہہ کر معزی مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو گیا۔ عائشہ نے پردے سے جھانک کر عمر پر نظر ڈالی اس کے چہرے سے پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا اظہار نہ ہوتا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھا۔

عرب دوشیزہ کا غصہ کے مارے چہرہ سرخ ہو گیا۔ اسے یاد آیا کہ وہ جب قصر کوچک کے حرم میں داخل ہوئی تھی تو ہر طرف ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ زلیخا نے اسے بڑے اعتماد کیساتھ اس امر کا یقین دلایا تھا کہ اس قصر کے والی کے پاس شہر سے گانے بجانے والی نوجوان عورتیں وقتاً فوقتاً آتی رہتی ہیں مگر وہ جلد اکتا کر انہیں رخصت کر دیتا تھا۔ عائشہ کا ذہن معاً لڑکوں کی طرف گیا تھا۔ لیکن اسے وہاں کوئی بھی بے ریش لڑکا بھی دکھائی نہ دیا تھا۔..... بہر حال وہ معزی کو شدت سے ناپسند کرتی تھی۔ دل ہی دل میں وہ اس کے لیے ایسے نادر دشنام تراشتی رہی کہ اگر سلطان کا حامی مرتبت منجم ایک دفعہ سن لیتا تو عش عش کرنے لگتا۔

وہاں ایک ہندو مہمان بھی تھا جو سائے کی طرح خاموش سب کی باتیں سنتا رہتا تھا۔ وہ اپنے ایک ہم نشین کے کان میں چپکے سے کہنے لگا کہ عمر کا یہ علمی تجزیہ اس کے پچھلے جنم کی یادگار ہے جو اسکے تحت الشعور میں رچا ہوا ہے اور اسے اپنے علم کے اس پوشیدہ سرچشمے کا قطعی علم نہیں ہے۔

یہ بات عائشہ کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ لیکن غیر شعوری طور پر وہ اتنا ضرور سمجھتی تھی کہ یہ ہندو روحانی طور پر اس نڈر آنکھوں والے نوجوان کی طرف زیادہ مائل معلوم ہوتا ہے۔ جو اکثر اونٹ کے بالوں سے بنی ہوئی عبا پہنے قصر میں آتا جاتا تھا۔ لوگ اسے غزالی کہتے تھے صوفی غزالی۔

عمر اور غزالی عموماً باغ میں ٹہلتے ہوئے گفتگو کرتے تھے۔ اول تو عائشہ ان کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

باتیں سن ہی نہ پاتی تھی اور اگر ایک آدھ فقرہ کبھی کان میں پڑ بھی جاتا تو اس کا مطلب پلے نہ پڑتا تھا وہ اپنی گفتگو میں مرئی اور غیر مرئی وغیرہ قسم کی اصطلاحیں استعمال کرتے تھے۔ مثال کے طور پر:

عمر: اگر ہم آسمانوں کو ان کی اصلی ہئیت میں دیکھ سکتے تو بالکل ایک نیا منظر ئی وسعتیں ہماری نگاہوں کے سامنے ہوں گی۔ واللہ اگر ایسا ہو جاتا تو ہم اس اپنی بوڑھی دنیا کو چھوڑ کر نئے آفاق کی ندرتوں سے سکون قلب و نظر حاصل کرتے۔

غزالی: ہم آفاق کے چہرے سے اس وقت تک نقاب نہیں اٹھا سکتے جب تک عشق الٰہی میں ڈوب کر کاملیت اور معرفت کے درجے پر فائز نہ ہو جائیں.....۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ عمر نے باتیں کرتے کرتے شراب کا ایک چھلکتا ہوا جام اپنے ہونٹوں سے لگا لیا اور غزالی نے فوراً ٹوکا کہ یہ حرام ہے۔

اس وقت عمر نے اطمینان سے شراب پی کر مسکراتے ہوئے خالی پیالہ نیچے رکھ دیا اور کہا تھا "کم سے کم شراب کی بے حرمتی نہ کرو۔ یہ صرف اس لیے تلخ ہے کہ میری زندگی ہے اور زندگی تلخیوں اور ناکامیوں کا دوسرا نام ہے"۔

شراب زندگی ہے! عائشہ نے حیرت سے سنا اور انتظار کرنے لگی کہ دیکھو اب صوف کیا کہتا ہے۔ لیکن اس کے بعد صوفی اس مسئلے پر بحث کرنے لگا کہ باوجودیکہ دنیا میں لاتعداد مذاہب ہیں۔ لیکن سب ہی خدا کو مانتے ہیں جو وحدہ لاشریک ہے۔

خود اسلام میں کتنے فرقے ہیں۔ کچھ فرقے عقائد کے اعتبار سے انتہائی رجعت پسند ہیں ان کے برعکس صوفیاء کا طبقہ ہے جو رجعت پسندی کے مخالف ہیں۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مثلاً علوی ہیں جو حضرت علیؓ کو نا معلوم کیا کیا سمجھتے ہیں۔ اسلام میں ایک فرقہ ایسا بھی ہے جسے مہدی موعود کے ظہور کا شدت سے انتظار ہے۔ مسلمان ہونے کے باوجود ان تمام فرقوں کے طریقے الگ الگ ہیں۔ ہاتھی کے متعلق ایک قصہ مشہور ہے کہ..... ہندوستان میں ایک ہاتھی والے نے اپنے ہاتھی کی نمائش کرنے کے لیے سب کو مدعو کیا اور ہاتھی کو ایک اندھیرے مکان میں بٹھا دیا۔ جب تماش بین وہاں آئے تو اندھیرے کی وجہ سے وہاں انہیں ہاتھی نظر نہ آتا تھا۔ ایک شخص نے اس کی سونڈ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا کہ یہ جانور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے لچکدار شہتیر۔ ایک اور شخص نے جب ہاتھی کو ٹٹول کر دیکھا تو اس کا ہاتھ ہاتھی کے کان پر جا پڑا تو اس نے رائے دی کہ یہ تو بالکل ایسا ہے جیسے تاڑ کا ٹیڑھا پنکھا۔ ایک تیسرا شخص ہاتھی کی ٹانگوں پر ہاتھ پھیر کر دیکھ چکا تھا کہنے لگا کہ تم سب جھوٹ بولتے ہو۔ نہ یہ شہتیر کی طرح ہے نہ پنکھے کی طرح یہ تو دراصل ستون کی مانند ہے۔ اگر کوئی شخص اس مقام کو شمع جلا کر روشن کر دیتا تو ہر شخص ایک ہی اور بالکل صحیح رائے قائم کرتا"۔

اور اس وسیع دنیا کو روشن کرنے کے لیے شمع کہاں سے ملے گی؟ عمر نے سوال کیا۔

"اہل طریقت۔ صوفیوں کے روشن خوابوں سے" غزالی نے با آواز بلند جواب دیا" کیونکہ صرف انہی کی آنکھیں حقیقت نگر آنکھیں دیکھ سکتی ہیں کہ تاریکی کے اس پردے کے پیچھے کیا اسرار پوشیدہ ہیں"۔

"لیکن ان کی پہچان کیا ہے" عمر نے اپنا سر ہلاتے ہوئے کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''میں نے انہیں بہت تلاش کیا لیکن ..... لیکن وہ کہاں ہیں؟ غالباً وہ سب آفاق کی ظلمتوں کے اس پار اپنے اپنے مقام پر جمے بیٹھے ہیں، شاید وہ تھوڑی دیر کو جاگے۔ پرانی داستانیں سنائیں اور تاریک پردوں کے پیچھے جا کر پھر گہری نیند سو گئے۔''

غزالی کی گفتگو سے عمر کے ذہن و دماغ پر ایک عجیب قسم کا ردعمل ہوا۔

عائشہ غزالی کی بے حد ممنون ہوئی کیونکہ نوجوان صوفی کے واپس جانے کے بعد عمر معزی اور مہمانوں سے ایک دم اکتا سا گیا۔ ایک روز جب وہ سب بڑی شدومد سے بحث مباحثے میں مشغول تھے تو عمر جعفرک کے سفید گدھے کو گھسیٹتا ہوا ان کے پاس لایا۔ یہ منظر دیکھ کر سارے مہمان یک لخت خاموش ہو گئے۔ عمر نے نہایت سنجیدگی سے انہیں سمجھایا کہ ان سب کو اس گدھے کی مثال سے سبق حاصل کرنا چاہیے ..... ''یہ گدھا پچھلے جنم میں ایک دارالعلوم کا پروفیسر رہ چکا ہے۔''

اس واقعے کے بعد سارے مہمان رخصت ہو چکے تھے اور عمر تاروں بھرے آسمان کے نیچے پائیں باغ میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ عائشہ ہمت کر کے آخر اس کے پاس پہنچ ہی گئی۔ اس نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر عمر کا ہاتھ پکڑا اور اپنی پیشانی پر رکھ لیا۔

''خدا میرے آقا کو سلامت رکھے!''

''اور تجھ پر بھی سلامتی ہو۔''

''میرے سرتاج! میں نے ابھی ابھی دیکھا تھا کہ ایک شخص دبے پاؤں آپ کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پیچھا اس طرح کر رہا تھا جیسے کوئی جاسوس ہو۔ وہ پھر چپکے سے گلاب کی ان جھاڑیوں کے پیچھے چلا گیا۔ میں نے اس کا چہرہ بھی دیکھا تھا۔''

''احمد باغبان تو نہیں تھا؟''

''ہاں! احمد ہی تھا۔ اس کے دورے لگانے چاہئیں۔''

وہ دوشیزہ جو ریگستانی قبیلوں میں پل کر جوان ہوئی تھی۔ جاسوس کو سب سے بڑا دشمن خیال کرتی تھی اور اس کی بیخ کنی کی اس طرح قائل تھی جس طرح سانپ کی۔

عمر ایک لمحہ خاموش رہا۔ ''نہیں! جن لوگوں نے اسے یہاں مامور کیا ہے اس کے ان کے پاس جا کر گدھے والا قصہ بیان کرنے دو۔ اگر میں اسے مار پیٹ کر باہر نکال دوں تو پھر وہی لوگ احمد سے بھی زیادہ خطرناک شخص میری نگرانی کے لیے مقرر کر دیں گے۔''

عائشہ کو عمر کا یہ جواب سن کر بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے سوچا کہ اس کے آقا کو گویا احمد کی جاسوس کا پہلے ہی سے علم تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے اس نے دیکھتے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ بنو صفا کے سردار کی لڑکی نہیں۔ اس کے سحر کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ یقیناً اس نے اس وقت جب کہ وہ اس کے سامنے گھٹنوں کے بل سر جھکائے کھڑی تھی، بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کے خیالات پڑھ لیے ہوں گے۔

لیکن عمر اپنے ہی خیالات میں گم تھا۔ ''لوگ جنت کا ذکر کرتے ہیں۔ جنت کی حقیقت یک لمحہ سکون سے زیادہ نہیں۔''

عائشہ خاموشی سے سنتی رہی۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''یہ باغ کس قدر خاموش اور پرسکون ہے۔لیکن یہاں بھی جاسوس چکر لگاتے رہتے ہیں۔باتونی لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔گشت کرنے والے اجازت کے بغیر اندر آجاتے ہیں..... عائشہ!میرے نوکر چاکر تجھے کسی قسم کی تکلیف تو نہیں پہنچاتے؟''

''بالکل نہیں آقا! کیا..... کیا میرے سر تاج پسند کریں گے اگر میں بانسری پر نغمے سنانے کی جسارت کروں۔''

''اب بہت رات گزر چکی ہے..... تھوڑی دیر کے بعد افق پر سپیدۂ سحری نمودار ہو جائے گا۔جاؤ،اب جا کر سو رہو۔عائشہ۔''

نوجوان لڑکی خاموشی سے۔مگر دل ہی دل میں غصے سے کھولتی ہوئی۔اپنی خواب گاہ میں واپس آگئی۔اس نے سوچا کر اگر یہی لیل ونہار ہیں تو آقا بھلا کا ہے کو اس کی طرف متوجہ ہونے لگا؟اس نے اس کا سر اس طرح تھپتھپایا تھا جیسے وہ اس کے اصطبل کی ایک گھوڑی ہے۔اور اسے سو جانے کی اس طرح ہدایت کی تھی جیسے وہ کوئی ننھی بچی ہو۔

عمر ایک محویت کے عالم میں حوض کے کنارے بیٹھا سوچ رہا تھا۔غزالی کی عمر زیادہ سے زیادہ اتنی ہی ہوگی جتنی کہ خود اس کی عمر تھی جب وہ رحیم کے ہمراہ محاذ جنگ پر گیا تھا اور..... اور یاسمین نے اسے ایک گلاب کا پھول یاد کے طور پر دیا تھا۔ غزالی کس قدر مطمئن تھا۔خود اعتمادی سے بھرپور جو جوانی کا لازمہ ہے۔کیسا عجیب زمانہ ہوتا ہے یہ! کاش دور شباب کبھی رخصت نہ ہوتا۔اس نے محسوس کیا جیسے جوانی اس سے منہ موڑ چکی ہو۔یہ کیسے ہوا اور کب ہوا؟ اسے معلوم بھی نہ ہو سکا۔بہر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حال اس کی کتاب زندگی کا یہ زریں باب یکا یک ختم ہو گیا اور ایک نیا باب شروع ہو گیا..... بے کیف، بدمزہ.....!!

زندگی جو غزالی کے لیے ایک جیتی جاگتی تھی اس کے لیے ایک فسانہ بن گئی تھی۔ مبہم، نامکمل، تشنہ، ایک خشک مزاج زاہد کے لیے زندگی شباب کی پوری رعنائیوں کو جلو میں لیے، اس کی نگاہ التفات کا انتظار کر رہی تھی لیکن ایک منجم کے لیے زندگی کی حلاوتوں سے لطف اندوز ہونے کے راستے میں بے شمار رکاوٹیں حائل تھیں۔

''وہ ایک اعلیٰ درجے کا معلم ثابت ہوگا۔'' عمر نے سوچا۔ ''اور مجھے افسوس۔ کبھی پڑھانے کا موقع نہ مل سکا۔''

بیٹھے بیٹھے اسے ایک دم کچھ خیال آیا اور اس نے تالی بجائی۔ عمارت سے نکل کر ایک ملازم بھاگا ہوا آیا اور ادب سے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ ''میرے منقش نگینوں اور پرانے سکوں کا صندوقچہ لے کر آؤ۔'' عمر نے ملازم کو ہدایت دی۔ ''نیلے گنبد میں چینی کمبلوں کے انبار کے پاس رکھا ہے'' اس نے گردن اٹھا کر پہلی دفعہ اس شخص کے چہرے پر نظر ڈالی..... ''احمد''

صندوقچے کو اپنے گھٹنوں پر رکھ کر اس نے اپنی بیٹی سے کنجی نکالی اور اس کا قفل کھول لیا۔ اس صندوقچے کو بند رکھنا ضروری تھا۔ کیونکہ مقفل صندوقچے کو چرانے کا کوئی بھی خیال نہ کرے گا البتہ اگر اسے کھلا چھوڑ دیا جاتا تو اس کے اندر رکھے ہوئے سنہری سکے دیکھ کر زلیخا نیا کسی اور خادمہ کے منہ میں پانی بھر آنا ایک فطری امر تھا۔ ان کی انگلیاں سنہرے سکوں کے لمس کے لیے بے قرار ہو جاتیں۔ اور اگر آقا ان میں

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے کسی پر چوری کے شبہے کا اظہار بھی کر دیتا تو وہ روتے روتے اپنی جان ہلکان کر ڈالتیں۔

''اور کوئی حکم! آقا؟''

''نہیں! اب تو جا سکتا ہے۔'' خیال نے احمد سے مخاطب ہو کر کہا۔

وہ تھوڑی دیر بیٹھا ان نایاب سکوں کو نکال نکال کر دیکھتا رہا۔ ان میں ایک باز نطینی سکہ تھا جس پر ایک صلیب کے نیچے ایک شہنشاہ اور اس کی ملکہ کے چہرے بنے ہوئے تھے۔ عمر کو یونانی زبان کی تھوڑی سی شد بد تھی ان میں سے ایک تو جسٹینین کا چہرہ تھا۔ یہ سکہ اس کے جلوس کے چھٹے سال ڈھالا گیا تھا۔ عورت کا چہرہ وہ شناخت نہ کر سکا۔ اس عورت کا نام اس کے پر کندہ نہ تھا۔ پھر وہ مٹی کی ایک مہر اٹھا کر دیکھنے لگا جس پر ایک اڑتی ہوئی چڑیا کی تصویر کھدی ہوئی تھی۔ وہ مہر اسے پامیرا کے کھنڈروں میں پڑی ملی تھی۔ مشہور شہر پامیرا۔ جہاں ملکہ زنوبیا نے رومیوں کو شکست دی تھی۔ اس واقعے کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا..... ان نشانیوں سے انسانی عزائم کی کیسی کیسی داستانیں وابستہ تھیں۔

جسٹینین نے رومی سلطنت کے بہت بڑے حصے کو فتح کر لیا تھا لیکن ایشیا پر ایک بے نتیجہ یلغار کے دوران میں وہ مارا گیا۔ زنوبیا..... عمر کو یاد آیا کہ یہ ملکہ ایک وسیع مملکت کی حکمراں تھی لیکن آخر کار رومی افواج کے ہاتھوں تباہ ہوئی جو اس حسین و جمیل ملکہ کو اپنی فتح کے نشان کے طور پر گرفتار کر کے لے گئی تھیں۔

وہ تمام نام اور قیصر مدتیں گزریں زمین کا پیوند ہو چکے۔ سکوں پر ابھرے ہوئے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان کے چہروں کو اس قدر انہماک سے دیکھنا عمر کو عجیب سا لگا۔ چند روز ہی بات تو ہے۔ کہ نظام الملک نے اعلان کیا تھا کہ موجودہ قیصر قسطنطنیہ نے ملک شاہ کے لیے تحائف بھیجے ہیں..... زمانہ گردش کرتا رہا۔ انسانی تقدیریں بدلتی رہیں۔ حتی کہ سارا مغرب اسلام کی پیش قدمی کی تاب نہ لا کر اس کے قدموں میں گر پڑا..... غزالی نے کہا تھا کہ وہ یعنی عمر آرام طلب ہو گیا ہے۔ لیکن اسے کیا معلوم کہ گزشتہ سال سال سے وہ تین آدمیوں کے برابر کام کرتا رہا تھا۔ اور اس پر بھی نظام الملک کی فرمائشیں روز بروز بڑھتی ہی جا رہی تھیں۔ اس نے سوچا کہ پرانے سکول کا یہ صندوقچہ ۔ کاش احمد کے بجائے کوئی اور لایا ہوتا۔ احمد کا چہرہ جذبات سے قطعاً عاری تھا جسے دیکھ کر اسے اس امر کا شدید احساس ہوا کہ نظام الملک اور خود اس کے دشمن کس طرح پوشیدہ طور پر اس کی نگرانی کراتے تھے۔ اگر وہ ان میں سے کسی ایک سے پیچھا چھڑا بھی لے تو دوسرا بدستور مسلط رہے گا۔ اور پھر وہ کسی بات کو چھپاتا بھی تو نہ تھا۔ نہ اس کا کوئی راز تھا..... چلو یہ بھی صحیح، مگر کاش وہ لوگ اسے گلاب کے اس مہکتے ہوئے رنگین پائیں باغ میں تو چند لمحے سکون سے گزارنے کے لیے تنہا چھوڑ دیا کرتے!

ایک دوسرے ملازم نے نمودار ہو کر زیر لب کچھ کہا۔

"نہیں! میں کوئی خطوط نہیں دیکھوں گا! نہ کسی کا پیغام سنوں گا۔ رات کو کھانا بھی نہیں کھاؤں گا۔ چلا جا یہاں سے! اور اسحاق! دیکھ اگر کوئی بھی باغ میں داخل ہوا تو بس..... لے پکڑ یہ صندوقچہ! دور ہو جا یہاں سے!"

"لیکن....."

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''لیکن کیا؟ اگر اس چار دیواری میں گیدڑ بھی داخل ہوا تو تیری ٹانگیں توڑ والوں گا۔''

دربان نے سکول کا صندوقچہ لے لیا اور خاموش کھڑا بے چینی سے اپنے پیروں کو حرکت دیتا رہا۔ ''لیکن آقا۔ یہ ایک.....''

''یا اللہ!'' عمر نے اتنے زور سے چیخ کر کہا کہ ملازم ڈر کر فوراً بھاگ گیا۔

سورج غرب ہو چکا تھا۔ درختوں کے سائے شام کے دھندلکے میں آہستہ آہستہ تحلیل ہو رہے تھے۔ ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور گزر گیا۔ حوض میں ٹھہرا ہوا پانی ہلکورے لینے لگا..... غزالی پہاڑی پگڈنڈیوں پر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا شہر کی طرف جا رہا تھا۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ یہ قابل احترام نوجوان صوفی جب اس طرح تنہا ہوتا تھا، تو اس کا دل ایک نامعلوم خوشی سے لبریز ہو جایا کرتا تھا۔ لیکن عمر سوچ رہا تھا کہ بیشتر اوقات اس کے چاروں طرف لوگ جمع رہتے تھے مگر داخلی طور پر وہ اپنے آپ کو صوفی سے کہیں زیادہ تنہا محسوس کرتا تھا۔ غزالی تو بہر حال اپنے مریدوں اور شاگردوں کے سامنے اپنے خیالات و تاثرات کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ لیکن عمر کے دل کا حال سننے والا کوئی نہ تھا۔ وہ اپنے دل کی بھڑاس کسی کی سامنے نہ نکال سکتا تھا۔

بربط کے تاروں کی دھیمی دھیمی جھنجھناہٹ سے شام کے دھندلکے گونج اٹھے۔ ساتھ ہی ایک عورت کے گانے کی میٹھی میٹھی آواز کانوں میں رس گھولتی محسوس ہوئی۔ وہ ایک بیانیہ گیت گا رہی تھی۔ میدان جنگ سے واپس آتے ہوئے سپاہی ریگستانی شاہراہ کے کنارے ایک کنوئیں پر ٹھہر گئے تھے۔ مال غنیمت سے لدے ہوئے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اونٹ ان کے پیچھے قطار در قطار کھڑے تھے۔ جنگجو مردوں کے ہمراہ جو قیدی تھے وہ رہ رہ کر نالہ و فریاد کر رہے تھے۔..... یہ ایک عربی گیت تھا۔ عمر نے اندازہ لگایا کہ گانے والی کہیں قریب ہی بیٹھیں، دھیرے دھیرے بربط کے تاروں سے کھیل رہی ہے۔

''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' عمر نے سوالیہ انداز میں زور سے کہا۔

گہرے دھندلکے سے نکل کر عائشہ سامنے آئی۔ مست ہرنی کی طرح چلتی ہوئی۔ بے نقاب عمر کے پہلو میں دوزانو ہو کر وہ پھر بربط پر جھک گئی۔ ''بنو صفا کا ایک گیت'' اس نے بربط کے تاروں کو جھنجھناتے ہوئے کہا۔ ''ابھی اور باقی ہے..... بہت طویل ہے یہ گیت! کیا میرے سرتاج سننا پسند کریں گے۔؟''

''میں یہ پوچھتا ہوں تم یہاں کیوں آئیں۔ عائشہ؟ میں نے حکم دیا تھا۔''

''لیکن آقا! جب آپ اسحاق کو حکم دے رہے تھے۔ میں پہلے ہی سے باغ میں موجود تھی۔''

''اچھا! بس اب زیادہ باتیں نہ بناؤ۔''

عائشہ نے بڑے ادب کے ساتھ بربط ایک طرف رکھ دیا اور دوزانو ہو کر بیٹھ گئی۔ بالکل خاموش، اپنے ہونٹوں کو سختی سے بند کر کے۔ لیکن جسمانی طور پر اس کی بوٹی بوٹی پھڑک رہی تھی۔ پہلے تو اس نے گردن کو جھٹکا دے کر اپنے شانوں پر بکھرے ہوئے سیاہ گھنے بال جن میں سے مشک کی بھینی بھینی خوشبو آ رہی تھی۔ پیچھے کی طرف ڈالنے کی کوشش کی۔ ایک لمحے کے بعد وہ سر اٹھا کر آسمان پر بکھرے ہوئے تاروں کو

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس طرح غور سے دیکھنے لگی جیسے وہ ان کے متعلق بہت کچھ جانتی ہے۔ اور پھر ایک دم اس نے اپنے کھلی ہوئی متناسب کلائیوں میں سے نقرئی چوڑیاں ایک ایک کر کے اتارنی شروع کر دیں۔ اس اثناء میں کبھی کبھی عمر کو کنکھیوں سے بھی دیکھتی جاتی تھی۔

عمر اپنے خیالات کا سلسلہ قائم نہ رکھ سکا۔ اور عائشہ کی بھری بھری کلائیوں کو غور سے دیکھنے لگا جو اپنے گود ہی میں رکھی ہوئی چوڑیوں کو ایک دوسرے پر چننے کی کوشش کر رہی تھی۔ آہستہ آہستہ چوڑیوں کی ڈھیری اونچی ہوتی رہی۔ ایک چھناکے کے ساتھ ساری چوڑیاں فرش پر گر پڑیں۔ عائشہ نے ڈر کر اپنا سانس اس طرح روک لیا جیسے معصوم بچے خود اپنی شرارت پر تعجب سے سانس روک کر ادھر ادھر دیکھنے لگتے ہیں۔ جھک کر چوڑیاں سمیٹتے ہوئے عائشہ کا شانہ عمر کے پہلو سے مس ہو گیا۔ باریک ریشمی آستین کے نیچے گداز شانے کی حرارت کو عمر نے محسوس کیا.......... اندھیرے خاصا گہرا ہو چکا تھا۔ گرد و پیش کی کوئی چیز صاف دکھائی نہ دیتی تھی۔

عائشہ پھر اپنے مہکتے ہوئے مشکی بالوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔ جیسے ہی اس نے بال سمیٹنے کے لیے بازو اوپر اٹھائے، اس کے بدن کی بھینی بھینی خوشبو عمر کو متاثر کیے بغیر نہ رہ سکی۔ وہ بدستور خاموش تھی لیکن رفتہ رفتہ ماحول پر اس طرح چھا گئی تھی کہ عمر کے چاروں طرف پھیلی ہوئی رات کا ایک جزو بن کر اس نے عمر کا رابطہ باہر کی ہر چیز سے منقطع کر دیا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے عمر خاصے اہم مسائل پر غور کر رہا تھا لیکن اب...... ایک شوخ و شنگ دوشیزہ کی جسم کی معمولی سے معمولی حرکت اس کی پوری توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عمر نے بے ارادہ اپنا ہاتھ بڑھا کر عائشہ کے گھٹنے پر رکھ دیا۔ اس کے سارے بدن میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔ اپنے بازو نیچے کیے بغیر عائشہ نے مڑ کر عمر کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ عمر جیسے ہی اس کا بوسہ لینے کو جھکا وہ ایک ہرنی کی طرح تڑپ کر نکل گئی۔

''عائشہ!'' عمر نے دھیمی آواز میں پکارا۔

لیکن وہ خاموش لڑکی اس طرح بدل چکی تھی جیسے کسی نے اس پر جادو کر دیا ہو۔ اب وہ پہلی سی فرمانبردار کنیز نہ تھی وہ اپنے آقا کی ناراضی سے خائف تھی۔ وہ اس حسین رات کرا ایک شاہکار تھی۔ رات کی رانی، سرکش، غیر یقینی، ایک حسین چھلاوا ..... ایک خوبصورت دھوکا۔ جب وہ اس کے تعاقب میں بھاگا تو وہ لپک کر چنار کے گھنے سیاہ درختوں میں گھس گئی جہاں ستاروں کی روشنی بھی اندھیروں ہی میں گھل جاتی تھی۔

اس تگ و دو میں ایک مرتبہ اتفاقاً اس کا شانہ عمر کے بازو سے چھو گیا۔ عمر نے اسے پکڑنا چاہا، لیکن وہ پھر اس کی گرفت میں آتے آتے بچ کر نکل گئی۔ ننگے پاؤں وہ ہر طرف کلیلیں کرتی پھرتی رہی۔ عمر برابر اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ اور جتنا وہ اس کے تعاقب میں دوڑتا جا رہا تھا، اس کے خون کی رفتار تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔

جب وہ اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گیا تو رک کر اس کی آواز پر کان لگائے۔ اس کے کانوں میں اسے صرف اپنے ہی دل کے دھڑکنے کی صدا آ رہی تھی۔ وہ خاموش کھڑا رہا۔ حتیٰ کہ اسے اپنے قریب ہی چپکے چپکے ہنسنے کی آواز آئی۔ وہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کیطرف پھر جھپٹا مگر ایک درخت سے ٹکرا کر رک گیا۔ عائشہ نے ہنس کر پھر اس پر چوٹ کی۔ اس دفعہ وہ دو بے پاؤں اس کی طرف بڑھا اور عائشہ اٹھا کر بھاگنے ہی والی تھی کہ عمر نے آخر اسے پکڑ ہی لیا۔

ایک لمحے کے لیے وہ پھڑ پھڑائی۔ آخر وہ مرد تھا۔ تندرست، توانا۔ اس نے اپنے لب اس کے لبوں سے ملا دیئے اور دوسرے ہی لمحے وہ اس کے بازوؤں میں آسودہ ہو گئی۔ عمر اس کے دل کی تیز دھڑکنوں کو محسوس کر رہا تھا۔ اور صحرائی عرب دوشیزہ اپنے قبائلی انداز میں، مچل مچل کر، اپنی محبت کا اظہار کر رہی تھی.....!

عائشہ کو رات کے جادو نے ایک عجیب چیز بنا دیا تھا۔ وہ عمر کے بازوؤں میں کسمساتی اور پھڑ پھڑاتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ اک دم تڑپ کر اس کے بازوؤں سے نکلی اور حوض کی طرف بھاگ گئی۔

جب عائشہ نے اپنے بکھرے ہوئے بال سمیٹ کر جوڑا باندھا تو تاروں کی مدھم روشنی میں اس کے سڈول جسم کے تمام اتار چڑھاؤ عمر کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ گرم پانی میں داخل ہو کر اس نے عمر پر پانی اچھالنا شروع کر دیا۔ جیسے ہی عائشہ نے حوض میں قدم رکھا، وہ حوض جو نہ معلوم کب سے ساکت اور جلد پڑا تھا یک بیک زندہ ہو گیا۔ جاگ اٹھا۔ وہ رات، پانی، دھوپ سے تپے ہوئے گلاب کی خوشبو ..... وہاں کی ہر چیز عائشہ کی ذات کا ایک جزو بن گئی تھی.....!

''کتنا اچھا موسم ہے'' اس نے محبت آمیز لہجے میں کہا۔

حوض سے نکل کر عائشہ یکا یک چونکی ہو گئی۔ اس نے ڈر کر ایک ہلکی سی چیخ ماری

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور آواز پر کان لگا دیئے۔

''کچھ لوگ ادھر آ رہے ہیں'' ایک لمحے کے بعد اس نے زیر لب کہا..... عمر کچھ نہ سن سکا۔ ''ادھر، اور..... وہ دیکھو! وہ لوگ ننگی تلواریں ہاتھوں میں لیے ہیں۔''

ادھر دیکھتے ہوئے جس طرف عائشہ نے اشارہ کیا درختوں کے جھنڈ میں عمر نے مشعلوں کی روشنی دیکھی اور تلواروں کی چمک بھی۔ مشعل برداروں کے پیروں تلے سوکھی ہوئی جھاڑیوں کے چیخ کر ٹوٹنے کی آوازیں بھی اسے صاف سنائی دینے لگیں۔

''آپ کے پاس تو مدافعت کے لیے کوئی ہتھیار بھی نہیں ہے۔ خوف زدہ لڑکی نے چلا کر کہا۔ ''چلو بھاگ کر اندر چلیں اور محافظوں کو جگائیں۔''

عمر بہر حال مطمئن تھا کہ رات کے وقت اس پر حملہ کرنے کے لیے اس طرح کوئی نہیں آ سکتا تھا۔ وہ وہیں کھڑا، آنے والوں کا انتظار کرتا رہا۔ جب وہ لوگ کھلی جگہ میں آ گئے تو عمر نے اسحاق دربان کو پہچانا گ جس کے ہمراہ چار مسلح آدمی اور بھی تھے۔ عائشہ کی پریشانی بدستور قائم رہی اور وہ چہرے پر نقاب ڈال کر گلاب کی جھاڑیوں کی اوٹ میں چلی گئی۔

اسحاق بڑھ کر حوض کے قریب آیا اور عمر کو دیکھ کر اس نے اطمینان کا ایک نعرہ بلند کیا۔

''یا آقا! جب ہمیں درخستوں میں چلنے پھرنے کی آوازیں آئیں تو میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پریشان ہوگیا اور میں نے ان انجان لوگوں سے کہا کہ ہمیں چل کر صورت حال معلوم کرنی چاہیے۔ خدانخواستہ کسی نے ہمارے آقا کو.....!"

عمر کا چہرہ مارے غصے کے سرخ ہوگیا۔ "تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ مجھے اس باغ میں بھی تنہائی نصیب نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ سارا غلام ٹولا فوراً مہال کی مکھیوں کی طرح یورش کر کے مجھے گھیرے لے گا؟"

عمر نے قریب کھڑے ہوئے ایک شخص کے ہاتھ سے سروہی چھین لی اور اس کے کند کنارے سے خوف زدہ اسحاق کے شانے پر پے در پے وار کرنے شروع کر دیئے۔ کندھے سے خون بہنے لگا۔ اسحاق زور زور سے کراہتا رہا اور اپنے قصور کی پاداش میں پٹتا رہا۔ آخر وہ اپنے آقا کی خلوت میں کیوں دخل انداز ہوا تھا۔ وہ یقیناً سزا کا مستحق تھا۔ وہ ایک طرح خوش بھی تھا کہ چلو جو سزا ملنا تھی فوراً ہی مل گئی اور اس کے بعد آقا اس کی اس نازیبا حرکت کو معاف بھی کر دے گا ورنہ یقیناً وہ کھال کھچوا کر بھس بھروا دیتا۔ باقی آدمیوں نے بھی اپنی تلواریں میان میں کرلیں اور دل ہی دل میں دعا مانگتے رہے کہ خدا کرے آقا اسحٰق کو زدوکوب کرنے میں لگ کر انہیں بھول جائے۔ لیکن اس مار پیٹ کے باوجود اسحاق اور اس کے ہمراہی اس امر پر متفق تھے کہ بہرکیف انہوں نے تفتیش حال کے لیے وہاں جا کر صبح قدم اٹھایا تھا۔

یہ سب کچھ چشم زدن میں ہوگیا۔ عمر نے مارنا بند کر دیا اور سروہی پھینک دی اسے نہ معلوم کیا سوچ کر ہنسی آگئی۔ "چلو اب دفان، ہو! بیوقوف کہیں کے..... لیکن یاد رکھو کہ اب سے یہ باغ حرم کا ایک حصہ ہے..... یہاں کسی مرد کو آنے کی

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اجازت نہیں۔"

"سر آنکھوں پر" اسحاق نے سر جھکا کر اپنے ہونٹوں سے خوف پونچھتے ہوئے کہا۔

"لیکن آقا! باغبانوں کے لیے کیا حکم ہے؟..... حسین علی اور احمد....."

"ان سے کہہ دو کہ وہ اپنے اپنے حجرے میں بیٹھ کر مکھیاں ماریں۔ ان کے بغیر بھی باغ ہرا بھرا رہے گا۔"

جب ملازم رخصت ہو گئے تو عائشہ بھی گلاب کے کنج سے باہر نکل آئی۔ وہ ہنس رہی تھی..... اچھا ہی ہوا کہ آپ کے ملازموں کی سستی اور کاہلی اس وقت کام آ گئی۔

عمر نے کئی ہفتے تک نہ اپنی ڈاک دیکھی نہ کوئی خط پڑھا۔ اور خط وغیرہ کا تو ذکر ہی کیا وہ درحقیقت دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز ہو گیا تھا۔ بجز عائشہ کے۔ وہ آزادی کے ساتھ بے پردہ پائیں باغ میں چل پھر سکتی تھی۔ اور ہر شام وہ تفریح کے لیے نئے نئے طریقے استعمال کرتی تھی۔

وہ عمر کی شریک حیات تو بن گئی لیکن اس کے خیالات کی شریک نہ بن سکتی تھی اسی عجیب حقیقت نے ان دونوں کو ایک ہی رشتے میں منسلک کر دیا تھا۔ خیام اپنے خیالات و تصورات سے پیچھا چھڑانے کا متمنی تھا۔ اور عائشہ نے یہ نکتہ سمجھ لیا تھا۔ بعض باتوں میں وہ عمر سے زیادہ سمجھ داری کا مظاہرہ کرتی تھی..... اور جب خاموش رہتی تو ہزار عقلمندوں سے زیادہ عقلمند معلوم ہوتی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کی محبت میں ایک خلوص تھا۔ ایک شفقت آمیز خلوص اور اس سے بڑھ کر کوئی اور چیز بے پناہ شدت کی حامل۔ قصر کوچک کے تمام لوگوں کو یہ بات بہت جلد معلوم ہوگئی کہ عرب دوشیزہ کے آقا کی توجہ کا واحد مرکز بن گئی تھی۔

عائشہ مطبخ میں جا کر اپنے ہاتھ سے خیام کے لیے کھانے تیار کرتی۔ زلیخا نے صرف ایک مرتبہ اس کے اس طریق عمل پر احتجاج کیا تھا۔

''کیا تیرے لیے اتنا کافی نہیں ہے'' عائشہ نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا کہ'' تیرے سارے چھوکرے اور ذلیل بھائی بھتیجے اپنے دامنوں میں چھپا کر توشہ خانے سے گوشت اور جانے کیا کیا اجناس لے جاتے ہیں؟ اور تیری لونڈیا کا وہ چیچک رو عاشق تھی۔ ارے وہی چھوکری جو دن بھر سڑک پر دھما چوکڑی مچاتی رہتی ہے۔ اگر بیاہ ہو جائے تو..... تو اپنے کام سے کام رکھ۔ جو تیری مرضی آئے کر۔ لیکن خبردار جو آقا کے کھانے پینے کے معاملات میں کبھی دخل دیا ہوگا۔''

اس کے بعد زلیخا زیادہ سے زیادہ کر سکتی تھی کہ صحرا نژاد خانہ بدوشوں کی آڑ لے کر عائشہ کی بدمزاجی کے متعلق بڑبڑاتی رہے۔

عمر کو عائشہ کی جو بات سب سے زیادہ پسند تھی وہ اس کی تنہا پسندی اور عام لوگوں سے الگ تھلگ رہنے کی ادا تھی۔ وہ صرف عمر کی موجودگی میں زندگی و شباب کا جیتا جاگتا مرقع بن جاتی تھی۔ ورنہ اسے دنیا سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ وہ اس کے گردن کے اتار چڑھاؤ سے لے کر اس کے حسین جسم کے ایک ایک خط تک سے واقف ہو گیا تھا۔ اس کے دماغ میں کیا تھا۔ عمر کو کبھی معلوم نہ ہو سکا۔ جب کبھی وہ اس کے آغوش

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں لیٹی نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھتی تو اکثر عمر کو یہ وہم ہونے لگتا کہ شاید وہ کوئی ایسی بات سننے کی کوشش کر رہی ہے جو اسے سنائی نہیں دیتی۔

اور پھر کبھی کبھی وہ چونکا دینے والی باتیں بھی تو کرتی تھی ..... ایک مرتبہ اس نے سنجیدگی کے لہجے میں عمر سے پوچھا: کیا میرے نگرانی کے لیے کوئی خواجہ سرا مقرر کر دیا گیا ہے۔

''نہیں تو'' عمر نے انکار کرتے ہوئے کہا۔

''بہت خوب! لیکن ایک خواجہ سرا اس وقت بھی ڈیوڑھی پر بیٹھا ہوا ہے۔''

عائشہ کو خواجہ سرا کے تقرر پر تعجب میں نہ ہوا تھا کیونکہ یہ بات شرفا کے رواج کے عین مطابق تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اسے اس بات کو فت بھی تھی کہ ہر وقت اس کے پیچھے ایک دم چھلا لگا رہے۔

عمر تحقیق کرنے کی غرض سے اٹھ کر ڈیوڑھی تک گیا اور اس نے دیکھا کہ واقعی ایک شخص دروازے پر بیٹھا ہے۔

''تو کون ہے؟''

''خدا غریب پرور کو سلامت رکھے مجھے زنبل آغا کہتے ہیں۔ اسحاق نے مجھے اپ کی خدمت پر مامور کیا ہے۔''

پاٹ دار آواز اور بے رونق آنکھوں سے عمر نے سمجھ لیا کہ عائشہ نے بیک نظر جو اندازہ لگایا تھا وہ حقیقت پر مبنی تھا۔

''میرے ساتھ آؤ'' اس نے کہا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دروازے پر پہنچ کر اس نے اسحاق کو آواز دی جس کے سر پر ہنوز پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

''میں نے تجھ سے کب کہا تھا کہ خانم کی خواب گاہ کی دربانی کے لیے کسی خواجہ سرا کا انتظام کیا جائے؟''

اسحاق نے نہایت احترام سے عمر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ دیکھتے ہوئے کہ میرے آقا کی توجہ آجکل کس طرف مرکوز ہے۔ میں خود ہی ضرورت کی نزاکت کا احساس کر کے اس شخص کو یہاں لے آیا تھا۔''

''اچھا! تو پھر اب اسکو چلتا پھر کر دو۔''

''بسر و چشم..... لیکن آقا پائیں باغ خاص وسیع ہے اور مکان کے دروازے سے سارا منظر دکھائی نہیں دیتا۔''

''مگر اسے بہر حال رخصت کر دو۔''

اسے اس خیال سے ہی غصہ آنے لگا کہ اس کے پائیں باغ میں زنبل آغا جیسی مخلوق پہرا دے رہی ہے۔ اس کے علاوہ عائشہ نے ایسے ماحول میں پرورش بھی نہ پائی تھی جہاں خواجہ سرا حرم کی نگہبانی کرتے تھے اور پھر وہ یہ بھی نہ چاہتا تھا کہ کوئی شخص ہر وقت عائشہ کی نقل و حرکت پر خواہ مخواہ نگاہ رکھے۔

اسحاق برا مان گیا اور زنبل آغا کے سامنے اپنی بڑائی جتانے کے لیے اس نے موضوع گفتگو بدلتے ہوئے کہا۔ ''تقریباً بیس دن ہوئے کہ اعلیٰ حضرت نظام الملک کا خط آیا رکھا ہے۔ میں نے آپ کو مطلع بھی کیا تھا کہ وہ بہت ضروری خط

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے۔ ایک ہرکارہ بہت جلدی میں وہ خط لایا تھا۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ نظام الملک سلطنت کے اہم امور کے متعلق ہی آپ کو خط لکھنے کی تکلیف گوارا فرماتے ہیں ..... حکم ہو تو ابھی حاضر خدمت کروں؟''

عمر واقعی اس خط کو بھول چکا تھا۔ جب اس نے کھول کر اسے پڑھنا شروع کیا تو دانتوں سے اپنا نچلا ہونٹ کاٹتا جاتا تھا۔

''بسم اللہ الرحمن رحیم۔'' آگے چل کر خط میں لکھا تھا۔ ''یہ خط ملتے ہی ایک گھنٹے کے اندر ملک شاہ کو لکھ بھیجو کہ ازوائے نجوم آپ کا اس وقت نیشاپور واپس آنا مناسب ہے۔ میں قطعی طور پر یہ چاہتا ہوں کہ وہ سمرقند کے شمال میں جنگ جاری رکھے۔ مجھے اس کے پڑاؤ سے اطلاع پہنچی ہے کہ وہ خرسان واپس آنے کا ارادہ کر رہا ہے اور فوج کی آدمی جمعیت کو سرما ختم ہونے تک برخواست کرنے کے متعلق بھی سوچ رہا ہے۔''

عمر نے پھر ایک بار خط پڑھا اور پھاڑ کر پرزے پرزے کر دیا۔ اس قسم کا پیغام لکھ کر بھیجنا بے حد خطرناک تھا ..... نظام الملک کو اس بات کا خود ہی اندازہ ہونا چاہیے تھا۔ اور پھر منجم اس سے قبل نظام الملک کی فرمائش پر کتنی ہی غلط پیشین گوئیاں کر بھی چکا تھا یہ مان لیا کہ وزیر سلطنت کی بہتری اور سلطان کے مفاد ہی یہ سب کچھ کر رہا تھا مگر پھر بھی ملک شاہ مطلق العنان بادشاہ تھا۔ سلطان مسلسل پچھلے کئی سال سے جنگ کے میدانوں ہی میں زندگی گزار رہا تھا۔ اگر وہ سرما کا ایک موسم آرام سے گزارنے کا خواہش مند تھا تو اس کی مخالفت کیوں کی جائے؟

اگر عمر نیشاپور میں ہوتا تو اس مسئلے پر شاید کسی اور انداز سے سوچتا۔ لیکن وہ غزالی

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے دنیا کی بے ثباتی پر طویل بحثیں کر چکا تھا۔ عائشہ نے اسے نئی لذتوں سے آشنا کر دیا تھا..... اس نے اسحاق کو حکم دیا کہ کاغذ، قلم، دوات اور مہر لگانے کے لیے لاکھ حاضر کیے جائیں۔ اس نے نظام الملک کے خط کے جواب میں صرف ایک لفظ لکھا ''نہیں'' اور نیچے اپنے دستخط کر دیئے..... ''خیام'' اور خط بند کر کے اپنی انگوٹھی سے اس پر مہر لگا دی۔ ''ایک تیز رفتار سوار کے ہاتھ اسے فوراً نظام الملک کے پاس نیشاپور روانہ کر دیا جائے۔''

''لیکن اس وقت تک'' زنبل آغا نے لقمہ دیا ''وزیر رے پہنچ چکا ہوگا۔ ایک مذہبی شورش دبانے کے لیے۔''

رے، نیشاپور کے مغرب میں خاصی دور واقع تھا۔ اگر انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ سفر کیا جائے تو کم از کم ایک ہفتے کی مسافت پر تھا۔

''معلوم کرو کہ وہ کہاں ہے اور اس خط کو فوراً بھیج دو۔''

''سر آنکھوں پر'' اسحاق نے خط کو اپنے کھردرے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔ ''عجیب و غریب مختصر خط ہے۔ میرے آقا اور.....''

''ہاں!'' ''میں تجھے بتا دیتا ہوں کہ اسے میں صرف ایک لفظ لکھا ہے یعنی ''نہیں'' اور اس کے نیچے میرا تخلص لکھا ہے ''خیال'' اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''احمد کو نہ بھیجنا۔''

جب وہ گھر کی طرف روانہ ہوتا تو سڑک کے کنارے ایک الاؤ کے پاس ٹھہر گیا۔ جہاں تینوں باغبان، احمد، علی اور حسین آگ روشن کیے تاپ رہے تھے۔ اسے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دیکھ کر وہ سب ادب سے دست بستہ کھڑے ہو گئے۔

''خدا کرے آپ کا ہر دن، عید کے دن کی طرح خوش آئند ہو، آقا۔'' حسین نے گردن جھکا کر کہا۔

عمر نے نظام الملک کے خط کے پرزے آگ میں ڈال دیئے اور جب تک وہ سب جل کر خاک سیاہ نہ گئے وہیں کھڑا رہا۔ تینوں مالی بڑی دلچسپی سے کاغذ کا جلتے دیکھتے رہے اور جب وہ عمر کے جانے کے بعد پھر بیٹھے تو انہیں ایک نیا موضوع گفتگو مل گیا تھا۔

''اس میں کوئی شبہ نہیں'' حسین نے کہا۔ ''کہ یہ کوئی بہت اہم خط تھا۔ کیا خوبصورت لکھا ہوا تھا۔''

''اور تم نے وہ مہر دیکھی تھی۔'' علی نے بڑے عالمانہ انداز میں کہا۔ ''خون کبوتر کی طرح سرخ بالکل ایسی تھی جیسی نظام الملک کے فرامین وغیرہ پر لگی ہوتی ہے۔ ایک ایک قطرہ پگھل کر کس طرح آگ میں گر رہا تھا۔

وہ لوگ لاکھ کے سرخ قطروں کو غور سے دیکھتے رہے جو آخر راکھ میں جذب ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد احمد اٹھا اور گھومتا ہوا اس جگہ پہنچا جہاں زنبل آغا اپنے کپڑوں کی گٹھڑی باندھ کر سفر پر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔

عائشہ کی آرام سے بسر ہو رہی تھی۔ ایک روز جب عمر نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کوئی چیز تو منگوانا نہیں چاہتی تو اس نے تھوڑی دیر سوچ کر بتایا کہ اگر ممکن ہو تو اس کے لیے کچھ ریشمی کپڑا۔ تھوڑا سا رو پہلی کلابتو کشیدہ کاری کے لیے منگوا دیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جائے اور مشک کی ایک بوتل، کچا عنبر اور روغن خشخاش بھی۔ اور بس۔ ایک روز عمر نے جب اسے چمکتا ہوا سنہرا موباف لا کر دیا تو وہ مارے خوشی کے کھلکھلا کر خوب ہنسی۔ اور اس روز وہ گھنٹوں اس موباف سے اپنی چوٹی گوندھ کر ایک نقرئی آئینے میں مختلف زاویوں سے اپنی صورت دیکھتی رہی۔ کبھی کبھی وہ قالین پر عمر کے پہلو میں چاروں شانے چت لیٹ جاتی اور گہرے گہرے سانس لیتی ہوئی بے خبر سو جاتی۔ قصر کے ایرانی ملازموں سے اسے عموماً کوئی شکایت نہ تھی۔ وہ تقریباً سبھی خوش مزاج، کاہل اور نیک تھے۔

''کل'' اس نے ایک دن عمر سے مزاحاً کہا۔ ''وہ ہر بات آنے والے کل پر ٹال دیتے ہیں۔ گزرے ہوئے کل کا ذکر مزے لے لے کر کرتے ہیں اور آنے والے کل پر سارے کام اٹھا رکھتے ہیں۔''

''لیکن اس کے باوجود وہ خوش و خرم رہتے ہیں۔''

عائشہ نے ان کی زندگی کے اس پہلو پر کبھی غور نہیں کیا تھا واقعی ان کے جذبات عجیب تھے۔ ذرا سی دیر میں ہنسنے لگتے۔ ذرا سی دیر میں رونے لگتے۔

''اور اے عائشہ تو خود'' عمر نے زور دیتے ہوئے کہا۔ ''تیرا تعلق صرف آج سے ہے۔ جو ہر وقت موجود ہے۔''

''صرف آپ کی موجودگی میں۔'' اس نے عمر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

ایسے موقعوں پر عمر کو یاسمین یاد آجاتی تھی۔ عائشہ کے آنکھیں اور گردن تیزی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے گھمانے کا انداز بالکل یاسمین کی طرح تھا۔ عمر نے سوچا کہ وقت کی لاتعداد گردشیں بھی یاسمین کی یاد اس کے دل سے نہ بھلا سکیں۔ آخر ایسا کیوں تھا؟ وہ کس قدر جلد اس سے جدا ہو گئی تھی۔ اور اس کی موت کا غم۔ جس کا اظہار اس نے جعفر کے سامنے بھی کبھی نہ کیا۔ آگ کے شعلوں کی طرح ہمیشہ اس کو جلاتا رہا۔ مدتیں گزر گئیں۔ اس نے ایک خواب دیکھا تھا۔ بیداری کی حالت میں اس خواب کی کوئی اہمیت نہ تھی۔

عائشہ کے پہلو میں اسے وہ خوشی کبھی نصیب نہ ہو سکی جو یاسمین کے آغوش میں تکلیف وہ حد تک بڑھ جاتی تھی۔ عائشہ کے ساتھ اس کی زندگی بڑی پرسکون تھی۔ اس کی محبت پر وہ باغ کے ان گلاب کے پھولوں کی مانند تھی جو باد صبا کے لطیف جھونکوں کے لمس سے کھل جاتے ہیں اور زمان و مکان کی قید سے بے پروا، نامحرموں کی نگاہوں سے پوشیدہ، اپنی نازک رنگین پتیاں زمین پر بکھیرتے رہتے ہیں۔ لیکن نہ جانے کیوں یاسمین کی یاد اس پرسکون باغ میں دبے پاؤں داخل ہو جاتی ہے۔

ایک روز عائشہ دھوپ میں بیٹھی حسب عادت اپنے سنہرے موباف سے کھیل رہی تھی۔ عمر نے دور سے اسے دیکھا تو چلا کر کہا "میری نادانہ محبوبہ! دھوپ میں بیٹھ کر کیوں جان ہلکان کرتی ہے۔ تو سونا نہیں ہے کہ مرنے کے بعد جب تجھے زمین میں دفن کر دیا جائے تو لوگ دفینہ سمجھ کر پھر تجھے کھود کر نکال لیں (1) گے۔"

جب عائشہ نے یہ سنا تو حیرت زندہ ہو کر پہلے تو خوب ہنسی۔ پھر اس نے اپنے گندمی رنگ کے سڈول بازوؤں کو از راہ مذاق دیکھتے ہوئے کہا۔ "بیشک میں سونے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی بنی ہوئی تو نہیں ہوں۔'' عمر کے الفاظ کے معانی سے قطع نظر کر کے وہ بڑی دیر تک اس بے تابی پر غور کرتی رہی جو عمر کے لہجے پر غالب آ گئی تھی۔ ''مردے؟'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔ ''تو پھر مردے ہی ہوتے ہیں۔'' اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

''ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ وہ کبھی نہیں بدلتے۔'' اس نے اپنی بات کو پھر دہرایا۔

عمر برسوں سے اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کر رہا تھا جسے ایک صحرانژاد لڑکی نے بڑی سادگی سے حل کر دیا تھا۔ ٹھیک ہی تو تھا کہ مردوں کو پھر زندہ ہو کر اس زمین پر چلتے پھرتے کس نے دیکھا ہے۔ وہ خاک ہی سے اٹھے تھے اور خاک ہی میں دبا دیئے گئے..... لیکن اس کے باوجود یاسمین کی یاد اس دل میں ہمیشہ سے زندہ ہے، ہمیشہ اسی طرح زندہ رہے گی۔ جب وہ کام کرتے کرتے تھک کر لیٹ جاتا تو نہ جانے کیوں اس کا دل بے اختیار چاہنے لگتا کہ کاش وہ جب سر اٹھا کر دیکھے تو سامنے سے یاسمین بیت النجوم میں داخل ہوتی ہوئی نظر آ جائے۔ اس کی نقاب ہوا سے اڑ رہی ہو۔ اور..... اور..... وہ پھر کوئی اور بات سوچنے لگتا۔

وہ ہفتے کے بعد پسینے میں شرابور گھوڑے پر سوار ایک قاصد قصر کوچک کے دروازے میں تیزی سے داخل ہوا۔ وہ نظام الملک کا ایک حکم نامہ لے کر حاضر ہوا تھا۔ وزیر الممالک نے عمر کو جلد از جلد رے پہنچنے کی ہدایت کی تھی۔

جب دوسرے روز علی الصباح عمر نے عائشہ کو خدا حافظ کہا تو عائشہ کی آنکھوں

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں آنسو جھلک رہے تھے۔ وہ گھنٹوں پہلے سے عمر کے ساتھ جانے کے لیے ضد کر رہی تھی۔ ..... ''خدا حافظ'' اس نے پژمردگی سے کہا ..... ''اجنبیوں کے مجمع میں بغیر ہتھیار لیے کبھی نہ جانا۔''

صدر دروازے پر اسحاق نے آگے بڑھ کر رخصتی سلام کیا۔ عمر کو شبہ ہوا جیسے اس نے سفید عمامہ اور سرخ خلعت والے زنبل آغا کو باغ کے گوشے میں غائب ہوتے دیکھا ہے۔ اس نے اک دم اپنے گھوڑے کی راسیں کھینچ لیں۔

''اسحاق یہ کیا بات ہے' وہ سیاہ فام ہیجڑا ابھی تک قصر کے چکر کیوں لگا رہا ہے؟''

اسحاق نے ادب سے ہاتھ باندھ کر عرض کیا کہ ''رات عشاء کے بعد میں نے سنا تھا کہ علی الصباح غریب پرور رے کے سفر پر روزانہ ہو جائیں گے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ کب واپسی ہو۔ کیا حرم کی نگہبانی کا شرف اسے حاصل نہ تھا؟''

''پھر؟''

''تمام عمارتیں نگہبانی کی محتاج ہوتی ہیں۔ یقیناً کوئی شخص خواب میں بھی یہ تصور نہیں کر سکتا کوئی نوجوان عورت اتنے بڑے باغ میں تنہا گھومتی پھرے اور زنبل آغا کچھ زیادہ دور بھی نہ جانے پایا تھا۔ میں نے سوچا۔''

عمر نے اپنی پشت پر کھڑے ہوئے مسلح دستے سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''تم میں سے ایک شخص فوراً جا کر اس ہیجڑے کو تلاش کرے۔ اصطبل سے ایک گھوڑا لے اور اسے نیشاپور لے جا کر بازار میں دھکا دے آئے اور اس کا خیال رکھے کہ وہ کمینہ پھر اس دروازے میں قدم نہ رکھنے پائے۔''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ عائشہ کو خود اسی کے گھر میں کسی پہرے دار کی نگرانی میں دے کر جانا نہ چاہتا تھا۔ وہ تین دل مسلسل مغرب کی سمت سفر کرتا رہا۔ رات ہو جاتی تو سونے کیل یے بڑی شاہراہ کے کنارے کسی سرائے میں قیام کرتا اور پھر صبح سویرے روانہ ہو جاتا۔ وہ نیشاپور کے باہر ہی سے گزر گیا۔ مبادا لوگ اسے خوش آمدید کہنے کے لیے سڑکوں پر جمع ہو جائیں اور مفت میں وقت ضائع ہو۔ اور یہ ایک قدرتی امر تھا کیونکہ ملک شاہ اپنا بیشتر وقت سرحدوں پر فوج کشی میں گزارتا تھا۔ رہا بوڑھا نظام الملک سو اسے کاغذات سے انبار صاف کرنے ہی سے کب فرصت ہوتی تھی۔ لے دے کر صرف سلطان کا منجم ہی رہ گیا تھا۔ جب کبھی وہ نیشاپور کے بازاروں سے گزرتا تھا۔ لوگ اسے اپنے سلطان کے اقتدار دولت و اقبال کا مظہر سمجھ کر دیکھنے کے لیے جوق در جوق سڑکوں پر جمع ہو جاتے تھے۔

جب عمر اور اس کے ہمراہی تیسری رات آرام کرنے کے لیے ایک جگہ ٹھہرے تو ایک اجنبی سوار نے آ کر عمر کو ادب سے لام کیا۔ اس کی کلائی پر ایک خوبصورت باز بیٹھا ہوا تھا۔

''خواجہ! خدا آپ کا سفر خوش گوار کرے۔ ملاحظہ فرمائیے یہ کیا چیز ہے مجھے تو کسی قسم کا ٹونا ٹوٹکا معلوم ہوتا ہے۔'' اجنبی نے اپنی پیٹی میں ہاتھ ڈال کر چاندی کی ایک نلکی نکالی۔ زیادہ سے زیادہ زبان قلم کے برابر ہو گی۔ ''ایک گھنٹہ ہوا کہ میں نے اپنے باز کو کھلے میدان میں پہنچ کر ہوا میں اچھالا۔ میں چاہتا تھا کہ باز بگلے پر جھپٹے جو دریا میں سمت پرواز کر رہا تھا۔ لیکن جب باز ہوا میں بلند ہوا تو بجائے بگلے کا پیچھا کرنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے اس نے مرب کی طرف اڑتے ہوئے کبوتر کو جا دبوچا۔"

"ملاحظہ فرمایئے میں نے اس سے کسی قسم کا صدمہ نہیں پہنچایا..... یہ پیغام بر کبوتر معلوم ہوتا ہے۔ اس کے پنجے میں یہ نلکی بندھی ہوئی تھی۔ اس کے اندر ایک کاغذ بھی رکھا ہوا ملا ہے۔ آپ اسے پڑھ سکتے ہیں!"

کاغذ کا پرزہ زیادہ سے زیادہ انگوٹھے کے نشان کے برابر تھا اور اس پر صرف ایک سطر باریک قلم سے لکھی ہوئی تھی۔

"عمر خیام رے کی طرف سفر کر رہا ہے۔"

دستخط کی بجائے اس پر ایک ہندسہ لکھا ہوا تھا۔

"اس میں پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے" عمر نے باز کے شکاری کو مطمئن کرنے کے لیے کہا۔ کبوتر مغرب کی سمت پرواز کر رہا تھا، کیوں؟"

"بیشک جیسے کسی نے ڈوبتے ہوئے سورج پر تیر چھوڑا ہو۔ جب میں نے یہاں پہنچ کر خوابہ کی تشریف آوری کی خبر سنی تو اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ بیشک اللہ کی مرضی کے بغیر ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔"

نازک نلکی کو عمر اپنی انگلیوں میں گھما کر سوچنے لگا کہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ پیغام کس نے بھیجا ہے اور کس کے لیے بھیجا ہے۔ صرف کبوتر ہی جانتا ہے کہ وہ کہاں سے چلا تھا اور کہاں جانے والا تھا۔ لیکن کبوتر تو بے زبان ہے۔ نلکی میں سے مشک کی بھینی بھینی مہک آ رہی تھی۔ صرف قصر کوچک کے لوگوں کو ہی اس کا علم تھا کہ وہ رے روانہ ہو رہا تھا۔ اور وہ جان بوجھ کر نیشاپور میں داخل نہ ہوا تھا۔ بہت ممکن ہے نظام

www.iqbalkalmati.blogspot.com

الملک کے کسی جاسوس نے اس کبوتر کے ذریعے یہ اطلاع روانہ کی ہو۔ پھر دستخط کی جگہ بھیجنے والے نے ایک ''عدد'' لکھ دیا تھا۔ یا تو وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی اس تحریر کو نام کی مدد سے پہچان لے یا پھر مرقومہ عدد اس بھیجنے والے کی نشاندہی کرتا ہوگا۔ بہر حال ایک فیصد بھی اس امر کا امکان نہ تھا کہ عمر حقیقت سے آگاہ ہو سکتا۔

لیکن اس نے غیر ارادی طور پر نلکی میں کاغذ کا پرزہ واپس رکھ کر اسے اپنے بٹوے میں حفاظت سے رکھ لیا۔ یہ بھی محض حسن اتفاق ہی تھا کہ ایک اجنبی شخص کے باز کی وجہ سے یہ پیغام اس تک پہنچ گیا تھا۔

رے کے قدیم شہر میں کتب خانے کی عمارت

ناظم الملک اور عمر خیام قالین پر آمنے سامنے خاموش بیٹھے تھے۔ زندگی میں پہلی بار نظام الملک نے شاہی منجم کو اپنی رائے کا مخالف پایا تھا۔ اور اس واقعے سے وہ کچھ حیرت زدہ ہو کر رہ گیا تھا۔

''لیکن آخر کیوں؟'' اس نے اپنے مطمح نظر کو زیادہ واضح کرتے ہوئے کہا۔ تم میری رائے سے اختلاف کر کے ترقی کے راستے میں روڑا اٹکانا چاہتے ہو؟''

نظام الملک پھر خاموش ہو گیا اور متجسس نگاہوں سے خیال کو دیکھنے لگا۔ وہ دن دونی رات چوگنی پھلتی پھولتی سلجوقی مملکت کا دو پشتوں سے انتظام کرتا چلا آ رہا تھا۔ اس وقت سلطنت کی حدیں اگر ایک طرف دیوار چین سے قسطنطنیہ کی اس فصیل تک پھیلی ہوئی تھیں جہاں ایک پتلی سی آبنائے یورپ کو ایشیا سے جدا کرتی ہے تو دوسری

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طرف شمال میں برفانی علاقے سے عرب کے بے آب و گیاہ ریگستان تک وسیع تھیں۔ نظام الملک نے اس حیرت پر قابو پانے کے لیے جو اس پر مسلسل طاری تھی بے خیالی سے مہر دار انگوٹھی کو اپنی انگلی میں گھماتے ہوئے کہا۔ ''سلطان ایک آفاق گیر خاندان کا سربراہ ہے۔ اس کا ہر عمل اس کے بلند مرتبے کے شایان ہونا چاہیے۔ اس کی جنگی مہارت اور قابلیت ہی کا صدقہ ہے کہ آج غیر مہذب اقوام اور غیر مسلم افراد اسلامی حکومت کے زیر اقتدار ہیں۔ اس کی فتوحات نے ملک میں اس کا وقار بلند کر دیا ہے۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ملک شاہ بہر حال ایک جاں باز ترک کا پوتا ہے۔ اگر وہ اپنے چار لاکھ سواروں کے ہمراہ خراسان کے پر امن شہروں کی طرف واپس آ جاتا ہے تو عوام سوائے اس کے اور کیا محسوس کریں گے کہ ایک جنگجو بادشاہ نے اپنے لاؤ لشکر سمیت پڑاؤ ڈال رکھا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے سپاہی جو میدان جنگ کے عادی ہو چکے آئے دن قرب و جوار میں طرح طرح کے ہنگامے برپا کریں گے۔''

''یہ فوج ہے کیا؟'' نظام الملک نے سوال کیا۔ ''خواجہ عمر! جیسا کہ تم جانتے ہو اس میں شمالی علاقوں کے ترک ہیں۔ غلام ہیں۔ وہ غلام جو ترکوں کی اولاد ہیں اور انہیں جنگ و جدل کی تربیت دی گئی ہے۔ ایک بڑی تعداد گرجستانیوں کی ہے۔ کچھ ترکمان اور باقی عرب قبائل ہیں۔ فوج میں خراسانیوں کی تعداد بہت کم ہے۔ ایرانی اور بغداد کے عرب ان سے بھی کم تعداد میں ہیں۔ اس قسم کے سرکش لوگوں کو جن سے خانہ جنگی کا اندیشہ ہے زمین کا قبضہ نہیں دے سکتے۔ ہرگز نہیں۔ جب مشرق میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جنگ ختم ہو جائے تو ہمیں چاہئے کہ مغرب کا رخ کر کے اللہ کے حکم سے، دو دولت مند ملک ..... قسطنطنیہ اور مصر ..... فتح کر لیں۔"

اس خیال کی ندرت نے ایک لمحے کے لیے خیام کو چونکا دیا۔ جہاد۔ ایک مذہبی جنگ۔ معتزلی خلیفہ کے ملک کی فتح۔ جو قیاصرہ کا آخری قلعہ ہے۔ کیا اس نے بچشم خود یروشلم کو اسی طرح فتح ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ نظام الملک کا وجود اس کی نگاہوں کے سامنے تحلیل ہو کر، ایک سوکھی ہوئی کھال میں تبدیل ہو گیا۔ ایک نا قابل تسخیر وجود۔ قوت و اقتدار کا پتلا۔ ایک جادوگر جس کے ہاتھوں میں تقدیر انسانی باگ ڈور ہے۔

پھر یہ خیال پیکر، تصوراتی وجود خود بخود نظروں سے غائب ہو گیا۔ عمر نے سوچا گویا ہر نئی جنگ کی قیمت اس دولت اور ان انسانی جانوں سے ادا کی جانی چاہیے جو ایک دوسری جنگ سے حاصل کی جائیں۔ نظام الملک کی نئی حکومت کی حدود میں اس فاتح مشین یعنی سلجوقی فوج کے لیے جو اس نے خود بنائی ہے کوئی جگہ نہیں۔ آخر وہ ان جنگی ہاتھیوں کا کیا کریں جو ہندوستان سے لائے گئے تھے اور ان ترک افسروں کے لیے کیا کام مہیا کیا جا سکتا ہے جو لوٹ مار کی زندگی کے عادی ہو چکے تھے؟"

"فوج کی مدد سے" عمر نے کہا۔ آپ نے ایک عظیم مملکت قائم کی ہے جس کی حفاظت کے لیے اس سے بھی بڑی فوج کی ضرورت ہے۔ ظاہر ہے اس جدید فوج کو تنخواہ دینے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ نئی فتوحات کی جائیں۔ آخر یہ سلسلہ کہاں ختم ہو گا؟"

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نظام الملک نے گھبرا کر منجم کی طرف دیکھا۔ وہ اب تک یہ سمجھ رہا تھا کہ نجوم کے مسائل، اور رامش و رنگ کے سوا عمر کچھ اور سوچتا ہی نہیں۔ جب تک عمر اور ملک شاہ ہم خیال ہیں اس کے۔ یعنی نظام الملک کے..... تمام منصوبے بغیر کسی دشواری کے عملی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔ لیکن جیسے ہی ملک شاہ خراسان واپس آ کر اپنے جنگی گھوڑے کی پشت سے اترے گا، حکومت کی باگ ڈور یقیناً اپنے ہاتھوں میں لے لے گا۔

اور یہ آخری بات تھی جسے نظام الملک پسند کر سکتا تھا۔ اسے اس بات کا کامل یقین تھا کہ جس طرح ملک شاہ کی فتوحات ازل سے مقدر ہیں اسی طرح انتقال مملکت بھی اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی اس کی قسمت میں لکھ دیا ہے۔

''یہ خدا کی طرف سے مقدر ہو چکا تھا'' اس نے با آواز بلند کہا کہ ''ہمارے سلطان کو یہ فتوحات عطا کی جائیں اور یہ بھی کہ ان ممالک پر ہمارا حکم چلے۔''

عمر نے قالین کے نقش و نگار کو غور سے دیکھتے ہوئے نظام الملک کی گفتگو کو آگے بڑھایا۔ ''اور یہ بھی مقدر ہو چکا تھا کہ ستاروں کی رفتار کی آڑ لے کر میں سلطان سے جھوٹی پیشین گوئیاں کروں؟''

''کیا تمہیں یقین ہے کہ ستاروں سے انسان کی قسمت کا حال معلوم کیا جا سکتا ہے؟''

''نہیں''

''اور میں بھی اسے غلط سمجھتا ہوں'' نظام الملک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوئی۔ اس نیس وچا کہ شاید اب عمر کی سمجھ میں اس کی بات آجائے۔ ''لہذا اگر ستاروں سے قسمت کا حال بتانا غلط ہے تو پھر تمہیں ملک شاہ کو یہ لکھنے میں کیا تامل ہے کہ اگر وہ جنگ جاری رکھے تو نجوم کے حساب س فتح مندی اس کے قدم چومے گی؟'' اسے یکا یک ایک اور بات یاد آ گئی جس کی وجہ سے وہ کئی دن تک ذہنی الجھن میں مبتلا رہا تھا۔ ''ایک شخص جو اپنے آپ کو حسن بن صباح کہتا تھا۔ تمہارا خط۔ جو تم نے قصر کو چک سے لکھا تھا۔ ملنے سے چار دن پہلے میرے پاس اسی کمرے میں آیا تھا۔ اس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ بھی مستقبل کا حال بتا سکتا ہے اور اس نے مجھے بتایا تھا کہ شاہی منجم کی جانب سے چند روز میں کھے ایک پیغام لے جو صرف ایک لفظ'' نہیں'' پر مشتمل ہوگا۔ یہ حسن کون شخص ہے جسے تمہارے راز معلوم ہو سکتے ہیں؟''

''یہ ایک نئے عقیدے کا مبلغ ہے۔ بیت المقدس میں میری اس سے ملاقات ہوئی تھی۔''

عمر نے تیوری چڑھا کر کہا۔ ''لیکن وہ پیغام روانہ کرنے سے پہلے میں نے تو اس کا کسی سے بھی ذکر نہیں کیا تھا۔''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے! تمہارا قاصد جو وہ پیغام لایا تھا قصر کو چک سے روانہ ہو کر آٹھ روز میں میرے پاس پہنچا۔ لیکن اس کے باوجود اس کی آمد سے روز قبل حسن کو یہ بات معلوم ہو گئی۔

''کوئی سوار۔'' عمر نے سوچنے کی انداز میں کہا۔ ''حتی کہ سلطان کا قاصد بھی جو ہر پڑاؤ پر گھوڑا تبدیل کرتا ہے یہ مسافت چار روز میں طے نہیں کر سکتا۔ یہ ناممکن تھا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہرے میں کوئی شخص، یہاں پہنچنے سے پہلے اس پیغام کی سن گن بھی پا سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ ہوا میں اڑ کر کوئی یہ خبر پہنچا دے۔ اسے پاین جیب میں رکھی ہوئی چاندنی کی نلکی یاد آ گئی۔ ایک نامہ بر کبوتر یہ اطلاع لا رہا تھا کہ وہ رے کی طرف سفر کر رہا ہے ہو سکتا ہے کہ کبوتر کے ذریعے سے نظام الملک کے نام سے اس کے خط کا مفہوم قصر کو چک سے چار روز میں رے پہنچا دیا گیا ہو۔

تو پھر اس کے اپنے گھروں والوں میں سے کوئی اس کی مخبری کرتا ہے۔ اور اس نے کبوتر کے ذریعے دو مرتبہ رے اطلاع بھیجی ہے۔ کیا وہ عائشہ ہو سکتی ہے یا پھر اسحاق دربان؟ لیکن دونوں یہ کہتے ہیں کہ انہیں لکھنا پڑھنا نہیں آتا۔

''ایک کبوتر یہ فاصلہ تین دن میں طے کر سکتا ہے۔'' اس نے بلند آواز سے کہا۔

''خدا ہی تمام تعریف کے لائق ہے'' نظام الملک نے عمر کی اس بات کا غلط مفہوم لیا اور جھک کر اس کے کوتھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''میں جانتا تھا کہ تم ضرور راہ راست پر آ جاؤ گے۔ فوراً سلطان کے نام ایک پیغام لکھو! ہم اسے نامہ بر کبوتر کے ذریعے سمرقند روانہ کر دیں گے۔ بس اس قدر لکھ دو کہ اگر سلطان نے جنگ ترک کی تو اسے خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا۔''

''اس میں کوئی خطرے کی بات نہیں'' عمر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''کیا آپ مجھے یہ لکھنے کی اجازت دیں گے کہ نظام الملک کا یہ فیصلہ ہے کہ جنگ جاری رہے۔''

''معاذ اللہ! کیا بچوں کی سی باتیں کرتے ہو۔''

''تو پھر نہ میں یہ لکھوں گا نہ وہ۔ نہ جھوٹ لکھوں گا نہ سچ۔ میں کچھ بھی نہیں

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لکھوں گا۔''

نظام الملک نے اپنے کانوں میں شدید قسم کی جھنجھاہٹ محسوس کی۔ اس کی آنکھیں مارے غصے کے ابل پڑیں اور گھٹنے پر رکھے ہوئے ہاتھوں کی گرفت سخت ہو گئی۔ ''میرے روبرو یہ بات کہنے کی تمہیں کس طرح جرات ہوئی؟''

''مجھے جو کہنا تھا کہہ چکا'' عمر نے سنجیدگی سے سر ہلا کر کہا۔ ''اور اب میں اپنے الفاظ واپس نہیں لوں گا۔''

نظام الملک ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گیا۔ ''تو ایک مفلوک الحال طالب علم تھا۔ میں نے تیری سرپرستی کر کے تجھے ایوان حکومت کے تیسرے رکن کے بلند درجے پر فائز کیا۔ جب زیچ بنانے پر ملا تجھے سنگ سار کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ میں نے تجھے پناہ دی۔ میں نے جید علماء کو تیرا علمی مددگار مقرر کیا۔ اس وقت تیرے تصرف میں کتنے محلات ہیں۔ جنس اور نقد کی صورت میں تیرے پاس کس قدر دولت ہے؟ لوگ کہتے ہیں تو ہمیشہ سچ بولتا ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ میرے سامنے تو نے ملک شاہ سے کتنی دفعہ جھوٹ بولا ہے۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ تو مجھے سچ سچ بتا کہ آخری میرے منصوبوں کو خاک میں ملانے پر تو کیوں تلا ہوا ہے؟''

''سچی بات؟ ملک شاہ کو محاذ جنگ پر مصروف رکھنے میں آپ غلطی پر ہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ وہ آپ سے کوسوں دور فوج کے ایک مان دار کی حیثیت سے برسر پیکار رہے اور آپ خود اس وسیع مملکت پر حکمرانی کرتے رہیں۔''

نظام الملک نے رومال سے اپنی پیشانی کا پسینہ پونچھا۔ اس کی انگلیاں لرز رہی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھیں۔ ''کیا تم اس سے انکار کر سکتے ہو کہ جتنی مدت میں اس نے اسلام کی خدمت کی ہے۔ بے لوث خدمت، محض وہی تمہاری عمر سے دوگنی ہے؟''

''یہ بات میں تسلیم کرتا ہوں۔'' عمر یہ کہتے کہتے رک گیا کہ پچھتر سال کی عمر میں نظام الملک کو جو حیثیت حاصل ہے وہ پینتیس سال کی عمر میں کہاں حاصل تھی۔

''اچھا! اب میں تمہارا مطلب سمجھ گیا۔'' نظام الملک نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔'' میں خزانچی کے نام دس ہزار طلائی دینار تمہیں ادا کرنے کا حکم نامہ لکھے دیتا ہوں۔ منظور ہے؟''

''قطعی نہیں۔ اگر آپ مجھے سلطان محمود کا طلائی تخت بھی دینا چاہیں تو مجھے منظور نہیں ہے۔''

''پندرہ ہزار طلائی دینار۔''

عمر نے بوڑھے مدبر کو غور سے دیکھتے ہوئے سوچا۔ کتنی بڑی رقم پیش کی جا رہی ہے۔ ''نظام الملک! تو نے بے شک میری سرپرستی کی ہے۔ لیکن میں نے کسی وقت بھی اپنے آپ کو تیرے ہاتھ فروخت نہیں کیا۔ اور نہ اب میں تیرے ہاتھ فروخت ہونے کو تیار ہوں۔''

''تو پھر میں تجھے رخصت کرتا ہوں۔ جا! اقرونوس کے پاس چلا جا۔ کافروں کے گروہ میں شامل ہو جا۔ جا۔ عمر خیام، جہاں تیرا جی چاہے جا۔ لیکن سرپرستی کے لیے میرے طرف مڑ کر بھی نہ دیکھنا۔ کیونکہ جو میرا نمک کھاتے ہیں وہ میری طرح اسلام کی خدمت کرتے ہیں۔''

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس نے اپنا منحنی بازو اٹھا کر دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ عمر اٹھا اور پیٹھ موڑ کر چل دیا۔ جب وہ دروازے کے قریب پہنچا تو اس کے کانوں میں نظام الملک کے بڑبڑانے کی آواز آئی۔ نظام الملک نے عمر کو آواز نہیں دی تھی۔ بلکہ وہ مصلے پر قبلہ رو بیٹھا، بلند آواز سے درود استغفار پڑھ رہا تھا۔

''خدا تجھے سلامت رکھے۔'' عمر نے دل ہی دل میں کہا۔

کتب خانے کی عمارت کے بالمقابل ایک زیر تعمیر مسجد کا بلند چبوترہ تھا جس میں لگے ہوئے نیلے رنگ کے ٹائل گیلی مٹی میں دور سے چمک رہے تھے۔ اس قسم کی بے شمار مسجدیں اور خانقاہیں ریگستانی سرزمین کے اس سرے سے اس سرے تک پھیلی ہوئی تھیں اور جگہ جگہ مسافر خانے بھی بنے ہوئے تھے۔ عظیم الشان منڈیاں ان کے علاوہ تھیں۔ یہ سب مل کر اسلامی حکومت کی عظمت اور شوکت کی شہادت دے رہے تھے۔ اور ان سب کو بوڑھے نظام الملک نے تعمیر کرایا تھا۔ اسلام کا بول بالا تھا۔ آدھی سے زیادہ جانی پہچانی دنیا میں لوگ بالکل اسی طریقے سے اور اسی زبان میں عبادت کرتے تھے جس طریقے سے اور جس زبان میں ناظم الملک عبادت کرتے تھا۔ اب عمر نے محسوس کیا کہ اس پر ایک اور دروازہ بند ہو گیا ہے جو پھر کبھی نہ کھل سکے گا۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا۔ اپنے گرد و پیش سے بے خبر چوک طے کر رہا تھا۔ یکا یک اس کے قریب ایک شخص چیخا۔ پلک جھپکتے ایک کثیر انبوہ جمع ہو گیا اور دھوپ میں تلواروں کی چمک نے چکاچوند پیدا کر دی۔ ''ملحد! الامذہب! مارو..... قتل کر دو۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''ایک ساتھ بہت سی آوازیں گونجیں۔

پہلے جس شخص پر عمر کی نظر پڑی وہ سفید عبا پہنے تھا اور اس کی کمر میں ایک سرخ پٹکا سپاہیوں کے انداز میں بندھا ہوا تھا۔ اس کی گردن سے خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔ اور وہ ایک ایسے جانور کی طرح گہرے گہرے سانس لے رہا تھا جو جال میں پھنس کر نکل نہ سکتا ہو۔ ایک مضبوط ہاتھ اس کی طرف بڑھا اور اس کے نتھنوں میں انگلیاں ڈال کر ایک جھٹکے کے ساتھ اس کی گردن اوپر کو اٹھا دی۔ پاس ہی کھڑے ہوئے ایک دوسرے شخص نے اپنے تلوار کی ایک ضرب سے اس کا سر تن سے جدا کر کے تلوار کی نوک پر علم کر دیا۔ تا کہ ہر شخص اسے دیکھ سکے۔

ایک دوسرے سفید پوش نے تیزی سے دوڑ کر چوک کے اس پار جانے کی کوشش کی۔ وہ ٹھوکر کھا کر گرنے ہی والا تھا کہ چاروں طرف سے اس پر تلواروں، نیزوں اور برچھیوں کی بارش ہوگئی۔ اس کا سفید لباس آناً ''فاناً'' سرخ ہو گیا۔

''ملحدوں کے لیے موت ہے'' ایک باریش ملا نے اپنے بازو ہوا میں بلند کر کے اس مجمع کے غیظ و غضب کی آگ کو اور بھڑکانے کی کوشش کی جو حیرت انگیز طور پر جمع ہو کر اس قتل و خون میں شریک ہو گیا تھا۔ ملا کی آواز سن کر وہاں کھڑے ہوئے ایک لڑکے نے جس کی عمر بمشکل دس سال ہو گی رونا شروع کر دیا۔ جیسے ہی ملا کی نظر لڑکے پر پڑی اس نے پھر یا آواز بلند مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''برادران اسلام۔ ذرا سعیتہ کے اس چھوکرے کو بھی لینا۔''

لڑکا ڈر کے مارے روتا چلاتا ہوا بھاگا۔ عمر کو دیکھتے ہی وہ اس کے قدموں میں گر

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پڑا اور اس کی عبا کا دامن پکڑ لیا۔ ''اے خواجہ! اے شہزادے مجھے ان کے ظلم سے بچاؤ۔''

ایک نوجوان نے، جس کے ہاتھ میں کھلا ہوا چاقو تھا، بڑھ کر سسکیاں بھرتے ہوئے لڑکے کی گردن پکڑ لی لیکن عمر نے اسے پرے ہٹاتے ہوئے کہا۔ ''یہ کیا ہنگامہ ہے۔ یکا تم لوگ رہے میں بچوں کا شکار کرتے ہو؟ الگ کھڑے رہو۔''

اتنے میں ملا غصے میں لال پیلا، عمر کے قریب آ گیا۔

''خواجہ عمر بن ابراہیم'' اس نے چیخ کر کہا۔ ''ان سبھی کافروں کے قتل سے نظام الملک کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ انصاف کی تلوار اس الحاد کا خاتمہ کرنے کو کافی ہے۔''

ملا کی اس گفتگو سے حملہ آور نوجوان کو اور بھی شہ مل گئی اور اس نے بڑھ کر اپنے نیچے سے کافر بچے پر بھرپور وار کر دیا۔ چپقلش جاری ہی تھی کہ وہ مضبوط ہاتھوں نے پیچھے سے عمر کے بازوؤں کو اپنی گرفت میں لے کر گھسیٹتے ہوئے کان میں کہا۔ ''میرے ساتھ چلے آؤ ورنہ خود مجھے بھی اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ جلد ہی چلو۔'' یہ اقرونوس کی آواز تھی۔

چیختے چلاتے ہوئے لڑکے پر اس وقت تک ان گنت وار ہو چکے تھے۔ اور اس کی چیخوں کی آواز آہستہ آہستہ مدھم ہوتی جا رہی تھی۔

اقرونوس نے اپنا بازو عمر کے بازو میں ڈال لیا اور آگے بڑھتا رہا۔ ''مجھ سے باتیں کرو..... جیسے ہم اصفہانی کھجوروں کی قیمت پر جھگڑ رہے ہیں..... نہیں۔ نہیں۔ نظام الملک کی عدالت میں اس مقدمے کو لے جانے سے بھی کوئی نتیجہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نہیں نکلے گا..... ذرا آہستہ چلو۔"

لیکن عمر چوک میں برپا ہنگامے کو مڑ کر دیکھنے سے باز نہ رہ سکا۔ اس بھگدڑ میں بھی اس کی نظر ایک موٹے تازے سوار پر پڑ گئی۔ باوجود فاصلہ زیادہ ہونے کے عمر نے پہچان لیا کہ یہ نیلے عمامے والا گھڑ سوار سوائے توتوش کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ توتوش۔ نظام الملک کے جاسوسوں کا سربراہ۔

یہ سب کچھ تقریباً دو منٹ میں ہو گا۔ عمر نے جب نظر اٹھا کر دیکھا تو اپنے آپ کو ایک سایہ دار گلی میں کھڑے پایا۔ جہاں ایک کھلی ہوئی دکان میں ایک کوزہ گر نے گیلی مٹی چاک پر چڑھا رکھی تھی اور چاک کو اپنے پاؤں سے جنبش دے کر تیزی سے گھما رہا تھا۔ ہمیشہ سے، نہ جانے کب سے کوزہ گر اسی طرح گیلی مٹی کو چاک پر گھما کر اپنی انگلیوں کے لمس سے کوزے بناتے چلے آئے ہیں۔ یہی ان کی زندگی ہے مقصد زندگی بھی۔ لیکن گرد و غبار کے اس دھندلکے میں عمر چمکیت ہوئے فولاد کو انسان کے خاکی جسم میں پیوست ہوتے دیکھ رہا تھا جس سے خون نکل کر گرد و غبار میں جذب ہو رہا تھا۔

"ذرا سکون کے ساتھ" اقرونوس نے عمر کے کان میں کہا۔ "میرے ساتھ آہستہ آہستہ چلو۔ خفیہ پولیس کا سربراہ ہمارے پیچھے آ رہا ہے..... گیارہ میں سے آٹھ قنطارے ہم نے فروخت کر دیئے۔ باقی تین خراب ہو گئے تھے۔ فروخت کرنے کے قابل نہیں رہے تھے۔"

ایک گھوڑے نپے تلے قدم رکھتا ہوا ان کے پیچھے آ رہا تھا۔ کبھی کبھی اس کی لگام

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی جھنکار سنائی دے جاتی تھی۔ لوگ دکانیں چھوڑ چھوڑ کر چوک کی سمت بھاگ رہے تھے۔

''ناپاک کتا۔'' عمر نے بلند آواز میں کہا۔

اقرونوس نے بڑی ملائمت سے کہا۔ ''وہ کتا نظام الملک کا پروردہ ہے کیا نظام الملک سے تمہارے تعلقات ہنوز خوش گوار ہیں۔''

''اگر ہم جھگڑا بھی ہوگ یا ہے تو کیا ہوا؟ میں وزیر کا دشمن نہیں ہوں۔ اور اس سے ڈرنے کی بھی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

'لیکن مجھے مجمع سے ڈر لگتا ہے۔ تم نے کبھی ایسا مجمع دیکھا ہے جس کی قیادت ملا کر رہے ہیں۔ جہاں خون کی بو آتی ہو؟ ذرا اون سے بنی ہوئی ان خرجیوں کو دیکھنا۔ ایسے ہی تھیلوں کو تو نہیں تلاش تھی۔'' لٹکی ہوئی بے شمار زمینوں کے نیچے سے جھک کر اندر داخل ہوتے ہوئے اقرونوس عمر کو اون فروش کی دکان کے اندر لے آیا جو اس افراتفری کو آڑ سے چھپ کر دیکھ رہا تھا۔

'ہفت'' اقرونوس نے ایک تھیلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ ''ہمیں سات کی تلاش ہے۔''

بغیر ایک لفظ زبان سے نکالے دکان دار اٹھا اور انہیں دکان کے پچھلے حصے میں لے گیا۔ اور تیزی سے ایک پردہ سرکا دیا جس نے ایک دروازے کو چھپا رکھا تھا۔ ''سات چیزوں کے مالک'' اس نے فقرہ ادا کیا۔ ''آپ حضرت شراب سے شوق کیجئے اور تازہ دم ہو جایئے!'' مہمانوں کو وہاں بٹھا کر اس نے پھر پردہ درست کیا اور

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

باہر نکل آیا۔

''میری کمر کا پٹکا مضبوطی سے پکڑ لو۔'' اقرونوس نے آہستہ سے کہا۔ ''اس کے بعد ایک زینہ نیچے اترتا ہے۔ اس میں بیس سیڑھیاں ہیں۔''

اس سے پہلے کہ عمر کچھ کہتا اقرونوس سے اندھیرے میں نیچے اترنا شروع کیا۔ ایک لمحے بعد سیڑھیوں کے ایک موڑ پر روشنی کی جھلک نمودار ہوئی۔ ایک طاق میں شمع روشن تھی۔ اقرونوس نے اس انداز سے وہ شمع اٹھا لیے جیسے وہ اس سے پہلے کئی دفعہ اس راستے سے گزر چکا ہو۔ سامان سے اٹے ہوئے اس تہہ خانے میں عمر کی رہنمائی کرتا ہوا اقرونوس اون کی ایک بہت بڑی گانٹھ کے قریب جا کر رک گیا جو ایک دیوار کے سہارے رکھی تھی۔ ''اسے کھسکانے میں میری مدد کرو۔ بس۔ ذرا ادھر کو۔ ہم دونوں میں سے کوئی بھی اس پولیس کے سربراہ کے برابر طاقتور نہیں ہے۔ سنتے ہو۔''

''لیکن تم چوہے کے بل میں کیوں گھسے جا رہے ہو؟ تم میری حفاظت میں ہو۔''

اقرونوس نے بے چینی کے ساتھ تہہ خانے کے دوسرے سرے پر زینے کو تجسس کی نگاہوں سے دیکھا۔ اور اس وزنی گانٹھ کے پیچھے گھسنے کی کوشش کرنے لگا۔ ''خواجہ عمر! شاید میں تمہارے مکان کے اندر زیادہ محفوظ رہ سکوں گا۔ کیا وہ لڑکا تمہاری حفاظت میں نہ تھا؟ یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے کہ میں ایک مذہبی بلوے سے فرار ہو کر آیا ہوں۔ اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تو توش میرا سراغ لگانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا تاکہ مجھ پر کوئی نہ کوئی الزام لگا کر مجھے موت کے گھاٹ اتار دے۔ اس کے بعد وہ اور اس کے حواری میرے گودام میں پہنچ کر اسے لوٹ لیں گے.....

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صرف میرا ہی نہیں تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ اچھا اب یہ رسی کھینچ کر اون کی اس گانٹھ کو پھر دیوار سے ملا دو۔"

اب وہ ایک تنگ راستے پر کھڑے تھے۔ جس کا دہانہ اون کی گانٹھ سے چھپا ہوا تھا۔ ایک لمحہ اس نے کان لگا کر کچھ سننے کی کوشش کی اور اس کے بعد عمر کو ساتھ لے کر اقرونوس وہ تنگ راستہ طے کرنے لگا جو بلند ہوتا ہوا ایک بند دروازے پر ختم ہو گیا۔ شمع کے قریب رکھی ہوئی ایک میز پر لٹکاتے ہوئے ارمنی تاجر نے وہ دروازہ بلا تکلف کھول لیا۔ عمر ایک ٹھنڈے کمرے میں داخل ہوا جس میں شراب کی بو، بسی ہوئی تھی۔ دیواروں کے سہارے شراب کے بے شمار چھوٹے بڑے پیپے چنے ہوئے تھے۔ ایک کھلی جگہ میں چھ افراد ایک لالٹین بیچ میں رکھے قالین پر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ اقرونوس پر تو انہوں نے محض ایک سرسری نظر ڈالی لیکن اس وقت عمر ان کی دلچسپی اور توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔

ارمنی تاجر نے بڑے تپاک سے جھک کر سلام کیا اور ادب سے پرے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ ان میں سے ایک شخص نے جو بظاہر کسی علمی ادارے کا پروفیسر معلوم ہوتا تھا آگے بڑھ کر نجومی خیر مقدم کیا۔

"خوش آمدید! اے فلکیات کے استاد! آیئے! مرد و انسانوں کی اس مجلس کو عزت بخشیے!"

"آج کے دن ہم میں سے ہر شخص کے سر کی ایک قیمت مقرر ہے۔" ایک دوسرے شخص نے پروفیسر کے آخری فقرے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عمر نے تجسس آمیز نگاہوں سے ان کا جائزہ لیا۔ ایک خالص مصری لہجے میں گفتگو کر رہا تھا۔ ایک نے ڈھیلی ڈھالی عبا پہن رکھی تھی اور درویشوں کی طرح عصا اور کشکول لیے ہوئے تھا۔ باقی دوسرے مال دار تاجر معلوم ہوتے تھے۔ لیکن ایک پہلو سے وہ یکساں نظر آتے تھے..... ان سب کی آنکھوں میں ذہانت اور طباعی کی چمک دکھائی دیتی تھی۔ اور ان کے بشرے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ سب کے سب باعمل انسان ہیں۔

''اجازت دیجئے! خواجہ! کہ میں اپنے عمدہ ساتھیوں کا آپ سے تعارف کراؤں جن کے سروں پر وقتی طور سے ننگی تلواروں کا سایہ ہے۔ میں خود ایک پروفیسر ہوں۔ وہ سامنے دھاری اور عبا پہنے ہوئے جو صاحب بیٹھے ہیں ایک سیاح ہیں۔ ساری دنیا کا سفر کر چکے ہیں۔ جب قصے سنانے پر آتے ہیں تو زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ اور درویش کو تو آپ دیکھتے ہی ہیں۔ اور وہ فربہ اندام شخص۔ تخم کنجد اور دوسری بدنام مگر مزے دار جڑی بوٹیوں کا تاجر ہے..... اور باقی دو حضرات اصفہان کے خوش وقتوں میں سے ہیں۔ بساط پر پانسے کے معاملے میں کبھی ان کا اعتبار نہ کیجئے گا۔ حضرت، اب میں گذارش کرتا ہوں چونکہ اس وقت ہماری تعداد سات ہو چکی ہے اس لیے ہمیں روانہ ہو جانا چاہیے۔ زہے نصیب! اگر استاد فلکیات بھی ہمیں اپنی ہم سفری کا اعزاز عطا فرمائیں۔''

''آپ نے اپنی مہمان نوازی سے جو میری عزت افزائی کی ہے اس کے لیے میں آپ کا ممنون ہوں۔'' عمر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عمر نے سعیتہ کے متعلق سنا تھا کہ وہ خراسان میں ایک نئے عقیدے کی تبلیغ کرتے ہیں۔لیکن ان کے متعلق طرح طرح کے قصے مشہور تھے۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ سعیتہ وہ سر پھرے ہیں جو کسی ساتویں ہادی کے آمد کے منتظر ہیں۔بعض کا خیال تھا کہ وہ ملحد ہیں اور ایک نئے مذہب کا پرچار کرتے ہیں۔سعیتہ کے متعلق ایک یہ بات بھی مشہور تھی کہ وہ جادوگروں کا ایک طبقہ ہے جو کسی رحمانی یا شیطان قوت کے حامل ہیں۔عمر کو بہر حال یہ سوچ کر بڑا تعجب ہوا کہ آخر یہ کس قسم کے لوگ ہیں کہ قریب ہی چوک میں ان کے ہم عقیدہ لوگوں کا خون بہایا جا رہا ہے اور یہ آرام سے یہاں بیٹھے غپ لڑا رہے ہیں۔پھر اس نے خود ہی سوچا کہ اس غم میں آنسو بہانے اور کپڑے پھاڑنے سے آخر حاصل بھی کیا ہو سکتا ہے۔

''کیا حسن بن صباح کا تعلق بھی آپ ہی کے گروہ سے ہے؟''عمر نے سوال کیا

۔''مجھے اس کی تلاش ہے۔''

چھوں آدمی حیرت سے عمر کو دیکھنے لگے۔یہاں تک کہ پروفیسر بھی چپ چاپ اسے تکنے لگا۔آخر اقرونوس نے اس مہر خاموش کو توڑا۔

''حسن کو خود آپ سے ملنے کا اشتیاق ہے۔خواجہ عمر۔مہینوں سے وہ آپ کی تشریف آوری کا انتظار کر رہے ہیں۔''

چھوں آدمیوں نے سکون کا سانس لیا۔پروفیسر کی گویائی بھی واپس آ گئی۔

''حسن اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں۔چند روز پہلے وہ نظام الملک سے ملاقات کرنے گئے تھے۔لیکن آج کل وہ پہاڑیوں میں ہیں۔''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بہت عرصہ گزرا عمر نے جو بات سنی تھی اس کے حافظے میں محفوظ تھی۔ حسن سے اس کی پہلی ملاقات بابل کے کھنڈروں میں ہوئی تھی۔ اس وقت اس نے کہا تھا کہ وہ پہاڑوں کی بلندیوں پر آوارہ گردی کرتا رہتا ہے۔ حسن اس کوہستانی علاقے ہی میں تو پیدا ہوا تھا جس کا سلسلہ رے کے اس پار پھیلا ہوا ہے۔ اور لوگ سعیتہ کے رہنما کو ''شیخ الجبال'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

عمر اس لیے اور بھی حسن سے ملنے کا خواہش مند تھا کہ وہ یہ معلوم کرے کہ آخر اسے قصر کوچک سے نامہ بر کبوتر کے ذریعے ایک بے نام پیغام کیوں بھیجا گیا۔ اس کے علاوہ رے میں وہ زیادہ عرصے رہنا بھی نہ چاہتا تھا۔ جہاں وہ ہر وقت تو توش کی نظروں کا مرکز بنا رہے گا۔ یا ممکن ہے نظام الملک اسے پھر بلا بھیجے۔

عمر کی طرف گردن جھکاتے ہوئے اقرونوس نے آہستہ سے کہا۔ ''حسن آپ کی آمد کا متوقع ہے اور اس کے ساتھ ایک ایسا وجود بھی ہے جس کا حسن کبھی آپ کے لیے جنت نگاہ رہ چکا ہے۔''

ایسے بہت سے حسین ہیں۔ عمر نے سوچا۔ جن کی کشش نے چندے مجھے اپنی طرف متوجہ رکھا..... لیکن اک دم عائشہ کی یاد اس کے دل میں نشتر بن کر اتر گئی۔

''اچھا۔ یہ سب تو ٹھیک ہے۔'' اس نے کہا۔ ''یہ بتایئے کہ آیا آپ مجھے حسن کے پاس لے چلیں گے؟''

اقرونوس نے پروفیسر کی طرف دیکھا جو خاموشی سے یہ ساری گفتگو سن رہا تھا۔ ''ہمارا اسی طرف جانے کا ارادہ ہے۔'' اس شخص نے عمر کے سوال کا جواب دیتے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوئے کہا اور اس کے لہجے کی ساری شگفتگی کافور ہو گئی۔ ''لیکن یہ مسافت آسان نہیں ہے۔ حتی کہ شاہی منجم خواجہ عمر نیشاپوری کے لیے بھی۔ آپ غور فرمالیجئے۔ ہم ''رفیق'' ہیں۔ ایک نئے مذہب کے پیرو۔ یہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ یہ جانتے ہوئے اور ہمیں یہاں موجود پاتے ہوئے۔ آپ ابھی یہاں سے سڑک پر پہنچ کر ناظم الملک کے کسی جاسوس یا پھر کسی ملا کو یہ اطلاع پہنچا دیں کہ ابن خوشاق کے گودام میں سعیتہ کے چند لیڈر چھپے بیٹھے ہیں تو یقیناً ہمارے شانے ہمارے سروں کے بارے سے بہت جلد ہلکے ہو جائیں گے۔''

''بیشک'' عمر نے اس بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

''اس سے شبہ کی قطعی گنجائش نہیں ہے۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہمیں یہ معلوم ہے کہ آپ متعصب اور شر پسند نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ آپ جب کوئی وعدہ کر لیتے ہیں تو وہ اٹل ہوتا ہے۔ لہذا ہم آپ سے ایک حتمی وعدہ لینا چاہتے ہیں کہ نہ تو آپ کسی کو یہ بتائیں گے کہ آپ نے یہاں کیا دیکھا ہے اور نہ کسی پر یہ ظاہر کریں گے حسن تک پہنچنے کے دوران میں آپ کیا دیکھیں گے۔''

عمر نے ایک لمحہ سوچا۔ ''اچھا'' اس نے اقرار کرتے ہوئے کہا۔ ''میں وعدہ کرتا ہوں۔''

''بہت خوب'' درویش نے گردن ہلائی۔ ''اب آپ بھی سن لیجئے۔ ہم لوگ قرآن کی قسم نہیں کھاتے۔ ہم سب رفیق بے حد حقیقت پسند واقع ہوئے ہیں۔ ہم نے دنیا کے اس کارخانے میں خدا کی تلاش کم کر دی ہے۔ ہم سارے رفیق بھی وعدہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کرتے ہیں کہ آپ کو کسی قسم کا دھوکا نہیں دیں گے۔ مجھے یاد نہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی اپنے وعدے سے پھرا ہو۔'' اس نے پرسکون لہجے میں کہا۔ ''یہاں تک کہ بعض کو زندہ جلا دیا گیا مگر اصل راز ان کی زبان تک کبھی نہ آسکا۔''

عمر کو بڑا تعجب ہوا جب اس نے کم ارمنی کو بلوری ساغروں میں مقطر شراب بھر کر ساتوں حاضرین کو پیش کرتے ہوئے دیکھا۔

''آیئے! تھوڑی دیر کے لیے ذرا پولیس سے مذاق رہے۔'' پروفیسر نے ذرا وضاحت سے کہا۔ ''ہم لوگ بلا توشوں کا ایک حلقہ بنا لیتے ہیں۔ اور چھپ کر ممنوعہ شراب اس قدر پیتے ہیں کہ بدمست ہو جائیں۔ پولیس تو صرف چھوٹے چھوٹے جرائم اور ذرا ذرا سی رشوتوں پر اپنا سارا زور صرف کرتی ہے۔ اچھا۔ اب اپنا اپنا ساغر لبوں سے لگایئے۔ کیونکہ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم یہاں سے کہاں جا رہے ہیں۔'' ''یا .....'' اس نے عمر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کیوں جا رہے ہیں۔''

اس کے بعد ایک ایک کر کے سب گودام سے رخصت ہو گئے اور یہ طے ہوا کہ دو دن کی مسافت کے بعد پہاڑیوں میں فلاں مقام پر سب لوگ اکٹھے ہو جائیں گے۔ اقرونوس اور عمر کو ساتھ ساتھ جانا تھا۔ اقرونوس اس بات پر مصر تھا کہ عمر کو اپنی ہیئت ضرور تبدیل کر لینی چاہیے کیونکہ سلطان کا منجم بغیر کسی کی نظر پڑے رہے سے باہر نہیں جا سکتا۔

کسی شراب خانے کی دوسری منزل کے ایک کمرے میں عمر کو تقریباً دو گھنٹے تک

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک مسکراتی ہوئی عورت کی مشاطگی کا تختۂ مشق بننا پڑا۔ جس نے پہلے اس کی داڑھی کو ایک خاص انداز سے آراستہ کر کے مہندی کے ذریعے اس کا رنگ تبدیل کیا۔ پھر چہرے اور گردن پر اخروٹ کے عرق کی مالش کر کے جلد کو اتنا سیاہ کر دیا کہ داڑھی کی سیاہی اس کے سامنے ہلکی نظر آنے لگی۔

''سلمیٰ'' ارمنی تاجر نے سنجیدگی سے عمر کو بتایا۔ ''ان تمام لوگوں کے چہروں کی وضع قطع سے واقف ہے جو ان راستوں پر سفر کرتے ہیں۔ وہ ایک ہندو فقیر کا حلیہ تبدیل کر کے اسے ایک افریقی مرابط بنا سکتی ہے۔''

سلمیٰ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اور بڑی شوخی سے اس نے بتایا کہ اسے پہلے اتنے خوبصورت قسم کے آقا سے اس کا کبھی واسطہ نہیں پڑا۔ اس کا شوہر بھی اخلاقاً مسکرایا۔

جب شراب فروش کی بیوی اپنا فرض انجام دے چکی تو عمر نے کھڑے ہو کر خود کو دیکھا۔ وہ ملائم ریشم کا دبیز خلعت پہنے تھا۔ ٹانگوں میں دانے دار چمڑے کی برجس تھے۔ پیروں میں سواری کے جوتے جن کی نوکیں انگوٹھوں پر سے اوپر کو مڑی ہوئی تھیں۔ اس کے پنکے میں چاندی کی چمکیلی تختیاں آویزاں تھیں۔ اور اس کے نئے عمامے میں آرائش کے لیے چوڑیاں لپٹی تھیں۔ اقرونوس نے عمر کو ہر طرف گھما کر تنقیدی نظر سے دیکھا اور ایک یا دو بازو بندوں کے اضافے کا مشورہ بھی دیا۔ جب اسے تسلی ہو گئی کہ روپ بہروپ ہو گیا ہے تو اقرونوس نے عمر کو بتایا کہ وہ بخارا کا اسپ فروش ہے اور کوہستانی علاقوں سے ٹٹو خریدنے جا رہا ہے۔ ''تو پھر اسے ترکی زبان میں قسم کھانی ہو گی'' سلمیٰ نے مشورہ دیا۔ ''اور اکثر اوقات تھوکنا بھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوتا۔ دونوں ہاتھوں سے کھانا ہوگا۔ اور تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ناک صاف کرنا ہوگی۔ ..... میں آقا سے اپنی ان گزارشات کے لیے معذرت خواہ ہوں ..... گھٹنوں میں خم ڈال کر چلنا چاہیے۔ ذرا گھٹنے کے انداز میں۔ جس سے یہ اندازہ ہو کر عمر کا بیشتر حصہ گھوڑے کی زین پر گزرا ہے۔ عام لوگوں کے سامنے گھوڑی کا دودھ بھی کبھی کبھی پینا ہوگا ..... اور اس کے بعد آقا کی اپنی حرم بھی اگر پہچان لے تو میرا ذمہ ....."

پہاڑوں اور دریاؤں کے اس پار عقاب کا آشیانہ

عمر کے اس احساس کو کہ وہ جانی پہچانی دنیا سے دور کسی انجانے مقام کی سمت سفر کر رہا ہے، اقرونوس نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اور زیادہ شدید کر دیا اور اس نے سفر کے تیسرے دن غروب آفتاب کے وقت ایسا کیا۔

"میں معافی کا خواستگار ہوں۔" تاجر نے پٹی باندھتے ہوئے زیر لب کہا۔ "کسی غیر شخص کے لیے اس راستے کی صحیح سمت کا علم، ممنوع ہے۔"

وہ اس وقت خچروں پر سوار قزوین کی بالائی سمت سلسلہ کوہ سے گزر رہے تھے۔ گھاٹی میں بے شمار پتھر بکھرے ہوئے تھے اور گھاٹی کی بلندیوں پر گھنا جنگل اگا ہوا تھا۔ یہ تھا آخری نظارہ جو عمر خیال کی نظروں کے سامنے تھا۔

"تو کیا بھی سعی ہے؟"

"میں شیخ الجبال کا ادنیٰ غلام ہوں۔" اقرونوس نے جھک کر رازداری کے طور پر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

،خیام کے کان میں کہی۔ حالانکہ ان کے پاس کوئی موجود نہ تھا اور وہ تنہا سفر کر رہے تھے۔

اس کوہستانی علاقے میں کوئی شخص حسن بن صباح کا نام زبان پر نہیں لا سکتا۔ وہ حسن جسے تم جانتے ہو..... جس تم بابل کے کھنڈروں میں ملے تھے..... وہ جس سے قاہرہ اور بیت المقدس میں تمہاری ملاقات ہوئی تھی..... اب وہ نہیں رہا۔'' وہ بات ختم ہوئی وہ فسانہ بیت گیا۔'' اب وہ شیخ الجبال ہے۔ خراسان میں دس ہزار افراد اس کی آنکھ کے اشارے پر جان قربان کرنے کو ہر وقت تیار ہیں۔ اس کی طاقت و اقتدار دنیاوی سلاطین سے کہیں زیادہ ہے۔''

اس عقاب کو یاد کر کے جو اسے بابل کے کھنڈروں میں ایک لاش کے گرد گھومتا ہوا نظر آیا تھا۔ اور اس نامہ بر کبوتر کا خیال کر کے جسے اس نے پرواز کے دوران میں مار گرایا تھا۔ عمر خاموش رہا۔

''گزشتہ ہفتے رے میں.....'' اقرونوس نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا..... ''توتوش نے اس سرائے کا محاصرہ کر لیا تھا۔ جس میں شیخ الجبال نظام الملک سے ملاقات کے بعد داخل ہوا تھا۔ توتوش نے پولیس کے دو دستے اسے تلاش کرنے کے لیے مامور کیے تھے۔ انہوں نے چپا چپا چھان مارا مگر وہ درمقصود ان کے ہاتھ نہ آسکا کسی انسانی آنکھ نے شیخ الجبال کو اپنے آشیانے کی طرف سفر کرتے نہیں دیکھا۔ لیکن وہ وہاں موجود ہے اور ہمارا انتظار کر رہا ہے۔''

''کہاں؟''

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''الموت میں..... عقاب کے آشیانے میں۔ اسی نام سے وہ جگہ مشہور ہے۔ لیکن اس کا راستہ کسی کو معلوم نہیں؟''

''ظاہر ہے تمہیں تو معلوم ہی ہوگا۔''

''صرف ایک دفعہ'' اقرونوس نے بڑی سادگی سے اقرار کیا۔ ''میں نے الموت کا دروازہ دیکھا تھا۔''

''کیا ایک ہفتے پہلے اس شیخ الجبال نے تمہیں حکم دیا تھا کہ تم مجھے اپنے ہمراہ اس کے پاس لے جاؤ؟''

''نہیں۔ ایک سال..... بلکہ دو سال پہلے۔'' اقرونوس نے جواب دیا۔ ''وہ وقت قریب آرہا ہے کہ نظام الملک اور عمر خیال کے درمیان اختلافات کی خلیج گہری ہو جائے گی۔ جب یہ صورت حال پیش آجائے تو اسے تلاش کر کے میرے پاس جبال پرلانا جہاں اسے با آرام پناہ مل سکے گی۔''

''واہ وہ..... پھر تو تمہارا شیخ الجبال جادوگر ہے۔''

''اس سے زیادہ ذہین کوئی اور شخص آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔ اس کے پاس کوئی پوشیدہ طاقت ہے۔'' اقرونوس نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''بہتر یہی ہے کہ اس کی فرماں برداری کی جائے۔ سنا ہے نظام الملک نے اپنی کتاب میں ایک باب لکھا ہے جس میں اس سے خبردار رہنے کی تنبیہہ کی ہے۔ اور وہ باب سر بمہر کر کے ہدایت کی ہے کہ اس کی موت کے بعد اسے نکال کر پڑھا جائے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ کہاں تک درست ہے؟ لیکن یہ حقیقت ہے کہ نظام الملک کو حسن بن صباح

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کی طرف سے خوف لاحق ہے۔''

''اور تو.....؟''

اقر دنوں ایک لمحے خاموش رہا۔''ہم'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔''نیچے میدانوں میں تلواروں کی خوں آشامی۔ محصولات کی گراں باری۔ ملاؤں کا تشدد اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں ان باتوں کو خواجہ عمر کے لیے کوئی اہمیت نہیں کیونکہ وہ سلطان کا مقبول بارگاہ ہے لیکن ہم غیر مسلم تاجروں کے لیے ان کی حیثیت کڑی زنجیروں سے بھی زیادہ ہے..... ہم ارمنی کیا ہیں۔ غلاموں سے بھی بدتر..... یہاں جبال کی بلندیوں پر امن ہے۔ آزادی ہے۔'' اس کی آواز میں ایک نامعلوم سا اشتیاق شامل ہو گیا۔ اور جیسے جیسے تجربہ کار اور جہاں دیدہ، تاجر پہاڑیوں اور پر پیچ گھاٹیوں سے گزرتا ہوا منزل مقصود سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا اس کے دل میں ایک امنگ، ایک خوشگوار احساس، ایک ولولہ جنم لے رہا تھا۔ وہ کبھی ترنگ میں آ کر اپنے خچر کے کوڑا مارتا اور کبھی آگے بڑھ کر خواجہ عمر کے مرکب کے قریب ہو جاتا۔ دوسرے جانور اور افراد بھی خاموشی سے راستہ طے کرنے میں مصروف تھے۔ عمر نے خیر مقدم کی دھیمی دھیمی آوازیں سنیں۔ ملائم قہقہوں کی آواز اس کے کان میں آئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ کسی کے پاس کوئی روشنی نہیں تھی۔

نظروں سے پوشیدہ پہرے داروں نے جب انہیں کچھ وقفے کے لیے روکا تو کہیں قریب ہی بہتے ہوئے دریا کی دھیمی دھیمی گنگناہٹ خیام کے کانوں میں آئی اور ٹھنڈی ہوا کا ایک تیز جھونکا سر کے اوپر سے گزرتا ہوا محسوس ہوا جس میں شاہ بلوط

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے درختوں کی خوشبو بسی ہوئی تھی۔ خچر مستعدی سے پتھریلے راستے پر اوپر کی طرف چڑھنے میں مصروف تھے۔ یکا یک کرخت آواز میں کسی نے للکارا:

''رک جاؤ! اے رات کی تاریکی میں آوارہ گردی کرنے والو!''

اور کسی شخص نے عمر کے قریب سے جواب دیا۔ ''نہیں! اے شخص۔ ہم سات رفیق ہیں۔''

''تمہیں کس چیز کی تلاش ہے؟''

''اس دن کی جو ابھی نمودار نہیں ہوا۔''

خچر پھر آگے بڑھنے لگے۔ سنگلاخ زمین پر ان کے سموں کی آواز تیز ہوگئی۔ عمر نے محسوس کیا کہ وہ تیزی سے کسی ایسے راستے پر مڑ گئے ہیں جو ڈھلان سے ہوتا ہوا اس کی چوٹی کی رف جاتا ہے نیچے اچھی خاصی گہرائی میں دریا پتھروں سے ٹکراتا ہشور مچاتا بہہ رہا ہے۔ تیز ہوا کے جھونکے عمر کی ڈھیلی ڈھالی عبا کو اڑا رہے تھے۔ اس نے خچر کو اپنے گھٹنوں میں مضبوطی سے دبا لیا۔ اسے ایسا معلوم ہوا جیسے وہ یک لامحدود خلا میں ڈولتا ہوا جا رہا ہے۔

پھر اس کے چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔ چلتے ہوئے خچر ایک جھٹکے کے ساتھ رک گئے۔ ایک بڑے دروازے کے قلابے چٹخنے، ایک موٹی سی زنجیر کھڑکنے کی آوازیں اس کے کان میں آئیں۔ اور کسی نے اس کی آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹی دفعتاً کھول دی۔

ایک لالٹین کی تیز لو نے تھوڑی دیر کے لیے اس کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دی۔ جب اس نے آنکھیں مل کر اپنے چاروں طرف نظر ڈالی تو خود کو ایک وسیع صحن میں کھڑے پایا۔ آسمان پر ان گنت ستارے جگمگ جگمگ کر کے فضا میں دودھیا روشنی بکھیر رہے تھے۔ اقرونوس اور اس کے دوسرے ہم سفر غائب تھے۔ ایک سیاہ فام لڑکا اس کے خچر کی لگام تھام کھسیانے انداز میں مسکرا رہا تھا۔ ایک پستہ قد آدمی سرخ ریشم میں ملبوس سلام کے لیے جھکا ہوا تھا۔

''آپ کی تشریف آوری مبارک ہو۔ آقا! مجھے رکن الدین کہتے ہیں اور میرا تعلق قاہرہ کی عظیم رصد گاہ سے ہے۔ آپ کی گراں قدر تصانیف کے مطالعے سے میں نے اپنی جہالت کے اندھیروں کو علم کی روشنی سے منور کیا ہے۔ قدم رنجہ فرمائیے اور اپنی آرام گاہ کو تشریف لے چلئے۔

عمر کا سارا جسم تکان سے چور ہو رہا تھا۔ رکن الدین کے پیچھے پیچھے وہ عمارت کے بغلی دروازے میں داخل ہو کر ایک سنگین سیڑھی میں سے گزرا جو غالباً عرصے سے ویران پڑی تھی کہ کچھ دور چل کر ایک کمرے میں پہنچ گیا جہاں بخارا کا بنا ہوا ایک بڑا قالین بچھا تھا قریب ہی ایک انگیٹھی روشن تھی۔ جس کے پاس ایک تشت میں شکر آمیز پھل اور روٹیاں رکھی تھیں۔ اور ساتھ ہی شراب سے بھرا ہوا ایک شیشہ بھی۔

سیاہ فام لڑکے کی طرف اشارے کرتے ہوئے رکن الدین نے عرض کیا۔ ''یہ آپ کا غلام ہے۔ آپ نے بہت صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ اب آپ سکون کی نیند سو جائیں! خدا کرے آپ دل پذیر خواب دیکھیں۔''

جب ہم عصر مصری فاضل کورنش بجا لا کر رخصت ہو گیا تو عمر نے کچھ پھل وغیرہ

کھائے اور تشت لڑکے کے حوالے کر دیا۔ آرام سے بیٹھ کر اس نے شراب پی جو قدرے تیز چاشنی دار تھی۔ کھانے پیسے فارغ ہو کر اس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ اس کمرے میں صرف وہی ایک کھڑکی تھی۔

نیچے خلا میں گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا اور ستاروں بھرے آسمان پر بادلوں کے ٹکڑے ادھر ادھر تیرتے پھر رہے تھے۔ کوئلے کا ایک وزنی ٹکڑا جو انگیٹھی سے نیچے گر گیا تھا عمر نے اٹھا کر کھڑکی سے نیچے پھینکا۔ غور سے سننے کے باوجود اس کے گرنے کی آواز کان میں نہ آسکی۔

وہ کچھ سوچتا ہوا بستر میں لیٹ گیا اور اپنے جسم کو اچھی طرح لپیٹ لیا کیونکہ پہاڑ کی ہوا خاصی سرد تھی۔ وہ کچھ دیر انگیٹھی میں دہکتے ہوئے انگاروں کو دیکھتا رہا۔ رفتہ رفتہ اس پر غنودگی طاری ہونے لگی اور آگ کی سرخی نیلگوں ہوتی محسوس ہوئی۔ پھر اس نے لڑکے پر ایک اچٹتی نگاہ ڈالی جو دروازے سے ٹیک لگائے سکڑا ہوا بے خبر سو رہا تھا۔ اس کا سیاہ وجود عمر نے دیکھا، جیسے نکھرے ہوئے سفید رنگ میں تبدیل ہو گیا تھا۔ کمرے کا طول و عرض بھی اسے یقیناً کچھ بڑھا ہوا دکھائی دیا۔ اور چھت جیسے بلند ہو کر راست کی سیاہیوں سے ہم آغوش ہو گئی تھی۔

لیکن اس کے باوجود عمر اپنے آپ کو توانا اور تندرست بھی محسوس کر رہا تھا۔

''عجیب قسم کی نیند آتی ہے۔ اس کوہستانی علاقے میں۔'' اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے سوچا۔

دوسرے دن اسے معلوم ہوا کہ قلعہ الموت ایک پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے جس

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے دونوں طرف گہری گھاٹیاں ہیں۔ جس راستے سے وہ یہاں پہنچا تھا وہ اس جگہ سے نظر نہ آتا تھا کیونکہ گھاٹی کی ڈھلان سیدھی اس دریا پر جا کر ختم ہوتی تھی جس کا پانی اوپر سے یوں دکھائی دیتا تھا جیسے پگھلی ہوئی چاندی سبک رفتاری سے بہہ رہی ہو۔ دریا کے اس پار پہاڑیوں کا لامتناہی سلسلہ ایسا نظر آتا تھا جیسے فوج کے دستے یکے بعد دیگرے پڑاؤ ڈالے پڑے ہوں یا پھر جیسے بلند قامت مینار قطار اندر قطار کھڑے ہوں۔

چونکہ ''الموت'' کی دیواریں قدرتی چٹانوں میں تراشی گئی تھیں۔ عمر کو خیال آیا کہ یہ قلعہ گھاٹی کے دوسرے رخ سے پہاڑ کی چوٹی کی طرح نظر آنا چاہیے۔ واقعی سوائے ان عقابوں کے جو اس کے چاروں طرف منڈلاتے رہتے ہیں اور کوئی اس قلعے کو اوپر سے نہیں دیکھ سکتا ہے۔ غور سے دیکھنے کے بعد اسے اندازہ ہوا کہ قلعے کی عمارت اور اس کے وسیع صحن پہاڑ کی چوٹی کے محض ایک حصہ کو تراش کر بنائے گئے ہیں۔

قلعے کے وسط میں ایک سنگین دیوار تھی جس پر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر درخت اگے ہوئے نظر آتے تھے۔

''جی ہاں۔ وہ پائیں باغ ہے۔'' رکن الدین نے بتایا۔ ''جسے آپ کسی وقت ملاحظہ کریں گے۔''

کبھی کبھی عمر کو دیوار پر پہرے دار چلتے پھرتے نظر آجاتے تھے۔ جو حسب دستور سفید عبائیں، سرخ پٹکے اور جوتے پہنے ہوئے۔ بالکل ایسے ہی جیسے وہ سعیتہ جنہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس نے رے میں قتل ہوتے دیکھا تھا۔ نوکروں کی کثیر تعداد بھی وہاں موجود تھی جن میں سے بیشتر سیاہ فام حبشی اور مصری معلوم ہوتے تھے۔ لیکن وہاں اسے کسی عورت کا چہرہ نظر نہ آسکا۔ نہ اعلیٰ منصب دار قسم کے لوگ دکھائی دیئے۔ بجز ان چند اشخاص کے جو رکن الدین کی طرح چینی ساخت کے چغے پہنے ہوئے تھے۔ وہ ہر زبان میں ایک دوسرے سے گفتگو کر سکتے تھے۔

''ہم محض ''داعی'' ہیں..... آپ مبلغ کہہ سکتے ہیں۔'' رکن الدین نے بڑی شگفتگی سے اس کا امر کا اقرار کیا۔ ''چونکہ ہم مختلف مقامات سے آئے ہیں اور مسلسل سفر کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے بہت سی زبانیں جانتے ہیں۔ میری ہی مثال لے لیجئے۔ میں قاہرہ کا باشندہ ہوں۔ لیکن سلیس فارسی میں بات چیت کر سکتا ہوں ..... چلئے میں آپ کو کتب خانے کی سیر کراؤں۔ مجھے یقین ہے آپ اسے دیکھ کر خوش ہوں گے۔''

وہ وسطی زینے سے پہلی منزل پر اتر آیا۔ اور ایک بڑے کمرے میں داخل ہوا جس میں بے شمار محرابیں اور طاق بنے ہوئے تھے۔ ہر جگہ تیل کے چراغ روشن تھا۔ اونچی اونچی میزوں پر بہت سے آدمی لکھنے پڑھنے میں مصروف۔ یونانی مخطوطات کی الماری کے سامنے پہنچ کر عمر ٹھہر گیا اور انہیں الٹ پلٹ کر حیرت سے دیکھنے لگا۔ یہ ارسطرقس (Ariotarcus) کی اس کتاب کا نسخہ تھا جس میں چاند کے محور کی پیائش کی گئی تھی اور اس کے گھمانے سے متعلق مسائل پر بحث تھی۔ برابر میں رکھی ہوئی کتاب پلوٹینس (Plotinus) کی ایک جلد تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''بخدا اس سے قبل یہ کتابیں میری نظر سے نہیں گزریں۔عمر نے با آواز بلند کہا۔

''

''جی ہاں۔انہیں مصر سے حاصل کیا گیا ہے جہاں یہ اس آگ کی نذر ہونے سے بچ گئی تھیں جس نے اسکندریہ کے کتب خانے کو خاکستر کر دیا تھا۔سنا ہے مسلمانوں نے ان کتابوں کو ایندھن کے طور پر جلایا تھا.....بہر حال بہت سی نادرالوجود کتابیں جلنے سے بچ گئی تھیں۔''سیدنا''ہمارے آقا نے انہیں تلاش کر کے حاصل کرلیا ہے۔ہمارے پاس نقشے بھی ہیں۔میں نے آپ سے کیا عرض کروں کہ ہمارے پاس کیسے کیسے بے بہا خزانے ہیں۔ہمارے دو داعی بازنطینی ہیں اگر آپ ارشاد فرمائیں تو اصل یونانی متن کا ترجمہ آپ کے گوش گزار کریں۔''

باوجودیکہ پلوٹینس (Plotinus) کی جلد حاصل کر کے خیام پر ایک ہیجانی کیفیت طاری ہو گئی تھی لیکن اسی دوران میں اس نے محسوس کیا کہ رکن الدین مسلمانوں کا ذکر اس طرح کر رہا تھا جیسے وہ اور اس کے ساتھی کسی عجیب وغریب مذہب کے پیرو ہوں۔

''یہ قلعہ ہے یا کوئی دانش گاہ؟''عمر نے ہنستے ہوئے کہا۔

''دونوں۔بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔جی ہاں.....ہم علم حاصل کرتے ہیں مگر تو ہم پرستی اور ضعیف الاعتقادی کے اثرات سے ماورا ہو کر.....یہ ملاحظہ کیجئے۔''

پستہ قد داعی نے چند کثیر الاستعمال کتابوں کی طرف اشارہ کیا۔''یہ الجبرا ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہ معلولتہ القرینہ ہے۔اور یہ عمر خیال کا رسالہ نجوم و ہیئت ہے۔'' رکن الدین نے مسکراتے ہوئے کہا۔'' ان سب کتابوں کی بڑی ضرورت رہتی ہے۔ میں نے علم ریاضی پر آپ کے تمام تصانیف کا مطالعہ کیا ہے۔لیکن آپ کے دوسرے علمی شاہکار میری ناچیز عقل اور سمجھ سے بالاتر ہیں۔لیکن ''سیدنا'' نے انہیں بغور پڑھا ہے۔''

''یعنی شیخ الجبال'' تمہارے آقا نے؟''

''جی ہاں۔ بے شک۔ مجھے تو بنیادی سات علوم میں بھی تھوڑی سی ہی شدبد ہے۔میری مراد منطق ،علم الحساب ،موسیقی ، مساحت ، نجوم ،طبیعیات اور مابعد الطبیعیات سے ہے۔لیکن سیدنا کو تو تمام مذاہب کی جزئیات تک کا علم ہے۔حتی کہ'' سحر'' کے متعلق بھی ان کی معلومات مکمل ہیں۔ہم اس لیے بھی خوشی خوشی ان کی فرماں برداری کرتے ہیں کہ ان کا علم ہر جہت سے کامل ہے۔''

عمر پلوٹینس (Plotinus) کے صفحے الٹنے میں مصروف تھا۔اس نے رکن الدین کا آخری جملہ نہیں سنا۔اس کا دماغ جذر المکعب کے مسائل میں الجھ کر کہیں دور نکل گیا تھا۔

قلعہ الموت میں وقت کا کوئی شمار نہیں ہوتا تھا۔جب عمر کتب خانہ اسکندریہ کے مخطوطات کے مطالعے میں مصروف نہ ہوتا تو وہ داعیوں کے پاس بیٹھ کر جو دنیا کے ہر آباد خطے کی سیاحت کر چکے تھے۔چینیوں کے سائنسی نظریات پر تبادلہ خیال یا بازنطینی موسیقی پر بحث کرتا۔

عمر کو رکن الدین کے طلسمی مربع بنانے کے شوق پر بڑی ہنسی آتی تھی۔اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چھوٹے سے قد کے ریاضی داں نے اعداد کے کچھ ایسے ''اجتماعات'' ترتیب دے رکھے تھے۔ جنہیں ہر پھیر کے جوڑنے یا ضرب دینے سے حاصل جمع اور حاصل قرب ہمیشہ ایک ہی نکلتا تھا۔ عمر جس نے ہمیشہ عملی مسائل حل کرنے کی کوشش کی تھی ان مربعوں کو دیکھ کر رکن الدین سے یہی کہتا کہ ''یہ مربعے ہیں تو بڑے دلچسپ لیکن ان سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔''

''لیکن عام آدمیوں کے لیے یہ بے معنی نہیں ہیں۔'' رکن الدین نے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ ''ایک قسم کا معجزہ معلوم ہوتے ہیں یہ مربعے۔''

ہر شب عمر خیام پر پہلی رات کی طرح نیم خوابی کی کیفیت طاری ہوتی رہی۔ اس کے کمرے کی دیواریں طرح طرح کے رنگ بدلتی رہیں۔ خود اسے بھی پہلے دن کی سی توانائی اور صحت کا احساس ہوتا رہا۔ اس کی سمجھ میں یہ نہ آسکا کہ آیا یہ تیز شراب اور کوہستانی ہوا کے اثرات ہیں یا کیا؟

لیکن اس کے باوجود وہ شمالی افق پر نیچے کی جانب جھکے ہوئے ایسے ستاروں کو برابر مطالعہ کرتا رہا جو نیشاپور سے نظر نہ آسکتے تھے وہ حسب معمول رات ڈھلے ایک مینار پر چڑھا ہوا، ستاروں کے مطالعے میں مصروف تھا کہ رکن الدین ہانپتا اس کے پاس پہنچا۔

''ہمارا آقا تم سے ملنا چاہتا ہے۔ چلو! جلدی چلو!!''

عمر نے مجبوراً وہ جدول نامکمل چھوڑ دی جسے بنانے میں وہ مصروف تھا۔ رکن الدین نے بڑے اصرار کے ساتھ کہا۔ ''تم آج ایسی چیزیں دیکھو گے جنہیں اس

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پہلے باہر سے آنے والے کسی دوسرے شخص نے نہیں دیکھا۔ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ! میرے سوا کسی سے کوئی بات نہ کرنا۔''

رکن عمر کو اپنے ساتھ لیے مینار سے تقریباً دوڑتا ہوا اتر کر کتب خانے کے بڑے ہال میں داخل ہوا اور اس دفعہ اس نے ایک نئے دروازے کا رخ کیا جو ایک نئے زینے میں کھلتا تھا اور تیزی سے نیچے اترنے لگا۔ یہ زینہ ایک سخت چٹان کو تراش کر بنایا گیا تھا۔

''ذرا نیچے دیکھ کر چلو!'' اس نے ایک گول قندیل اوپر اٹھاتے ہوئے پیچھے مڑ کر بلند آواز سے کہا۔

عمر نے سنی ان سنی کر دی۔ سوائے پتھریلی دیواروں کے اسے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ نیچے کی جانب سے ہوا کا ایک سرد جھونکا آیا۔ زینہ کچھ اس طرح گھومتا ہوا نیچے اتر رہا تھا جیسے دو بلند پہاڑیوں کے درمیان تنگ گھاٹی۔ عمر نے محسوس کیا کہ اس کے قدموں کے نیچے سیڑھیاں ایسے پتھر کی بنی ہوئی ہیں جس کے پرت اکھڑے ہوئے ہیں اور بے شمار انسانوں کے مسلسل استعمال سے گھسنے کی وجہ سے ان میں گڑھے پڑ گئے ہیں۔

بعض جگہ تو یہ گڑھے اتنے گہرے تھے کہ اسے سنبھلنے کے لیے چٹان کی دیواروں کا سہارا لینے کی ضرورت پیش آئی رکن الدین بڑے اعتماد اور تیزی سے سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ جیسے اسے ان کے چپے چپے کا علم ہو۔ وہ ایک چونچال بکری کی طرح قلانچیں لگا رہا تھا۔ قندیل کی روشنی ہچکولوں کی وجہ سے کبھی تیز ہو جاتی کبھی مدھم۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جب وہ اس سرنگ سے باہر نکل آئے تو عمر نیا یک لمبا سانس لیا۔ ''یہ سیڑھیاں بہت قدیم معلوم ہوتی ہیں۔'' اس نے سادگی سے کہا۔ ''کیا یہ کوئی مکان ہے؟''

پستہ قد فلسفی نے عمر کے چہرے پر ایک تجسس کی نظر ڈالی۔ تم پہلے شخص ہو جس نے یہ سیڑھیاں طے کرنے کے بعد اس قسم کا سوال کیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ یہ سیڑھیاں اس دور میں تعمیر کی گئی تھیں جب انسان سورج کی پرستش کرتا تھا..... اور آگ کی ۔وہ سونے سے بھی زیادہ قیمتی شے کی تلاش میں اس نشیبی مقام تک پہنچا تھا۔ اچھا اب صرف آنکھوں سے کام لو۔ زبان بند رکھو۔''

ایک چھتے میں داخل ہوتے ہوئے عمر نے سوچا یہ سرنگ قدرتی معلوم ہوتی ہے۔ اس نے تقریباً دوڑتے ہوئے اسے طے کیا۔ جب وہ اس چھتے کے آخری سرے پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ایک سیاہ فام سپاہی ایک نیزے کی ٹیک لگائے، چوبی دروازے کے قریب اندھیرے میں اکیلا کھڑا ہے۔

اس پہرے دار نے ان کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا۔ اور رکن الدین نے دھکا دے کر دروازہ کھول دیا۔ دروازہ اس قدر نیچا تھا کہ اس نے گزرنے کے لیے کو عمر کو جھکنا پڑا۔ جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو اس نے خود کو ایک وسیع صحن میں پایا، جہاں خاصی تعداد میں آدمی پہلے سے جمع تھے۔

رکن الدین نے عمر کا ہاتھ پکڑا اور بیٹھے ہوا آدمیوں کی طرف لے گیا جنہوں نے انہیں قریب آتا دیکھ کر بڑی بے چینی کا اظہار کیا۔ ایک خالی جگہ دیکھ کر رکن الدین نے عمر کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عمر نے بیٹھ کر اپنے سامنے نظر دوڑائی۔ دور تک کالے کالے سر اور چوڑے چوڑے شانے دکھائی دیتے تھے۔ اور آخری سرے پر آگ روشنی تھی جس کے شعلے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد فرش کی سطح سے بلند ہو رہے تھے۔ ان شعلوں کی روشنی میں نیلاہٹ تھی اور ان کا رنگ آگ کے عام شعلوں سے قدرے مختلف تھا۔ سب لوگوں آواز ملا کر گا رہے تھے۔ اور کسی نامعلوم جگہ سے اٹھتی ہوئی موسیقی کی لہریں ان کی آوازوں کی زیر و بم کا ساتھ دے کر ماحول میں ایک عجیب قسم کی کیفیت پیدا کر رہی تھیں۔

یہ موسیقی۔ عمر نے سوچا۔ غالباً بانسریوں سے پیدا ہو رہی ہے لیکن کبھی کبھی سرگم کی آواز اور روپہلی گھنٹیوں کی سریلی کھنکھناہٹ کا بھی احساس ہوتا تھا جو اس گپھا کی بلندیوں سے آتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

حالانکہ یہ مجمع موسیقی کی تال پر بے خود ہو کر جھوم رہا تھا لیکن وقتاً فوقتاً ہر شخص گردن اٹھا کر اس خلا کی طرف بھی دیکھنے لگتا تھا جو آگ کے شعلوں کے اس پار تھا۔ عمر چند لمحے خاموشی سے حاضرین کو دیکھتا رہا۔

وہ سب نوجوان تھے حسب معمول قلعہ الموت کے پہرے داروں کا سا سرخ و سفید لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان میں سے کچھ تو دبلے پتلے، سیاہ سروں والے عرب معلوم ہوتے تھے باقی ہندو یا چینی تھے۔

یہ ''فدائی'' ہیں۔ رکن الدین نے عمر کے کان میں کہا۔ یہ ان کی آزادی اور جشن کی رات ہے۔ انہیں بہت جلد آقائے موت و حیات کی زیارت نصیب ہوگی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان کی آنکھیں ابل کر اوپر آ گئی تھیں۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے عماموں کے لٹکتے ہوئے سروں سے پسینہ پونچھتے جاتے تھے جو ان کی پیشانیوں سے برابر بہہ رہا تھا۔ شعلوں کے اس پار کوئی چیز دیکھنے کے لیے بار بار نظریں جما رہے تھے۔ جیسے کوئی غیر معمولی واقعہ رونما ہونے والا تھا۔

پھر رقص شروع ہو گیا۔ تلواروں کا رقص۔ ایک نیم برہنہ شخص اپنے بازو بلند کیے بیچ میں کھڑا تھا۔ اس کے چاروں طرف تلواریں ہی تلواریں چمک رہی تھیں۔ آہستہ آہستہ اس نے بھی ناچنا شروع کر دیا اور زور زور سے گانے کے اندر میں نعرے لگانے لگا۔ ''اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو۔''

تمام مجمع نے ایک آواز ہو کر یہ نعرہ دہرایا۔ ہر شخص جھوم رہا تھا اور دور کہیں گھنٹیاں بج رہی تھیں۔

گانے والے کے چاروں طرف ناچنے والے گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ ہر شخص کے ہاتھ میں دو تلواریں تھیں جن کو وہ اتنی چابکدستی سے گھما رہے تھے کہ کیا مجال تلوار سے تلوار ٹکرا جائے۔ بظاہر یہ نظر آتا تھا کہ ایک رقاص دوسرے رقاص کا سر قلم کر رہا ہے۔ اور جیسے جیسے رقص کی رفتار تیز ہوتی جاتی تھی ان کے ننگے بازوؤں سے پسینہ بہہ بہہ کر فرش پر ٹپکتا جاتا تھا۔ تلواروں کی مسلسل حرکت سے چمکتے ہوئے لوہے کی محرابیں سی بنتی بگڑتی نظر آ رہی تھیں۔

''اللہ ہو، اللہ ہو۔'' جھومتے ہوئے مجمع کی دل دوز آواز فضا میں گونجتی رہی۔ یہ رقص کتنی دیر جاری رہا عمر کو اندازہ نہ ہو سکا۔ لیکن اب ختم ہونے ہی والا تھا۔ رکن

www.iqbalkalmati.blogspot.com

الدین نے عمر کا بازو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا اور وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ دوسری جانب ایک نوعمر لڑکا سسکیاں لے لے کر رو رہا تھا اور اپنے ہونٹ چبا رہا تھا۔

''اس کا وقت آ پہنچا ہے۔'' اس شور و غل میں کسی کی آواز تیر کی طرح آتی ہوئی سنائی دی۔ ''جنت کو..... جنت کو۔''

وہ شخص جس نے اپنے بازو بلند کر رکھے تھے اور سر پیچھے کو نیوڑھا رکھا تھا تیزی سے حرکت کرتی ہوئی تلواروں کے سائے میں بدستور آہستہ آہستہ ناچ رہا تھا۔ اس رقاص کی پشت پر عمر کو کسی اور چیز کا احساس ہوا۔ بلند ہوتے ہوئے شعلوں کے درمیان ایک ہیولے نمودار ہونا شروع ہوا۔ ایک درندے کا ہیولے۔ جس کے پاؤں خوں خوار جانور کی طرح ناخن وڈار تھے۔ ٹانگیں شیر کی سی، جسم بیل کی مانند، اس کا چہرہ انسانوں کا سا تھا جس پر ایک لمبی داڑھی تھی۔ لیکن بے حد بھیانک۔

چہرے کے دونوں جانب پرندوں جیسے مگر لمبے چوڑے بازو اوپر اٹھے ہوئے تھے۔ غور سے دیکھنے پر پتا چلتا تھا۔ کہ گویہ ہیولے ایک پتھر کا مجسمہ تھا لیکن جلتی بجھتی روشنی نے اسے ایک زندہ وجود بنا کر پیش کر دیا تھا۔

''اب'' رکن الدین نے بلند آواز میں کہا۔ ''اب وہ جنت کو روانہ ہو رہا ہے۔''

رقص کرتا ہوا آدمی اب بالکل ساکت کھڑا تھا۔ تلواریں اس کے جسم سے مس ہو رہی تھیں۔ جگہ جگہ سے اس کا گوشت کٹ گیا۔ اور خون بہہ کر اس کے سفید لباس میں جذب ہونے لگا۔ کپڑوں پر خون کے دھبے بڑھنے شروع ہو گئے اور ایک اندرونی جوش کے زیر اثر اس نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا۔ بلند بازو دفعتاً نیچے گر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گئے۔تلواریں اس کی گردن میں پیوست ہوگئیں اور اس کا سر تن سے جدا ہو کر الگ جا پڑا۔

لمحہ بھر کے لیے اس کا جسم اینٹھا۔بازوؤں کو ایک جھٹکا سا لگا اور آخر وہ فرش پر گر کر ٹھنڈا ہو گیا۔

اور جب یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔موسیقی بند ہو چکی تھی۔گانے والے خاموش ہو گئے تھے۔ہر طرف موت کا سناٹا طاری تھا۔علاوہ عمر اور رکن الدین نے ہر فرد کی پیشانی سجدے کی حالت میں فرش زمین پر ٹکی ہوئی تھی۔

''حیات اور موت کا آقا'' خاموشی کو چیرتی ہوئی ایک آواز بلند ہوئی۔باریش بیل کے بچوں کے بیچ میں سے ایک قد آور شخص سفید براق کپڑوں میں ملبوس نمودار ہوا۔وہ چھوڑی سے پیروں تک کپڑوں میں مصری، ''ممی'' کی طرح لپٹا ہوا تھا لیکن اس کا سیاہ سر غمازی کر رہا تھا کہ وہ حسن بن صباح ہے۔

اس نے جھک کر اپنے قدموں میں پڑی ہوئی لاش کو اٹھایا۔

''فدائیو! تم دیکھتے ہو'' اس نے با آواز بلند کہا۔''یہ شخص جنت کو سدھار گیا۔''

عمر کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے سب لوگ اپنے گھٹنوں پر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے سنگین درندے کے پنجوں کے درمیان حسن کو کھڑے پایا۔اس کے بازوؤں میں سر بریدہ لاش تھی۔لیکن..... مجمع کا سانس نیچے کا نیچے اور اوپر کا اوپر رہ گیا جب انہوں نے دیکھا کہ حسن کے بازوؤں پر لیٹے ہوئے شخص کے جسم پر خراش تک نہ تھی۔اس کا سر اس کی گردن کے ساتھ پیچھے کو لٹک رہا تھا۔اور اس کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سفید کپڑوں پر خون کی ایک چھینٹ بھی نہ تھی۔ وہ ڈھیلا ڈھالا جسم ہو بہو اس رقاص کا تھا جسے تلواریں مار مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔

''بے شک'' سارے مجمع نے ایک زبان ہو کر کہا۔ ''یہ معجزہ ہے۔''

مذکورہ شخص کو اپنے بازوؤں پر اٹھائے ہوئے حسن الٹے پاؤں پر دار درندے کے پیروں کی طرف پیچھے ہٹتا گیا حتی کہ غار کے عقبی اندھیروں میں نگاہوں سے روپوش ہو گیا۔ تلواروں کے ساتھ رقص کرنے والوں کا سانس ہنوز پھولا ہوا تھا۔ وہ شعلوں کے گرد چکر لگا کر ایک ایک کر کے بقیہ مجمع میں شامل ہوتے جا رہے تھے۔ اب عمر لوگوں کی توجہ کا مرکز بنتا جا رہا تھا۔ نوعمر لڑکے اپنے کندھوں پر صراحیاں اٹھائے ان سفید پوش افراد میں شراب کے چھلکتے جام تقسیم کرتے پھرنے لگے جام لینے کے لیے ہر طرف بے اختیار نہ ہاتھ اٹھ گئے۔

''سارے معبودوں کی قسم'' رکن الدین نے دبی زبان سے کہا۔ ''اس طرح کا منظر دیکھنے کے بعد جو ہیبت طاری ہوتی ہے اس پر قابو پانے کے لیے شراب سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ہے..... بلند آواز سے کوئی بات نہ کرنا۔ ان تیغ زنوں پر اس وقت ایسا جنون سوار ہے کہ اگر ان کا بس چلے تو وہ سامنے والے سنگین درندے کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیں انہیں معلوم نہیں کہ تم ایک معزز مہمان کی حیثیت سے یہاں موجود ہو۔ سمجھے!''

جب اس نے جام ہاتھ میں لیا تو رکن الدین کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ اس نے ایک ہی سانس میں جام خالی کر دیا۔ عمر نے دیکھا کہ ایک تیغ زن کپڑے سے اپنی تلوار پر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جما ہوا خون صاف کر رہا ہے۔

اسے یقین ہو گیا کہ وہ خون یقیناً اصلی خون تھا۔

تیغ زن نے گھور کر عمر کو دیکھا اور غصہ سے ہونٹ چباتے ہوئے عمر کے عین سامنے آ کر اپنی ننگی تلوار اس کی آنکھوں کے قریب کر دی۔ ''لے چھوڑ کر دیکھ! سونگھ اسے! اور اگر پھر بھی تجھے شک ہے کہ یہ اصلی خون نہیں ہے'' اس نے دانت پیس کر کہا۔

''تو میں تجھے اچھی طرح یقین دلا دوں گا کہ آیا تیرا اپنا خون بھی اصلی ہے یا نہیں۔''

سارے مجمع نے دفعتاً مڑ کر پھٹی پھٹی آنکھوں سے عمر کو دیکھا۔ مسلسل رقص نے ان سب میں ایک ایک ہیجانی کیفیت پیدا کر دی تھی اور وہ اس حد تک مدہوش ہو چکے تھے کہ ہر قسم کا مجرمانہ تشدد ان کے لیے مزید سرخوشی کا باعث ہو سکتا تھا۔

''یا اللہ! یہ آخر یہاں آیا کس طرح؟ اسے یہاں کون لایا؟'' رکن الدین نے ایک لڑکے سے شراب کا پیالہ چھین کر جلدی سے عمر کے ہاتھ میں دے دیا۔ ''پی لے'' اس نے رازدارانہ انداز میں کہا۔ ''خبردار جو ایک لفظ زبان سے نکالا۔ جنگلی چیتے ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ شریف ہیں۔'' اور مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے بلند آواز سے کہا۔ ''یہ شخص داعیوں کا مہمان ہے۔ اسے حکم ملا تھا کہ یہاں آ کر ہمارے آقا کی زیارت سے مشرف ہو۔''

''کون اس کی ضمانت دیتا ہے؟''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک نوعمر شخص لڑکھڑاتا ہوا اس حلقے سے باہر آیا جو عمر کے گرد لوگوں نے بنالیا تھا۔ معمر آدمیوں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے اس نے اپنی کمر میں لٹکے ہوئے پیش قبض کے دستے پر مضبوطی سے ہاتھ جمالیا۔ اس کا منہ کچھ عجب طرح کھلا ہوا تھا وہ خالی خالی نظروں سے عمر کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا سر نشے کی شدت سے بار بار ادھر ادھر ہلتا تھا۔ ''کون اس کی ضمانت دیتا ہے۔''

''میں دیتا ہوں ضمانت'' رکن الدین نے اس نوجوان کو دھکیل کر پرے ہٹاتے ہوئے کہا۔

''یہ ان پہاڑیوں کا باشندہ معلوم نہیں ہوتا۔ ذرا اس کی داڑھی پر لگے ہوئے خضاب کو دیکھو..... اور اس کے ہاتھوں کی سفید کھال پر نظر ڈالو..... ہمارے آقا کے غلامو! یہ شخص ضرور بھیس بدل کر یہاں آیا ہے۔ جاسوس معلوم ہوتا ہے۔''

مغلوب الغضب چہرے ایک دوسرے کے اور قریب آ گئے۔ شدت جذبات سے ان کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ ان کے نتھنے خوں خوارانہ انداز میں پھڑکنے لگے .....عمر کو اچانک اپنا دماغ جلتا ہوا محسوس ہوا۔ غار کی دیواریں خود پر تنگ ہوتی معلوم ہوئیں۔ اس نے دیکھا جیسے راہبوں کی ایک بڑی تعداد اس کے سامنے موجود ہے۔ وہ جنہوں نے زمین کی اس مرکزی قربان گاہ کے بے لوث خدمت کی ہے۔ زمین کے اس شگاف میں بیٹھ کر روز ازل سے اب تک۔

درندے کا بت پھیل کر دیو قامت سا ہو گیا تھا۔ اس کے سنگین بازو حرکت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ اس کے پنجوں کے درمیان وہ قربان گاہ تھی جہاں ایک نہ ایک دن ہر شخص کو ضرور آنا تھا..... کی قربان گاہ اور ہمیشہ جلتی رہنے والی آگ۔ عمر نے کھڑے ہو کر ایک قہقہہ لگایا کیونکہ اس کے خیال میں ان درندوں کے غضب سے محفوظ رہنے کی کوشش مضحکہ خیز معلوم ہو رہی تھی۔

''راستہ دو۔ راستہ دو۔''

بھاری بھاری قدموں کی آواز قریب آتی سنائی دی۔ اور لمبے لمبے عصا مجمع کے سروں سے ٹکرانے لگے۔ سیاہ فام غلاموں کا ایک دستہ کندھے سے کندھا ملائے جمع کو چیرتا ہوا عمر کی طرف بڑھا۔

سارے تیغ زن یا تو دیوانوں کی طرح خل غپاڑا مچا رہے تھے، یا ان حبشیوں کے عصاؤں سے مضروب ہو کر حیرت انگیز طریقہ سے ایک دم دور و یہ پیچھے ہٹ کر خاموش کھڑے ہو گئے۔ حبشی غلاموں نے بڑھ کر عمر کو اپنے حلقے میں لے لیا۔ چند غلام اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں اٹھا کر وہاں سے لے جانے لگے۔ زور زور سے باتیں کرنے کی آوازیں رفتہ رفتہ دور ہوتی چلی گئیں۔ جب وہ ایک تاریک غلام گردش سے گزرے تو عمر نے محسوس کیا کہ حبشی غلاموں کے قدموں کی آوازیں بہت بلند ہو گئی ہیں۔

ایک شدید قسم کی غنودگی عمر پر غالب آ گئی۔ کسی طرح کی ڈولی میں اندھیرے راستوں سے اسے کہیں لے جایا جا رہا تھا۔ ایک مقام پر پہنچ کر جب اسے رک جانے کا احساس ہوا تو تیز خوشبو کی مہک اس کی ناک میں پہنچی۔ اس نے کوشش کر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے اپنی آنکھیں کھولیں۔

اس نے گردن موڑ کر اس انگیٹھی کے دہکتے ہوئے کوئلوں کو دیکھا جہاں سے دھواں اٹھ کر لہراتا ہوا اس کے چہرے کی طرف آ رہا تھا۔ اس دھوئیں میں نفیس خوشبو بسی ہوئی تھی۔ اس کی پیشانی پر کسی نے ہاتھ پھیرا۔ حسن بن صباح اس پر جھکا ہوا تھا بار بار یہ دو لفظ دہرا رہا تھا۔

''بہشت کو..... بہشت کو۔''

سات ستاروں کا گچھا دور، آسمان پر، جوزا کے منطقے میں چمک رہا تھا۔ قریب میں متھن اپنی پوری آب و تاب سے روشن تھے۔ سرطان کی آنکھ سے تیز روشنی کی شعاعیں نکل کر اس کے پنجوں کی شکل واضح کر رہی تھیں۔

عمر نے سر اٹھا کر دوسرے ستاروں کے مقامات کا جائزہ لیا۔ تمام ستارے اپنے اپنے صحیح مقام پر موجود تھے لیکن اس کے باوجود عمر کو آسمان کچھ عجیب سا نظر آیا۔ اس نے متفکرانہ انداز میں سنہرے چاند کے گول چہرے کو غور سے دیکھا۔ اس ہیئت کے آسمان پر اس وقت چاند کی موجودگی عمر کے لیے تعجب خیز تھی اور چاند بھی موسم خزاں کا پورا چاند! علاوہ ازیں اسے احساس ہوا کہ اگر وہ اپنا ہاتھ ذرا بلند کر لے تو وہ چاند کے چہرے کو چھو سکتا ہے۔

اس نے اطمینان کا ایک خوش گوار سانس لیا۔ اور محسوس کیا کہ وہ آرام سے لیٹا ہوا ہے۔ اسے بدن بھی ہلکا پھلکا محسوس ہوا اور اس کا دماغ ماؤف سا تھا جیسے اس کے اردگرد ایک باریک پردہ پڑا ہو۔ بہر حال وہ بڑے چونچال انداز میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک ثمر دار درخت نے اسے اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ وہ درخت کچی کلیوں اور نیم شگفتہ پھولوں سے لدا ہوا تھا جن کی بھینی بھینی خوشبو سے فضا معطر تھی۔ ان پھولوں کے تمام رنگ چاندنی میں منعکس تھے۔ لیکن وہ چاند کہاں گیا؟ عمر کو اس امر کا یقین تھا کہ اس نے ابھی چاند دیکھا تھا۔

اس کے پیروں کے نیچے ہری اور ملائم دوب (گھاس) اس کے تلووں کو گدگدا رہی تھی۔ پھر اس نے متجسس نگاہوں سے اپنے بازوؤں پر نظر ڈالی جو ہلکے پھلکے ریشمی کپڑے سے ڈھکے ہوئے تھے۔ اسے اپنا جسم غیر متوقع طور پر خوبصورت نظر آیا۔ اس احساس سے وہ بہت خوش ہوا۔

پھر بہتے ہوئے پانی کی خوش آئند موسیقی اس کے کانوں میں رس گھولنے لگی۔ اگرچہ اس کے پاؤں اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ بہر حال کشاں کشاں وہ اس مقام تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جہاں سے پانی نکل کر بہہ رہا تھا۔ اس نے خود کو ایک آبشار کے دہانے پر کھڑا پایا۔

اس نے دیکھا کہ وہ آبشار ایک چٹان سے نمودار ہوتی تھی۔ وہ پانی کے پینے کے لیے گھٹنوں کے بل نیچے جھکا۔ پہلے اس نے چکھنے کے انداز میں ایک گھونٹ لیا پھر دیر تک پیتا رہا۔ اس کے حلق میں خشکی کی وجہ سے کانٹے پڑ گئے تھے۔ اور وہ بہتا ہوا خوش ذائقہ پانی دراصل شیراز کی سرخ شراب تھا۔

''شراز کی نفیس شراب'' عمر نے زور سے کہا اور خود اپنی آواز غور سے سننے لگا جو رات کی گھمبیرتا میں تحلیل ہو رہی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کی بے قرار نگاہیں ایک شیر پر جا کر رکیں جو دانت نکوسے کھڑا تھا۔ وہ بغیر کسی دشواری کے شیر کے قریب پہنچ گیا۔ اس کے سخت سر کو چھوڑ کر دیکھا جو چینی کے برتن کی طرح چکنا تھا۔ شیر نے کوئی حرکت نہ کی۔ عمر اچھل کر اس کی پشت پر سوار ہو گیا لیکن اس پر بھی وہ ساکت کھڑا رہا۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد وہ اس کے پیٹھ سے اتر آیا۔ اس وقت تک عمر کو اس ''مہتاب باغ'' کے متعلق تین باتیں معلوم ہو چکی تھیں۔

''پہلی بات تو یہ کہ چاند مصنوعی تھا۔ دوسری بات یہ کہ آبشار سے پانی کے بجائے شراب ابل رہی تھی۔ اور اس کی تیسری دریافت یہ تھی کہ شیر چینی مٹی کا بنا ہوا تھا۔''

یہاں تک معلومات حاصل کرنے کے بعد عمر کو کسی نادر دریافت کی امید بندھنے لگی تھی۔ یکا یک اس کا دماغ منطقی استدلال سے تھک گیا۔ اس کے قدم بلا ارادہ ایک چشمے کی طرف اٹھ گئے جو بہت ہی پرسکون اور دلکش تھا۔ سفید آبی پھول پانی کی سطح پر ہر طرف کھلے ہوئے تھے۔ اور دو رایک راج ہنس اپنے سفید پروں میں اپنا سر چھپائے نیند کے عالم میں تی رہا تھا۔ عمر کو سونے کا یہ انداز بے حد نفیس معلوم ہوا۔

پھر اسے باغ کے کسی کونے میں ایک گنگناتی ہوئی آواز کا احساس ہوا۔ چوکنا ہو کر اس نے آواز پر کان لگائے۔ اس کا خیال صحیح تھا۔ ''یہ بلبل تو ہے نہیں جو اس مہتاب باغ'' میں ادھر ادھر چہچہاتی پھر رہی ہو۔ یقیناً یہ کسی عورت کے گانے کی آواز ہے۔'' تھوڑی دیر سننے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا۔ کہ وہ بانسری کے لے پر گا رہی ہے۔ آواز بڑی سریلی تھی لیکن کچھ زیادہ جاذب توجہ بھی نہ تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

واقعی جس چیز نے اسے اپنی طرف کھینچا وہ سطح آب پر ایک مکان سا تھا۔ جو غالباً تیر بھی رہا تھا۔ یا پھر جب وہ چشمہ نمودار ہوگا تو وہ عمارت وہاں پہلے سے موجود ہوگی ۔بہر حال ایک عمارت وہاں موجود تھی۔ اگر اسے وہاں پہنچنے کا راستہ معلوم ہو جائے تو !.....

چلتے چلتے زمین پر بچھی ہوئی گھنی بیلوں میں اس کا پیر الجھ گیا اور وہ اچانک گر پڑا۔ دراصل وہاں اندھیرا تھا اور اس جگہ چاند کی روشنی درختوں کی اوٹ سے نیچے نہ جھانک سکتی تھی۔ اس کی دونوں ٹانگیں انگور کی بیلوں میں بری طرح پھنس گئیں اور وہ چشمے کے کنارے پانی میں گر پڑا کچھ دیر وہ بڑی بے چارگی کے عالم میں پڑا رہا۔ وہیں پڑے پڑے اس نے رات کو مخاطب کر کے کہا۔ ''اے شب تار! تو کہ اپنے اندھیروں میں گڑھے چھپائے ہوئے ہے، جن میں لاعلمی کی وجہ سے لوگ گر پڑتے ہیں، تو کیا تیرا یہ بھی منشا ہے کہ وہ گرنے والے موت کی نیند سو جائیں؟''

اس کی اس شکایت کا کسی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ اور پھر اس نے خود ہی سوچا کہ انگور کی یہ بیلیں بھی تو جانی پہچانی ہیں۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک شاخ پکڑی اور زور لگا کر خشکی پر چڑھتے ہوئے پاس ہی اسے ایک پتلا سا پل دکھائی دیا جس کے اختتام پر وہ عمارت واقع تھی۔ یا پھر اس نے سوچا شاید کشتی ہو۔ تجسس یا تحقیق کے ماتحت نہیں بلکہ محض اپنا شبہ مٹانے کی غرض سے وہ پانی پر چمکتے ہوئے اس مقام تک پہنچنا چاہتا تھا۔

پل کے وسط میں پہنچ کر اس کی نظر خود اپنے سائے پر پڑی جو اس کے ساتھ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ساتھ پانی کی سطح پر چل رہا تھا۔ اسے دیکھنے کے لیے وہ رکا۔ جب اس کا سایہ بھی چلتے چلتے رک گیا تو اسے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ اسے یہ بات بڑی دلچسپ معلوم ہوئی۔

جب عمر نے اپنی میں کھڑے ہوئے اس مکان پر قدم رکھا تو مکان کو ایک ہلکی سی جنبش ہوئی۔ اس نے پردہ سرکا کر اندر جھانکا۔ قالین پر لیٹا ہوا ایک اور چاند اپنی روپہلی کرنیں بکھیر رہا تھا۔ اس نے بڑھ کر اسے چھوا۔ روشنی کی ایک چمکتی ہوئی بڑی سی گیند جس میں حرارت تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اسے اٹھانے کی کوشش کی۔ اس کے اندر کوئی چیز کلبلائی۔ اور دبی آواز میں کسی نے کہا۔ ''ابراہیم کے بیٹے۔!''

عمر وہیں ملائم گدیلوں پر بیٹھ گیا۔ اور سوچنے لگا۔

''نہیں! ابراہیم کا بیٹا نہ کہو'' اس نے نامعلوم آواز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''بلکہ عالی جناب خواجہ امام عمر ماہر فلکیات، منجم سلطان کہو! اے آوردۂ شب! اٹھ! اور آداب بالا۔''

''اپنی کنیز پر رحم فرمایئے! ملاحظہ کیجئے! میں آداب بجالاتی ہوں۔''

جنت کی اس حور کی آواز میں لجاجت اور اجنبیت تھی۔ لیکن خواب میں نظر آنے والی مخلوق فارسی یا عربی میں اس طرح گفتگو نہیں کیا کرتی کہ وہ آپ سے باتیں کرے اور آپ ان باتوں کو سمجھ بھی جائیں۔

لمبے سنہرے بال اس کے گھٹنے پر رکھی ہوئی پیشانی کے دونوں طرف لہرا رہے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھے۔ ریشم سے بھی زیادہ ملائم انگلیاں ان میں پیوست تھیں۔

''کیا یہ کشتی'' عمر نے سوال کیا۔ ''کبھی نہ ختم ہونے والی رات میں مسلسل تیرتی رہتی ہے؟''

''ہر رات دوسری رات سے مشابہ ہوتی ہے۔''

''اور یہ چاند'' عمر نے بڑے اعتماد سے کہا۔ ''کبھی نہیں بدلتا، کبھی نہیں نکلتا، کبھی نہیں ڈوبتا، نہ یہ کبھی بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے۔ اور فوق الفطرت مخلوق اس کی پرستش کرتی رہتی ہے۔''

ایک لمحے کے بعد عمر نے اس کا چہرہ اوپر کو اٹھایا۔ جس کا رنگ زرد تھا۔ اس نے خالی خالی عمر کو دیکھا۔ نازک ہونٹوں پر پژمردہ ہنسی نمودار ہوئی۔ عمر کے ذہن کو دھکا سا لگا۔

''زوئی!'' بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا۔ اسے خراسان کی بڑی سڑک یاد آ گئی جب وہ اپنے خیمے میں لیٹا رحیم کے غم میں آنسو بہا رہا تھا..... ''وہ تجھے مجھ سے چھین کر لے گئے تھے۔ اور اس وقت میں صرف ابراہیم کا بیٹا تھا۔''

زوئی کا جسم بالکل ٹھنڈا تھا۔ وہ روپہلی روشنی میں خاموش اور ساکت لیٹی ہوئی تھی۔ عمر نے اس کو لبوں کا بوسہ لیا۔ ان میں بھی گرمی مفقود تھی۔ اس نے زوئی کے بلوریں بازو پر اپنا سر رکھتے ہوئے سوچا کہ آخر وہ اس قدر خوف زدہ کیوں ہے۔ اور اس کا جسم لباس سے کیوں عاری ہے؟ لیکن بہر کیف زوئی حسین تھی۔ باوجود یکہ وہ اس کشتی میں رات کے وقت ایک مردے کی طرح تیر رہی تھی۔ رات جو کبھی ختم ہو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گی۔

''میں تجھے اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا۔'' اس نے خوش ہو کر کہا۔ لیکن فوراً ہی وہ مسکرایا۔ ''نہیں نہیں۔ آج بھی میری حیثیت ابراہیم کے بیٹے سے زیادہ نہیں ہے۔''

زوئی کے آنکھوں سے خوف زائل ہو گیا۔ اور اس کے ہونٹوں کی افسردگی شگفتگی میں تبدیل ہو گئی۔ اس نے اپنی صراحی دار گردن عمر کے سر سے پیوست کر دی۔ اور گہرا سانس لیا۔ راج ہنس بدستور نیند کے عالم میں پانی کی ساکن سطح پر تیرتا ہوا۔ چینی مٹی کے شیر کے قریب سے گزرا۔ عمر نے دیکھا کہ زوئی نے اپنا ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز روشنی کی طرف پھینکی اور روشنی رفتہ رفتہ اتنی مدھم ہو گئی جیسے خیمے کی سوتی دیوار سے چھن کر آ رہی ہو۔

زوئی نے پھر عمر کو اپنے آغوش میں لے لیا۔ اور اس مرتبہ اس کا جسم مردے کی طرح سرد نہ تھا..... اس میں حرارت تھی۔ زندگی تھی۔

حسن نے عمر کو جگانے اور اس سے ملاقات کرنے کا وقت دوسرے دن صبح کو طے کر رکھا تھا۔ جب وہ عمر کے کمرے میں بغیر اطلاع کے داخل ہوا تو نوعمر سیاہ فام غلام کا چہرہ مارے خوف کے فق ہو گیا اور وہاں سے بھاگ نکلا۔ احتیاط کے ساتھ دروازہ بند کر کے حسن نیند میں مدہوش عمر کے قریب قالین پر بیٹھ گیا اور آہستہ آواز میں عمر سے مخاطب ہو کر بولتا رہا حتی کہ عمر نے کروٹ لی۔

تھوڑی دیر عمر چھت پر نظریں جما کر دیکھتا رہا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے گہرے سائے ناچ رہے تھے۔ ''میں سوتا رہا۔'' اس نے جواب دیا ''اور خواب دیکھتا رہا۔''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''کیا واقعی وہ سب کچھ خواب تھا جو تم نے دیکھا؟''

''نہیں۔ سب کچھ خواب نہیں تھا۔ مگر ہاں تھوڑا سا۔''

''تو پھر تم کہاں تھے؟'' حسن نے سینکڑوں بار یہ سوال اس سے قبل ان تمام افراد سے کیا تھا جو اس قسم کی نیند سے بیدار ہو چکے تھے۔ اور بڑے اعتماد کے ساتھ ایک ہی جواب اسے ملا تھا۔ ''جنت میں'' سینکڑوں افراد ایک زبان ہو کر یہ جواب دے چکے تھے۔

''ایک بہت ہی نادر قسم کی'' عمر نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''مصنوعی بہشت'' یہ کوشش کرتے ہوئے کہ اس کے چہرے یا لہجے سے کسی قسم کا تعجب ظاہر نہ ہونے پائے حسن نے زور دیتے ہوئے کہا۔ ''مصنوعی؟''

''ہاں۔ چاند آسمان سے بہت نیچے تھا۔''

''اور کیا؟''

عمر ذہن پر زور ڈالتے ہوئے مسکرایا۔ وہ اب پوری طرح بیدار ہو چکا تھا۔ ''تمہاری جنت کی حور ایک لڑکی تھی جسے میں پہلے سے جانتا تھا۔''

''ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ وہ کون لڑکی تھی؟''

''بازنطینی زوئی۔ جو جھیل میں تیرتی ہوئی کشتی پر سوار تھی۔''

حسن کو اس بات میں کمال حاصل تھا کہ وہ جب چاہے اپنے ارادے کا کسی طرح اظہار کیے بغیر اپنا لائحہ عمل بدل دے۔ اس کے جاسوسوں نے اسے یقینی دلایا تھا..... جن کا انتخاب وہ بہت دیکھ بھال کر کرتا تھا..... کہ عمر کو محض جذباتی بنا کر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رام کیا جا سکتا ہے۔ خصوصاً شاہد و شراب کے ذریعے۔ حسن نے ایک مسکراہٹ کے ساتھ اس خیال کو اپنے دل سے نکال دیا۔

''مجھے یقین ہے۔'' اس نے اپنے لہجے میں اعتماد پیدا کرتے ہوئے کہا۔ ''کہ تم نے میری جنت کی شراب کو خوش ذائقہ پایا ہوگا؟''

''جی ہاں! بہت اچھی تھی۔''

مجھے افسوس ہے کہ چاند سے ایک منجم مطمئن نہیں ہو سکا۔ بدقسمتی سے دن کی روشنی اس نظر بندی کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ لیکن میرے فدائیوں نے کبھی اس سلسل میں شبہ ظاہر نہیں کیا۔ ایک دفعہ جنت کی سیر کرنے کے بعد ان کی سب سے بڑی آرزو یہی ہوتی ہے کہ ایک بار پھر وہ وہاں واپس جا سکیں۔ ظاہر ہے وہ سب کے سب نوجوان ہیں۔ لاحقوں کی بھی دلی تمنا یہی ہوتی ہے۔ جہاں تک رفیقوں کا تعلق ہے۔ جن میں سے چند تمہیں رے میں مل چکے ہیں۔ میں اندازہ کر سکتا ہے کہ وہ اس جنت کے آسمانی ہونے کے تو قائل نہیں ہیں لیکن بہر کیف لطف اندوز وہ بھی ہوتے ہیں۔''

''رکن الدین اور اس کے ساتھی دوسرے داعیوں کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ کیا وہ بھی کبھی کبھی جنت کی سیر کرتے ہیں؟''

''کبھی نہیں وہ سب میرے علمی مشیر ہیں۔ ان کا دائرہ عمل کتب خانے اور معمل تک محدود ہے۔ ان کی اپنی دلچسپیاں ہیں تمہیں اب اندازہ ہو گیا ہوگا کہ میرے ملازم مختلف طبقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''تم نے صرف چار طبقوں کے نام لیے ہیں۔''

''پانچواں طبقہ عام آدمیوں کا ہے..... مثلاً اقرونوس کی طرح کے تاجر جو باہر کی دنیا میں تجارتی معاملات کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ تاجر ہونے کی حیثیت سے وہ میرے بدولت خاصا نفع کماتے ہیں۔ لیکن وہ آج تک باب العلم میں داخل نہیں ہو سکے۔

عمر کو اقرونوس کا خیال آیا جو صرف ایک مرتبہ قلعہ الموت کے دروازے تک ہی آیا تھا۔

''تم بہت سے ناموں سے مشہور ہو۔ حسن بن صباح۔''

''یہ صحیح ہے۔ عوام اور فدائیوں کے لیے میں حقیقتاً زندگی اور موت کا آقا ہوں۔ اگر تمہیں شک ہے تو میں ابھی اس کا ثبوت پیش کر دوں گا۔ وہ مجھے شیخ الجبال کے نام سے پکارتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے قلعے پہاڑوں پر واقع ہیں۔ مثلاً الموت جو ایک قلہ کوہ پر بنا ہوا ہے۔ کثیر التعداد افراد کے حملے کی صورت میں مٹھی بھر آدمی اس قسم کے مقامات کی حفاظت بخوبی کر سکتے ہیں۔''

''اور رفیق۔ ان کیا رائے ہے؟''

''یہ لوگ نئے مذہب کے کٹر پیرو ہیں۔ وہ مجھے مہدی کا قاصد اور نمائندہ سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ تم نے بیت المقدس میں دیکھا تھا۔''

''لیکن اب میری اور تمہاری کسی قسم کی شناسائی نہیں ہے'' عمر اٹھ کر کھلی ہوئی کھڑکی کے قریب جا کھڑا ہوا۔ ''تمہارے پیروؤں کے باقی دو طبقوں کا کیا عقیدہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے؟''

''باقی دوسرے دو کون سے'' میں پانچوں کے پانچوں طبقوں کا حال تمہیں بتا چکا ہوں۔

''پانچ۔ لیکن سب کے سب کے حال نہیں بتایا۔ عمر نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ سب ملا کر سات ہوتے ہیں۔''

حسن کی سیاہ آنکھوں میں خوش طبعی کی لہر دوڑ گئی۔ معاف کرنا۔ میں اس وقت یہ بھول گیا تھا کہ تم ریاضی داں ہو۔ ذرا مجھے بھی سمجھا دو کہ تم نے سات کا تعین کیوں کیا ہے؟''

''کیا تم سعیتہ نہیں کہلاتے۔ تمہارے مبلغ ناواقف عوام سے دریافت کرتے ہیں کہ ہفتے میں سات دن کیوں ہیں۔ یا پھر آسمان پر چاند، سورج سمیت سات سیارے کیوں ہیں؟ میں ایک درہم کی شرط لگتا ہوں کہ تمہارے معتقدوں کے بھر ضرور سات طبقے ہیں۔''

عمر کی اس تنقید پر حسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''بہت خوب'' تمہاری مثال اس تپے ہوئے لوہے کی ہے جو لوہے کو کاٹتا ہے۔ اقرونوس اکثر قسم کھا کر کہا کرتا ہے۔ ''عمر دنیا میں بڑا نام پیدا کرے گا۔ میں کہتا ہوں: دنیا میں نام پیدا کرنا کیا بڑی بات ہے۔ تم اس سے بھی اعلیٰ چیز کے اہل ہو..... الموت کے اور کون سے کون سے پوشیدہ راز تم نے دریافت کیے ہیں؟''

عمر نے ایک لمحے کے لیے سوچا کہ حسن سے مصالحانہ انداز میں گفتگو کرنا بہتر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوگا یا معاندانہ طرز عمل پر۔ الموت ایسا مقام نہ تھا جہاں کسی قسم کی کمزوری کا اظہار کیا جاتا۔

''مکتوب الیہ تک خط پہنچنے سے پہلے اس کا مضمون اڑا لینے کا راز'' عمر نے طنزاً کہا۔

''کون خبیث کہتا ہے کہ میں اس طرح کی دھوکے بازی کرتا ہوں۔ یہ کیا افترا پردازی ہے۔'' حسن کی آنکھوں سے بدگمانی اور شبہ جھلک رہا تھا۔

''کہتا تو کوئی بھی نہیں۔ رے کے راستے میں ایک باز کے ذریعے مجھے یہ راز معلوم ہوا تھا۔'' عمر نے اپنی پیٹی سے چاندی کی ایک نلکی ٹٹول کر نکالی جس میں کاغذ کا ایک پرزا بند تھا۔ اس پر تحریر تھا: عمر رے جانے والی سڑک پر سفر کر رہا ہے۔''

حسن نے جلدی سے وہ عبارت پڑھی اور چھوٹی سی نلکی کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ وہ بہت حیران تھا۔ غصے کے آثار اس کے چہرے سے غائب ہو چکے تھے۔ ''خدا کی قسم! بڑی عجیب سی بات ہے کہ نامہ بر کبوتر کو ایک باز ہوا میں دبوچ لے۔ حسن اتفاق ہے..... اور پھر تم خود بھی تقدیر کے سکندر ہو۔''

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''یہ صحیح ہے کہ میں کبھی کبھی نامہ بر کبوتروں سے بھی کام لیتا ہوں۔ وہ یہاں قلعہ الموت میں میرے پاس دنیا کے ہر گوشے سے خبریں لاتے ہیں۔ لیکن اس بات کا عمل داعیوں کو بھی نہیں ہے۔ کبوتر قریب کے ایک گاؤں سے آتے جاتے ہیں۔ اس قلعے سے براہ راست ان کا کوئی تعلق نہیں ہے..... میرے خیال میں تمہاری تشفی کے لیے یہ تفصیل کافی ہے: کیا ہی اچھا ہو اگر ہم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مخالفت کی شمشیر کے قبضے سے ہاتھ اٹھالیں اور اختلاف کے اس پردے کو چاک کر دیں جو ہمارے مابین حائل ہے۔"

عمر کی جانب کھسکتے ہوئے حسن نے اپنا بازو اس کی گردن میں حمائل کر دیا۔ "تم یہ سوچ رہے ہو..... حسن کیا ہے؟ اچھا سنو! حسن ایک بدنصیب شخ ہے۔ کبھی اس کارگاہ حیات کا طالب علم تھا۔ ایسی دنیا میں علم وفراست کا حصول محض بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے جہاں سلاطین اور ان کے وزراء انسان کی روح اور جسم دونوں پر حکمراں ہوں۔ قاہرہ کے مسلح محافظوں کے کوڑوں کے خوف سے میں مدتوں ایک آوارہ کتے کی طرح مارا مارا پھرتا رہا۔ میں شرم اور بدنامی کا مزا چکھ چکا ہوں۔ میں نے طنز کے تیز نشتروں کی تڑپا دینے والے خلش بھی برداشت کی ہے۔ یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب میں سن بلوغ کو پہنچ رہا تھا لیکن قاہرہ میں رہ کر میں نے اسماعیلی علما سے علم حاصل کیا..... اسماعیل جنہیں تم سعیتہ کہہ سکتے ہو میں نے سمندر پار گلیلی کے زیریں ساحل پر طبریہ میں مقیم بوڑھے علماء کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ میں نے بہت کچھ بتا دیا..... میں زیادہ باتیں کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ اور جب تھکی ہوئی زمین پر ستاروں کی روشنی مدھم پڑ جاتی ہے اس وقت تم نے بھی اسرار قدرت کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔"

حسن نے اپنی گردن جھکا لی۔ "علم وفراست کے خوشنما پھل کا تلخ ذائقہ میرے کام ودہن نے اچھی طرح چکھ لیا ہے۔ خدا کا کہیں وجود نہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب ایک بوڑھی ہوتی ہوئی عورت کے مانند ہیں۔ ان کا حسن اور افادیت زائل ہو چکے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہیں۔ان کا وجود سکڑ کر تو ہم پرستی کی خشک ہڈیوں کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے، جب تمام مذاہب کا وجود ختم ہو جائے گا اور صرف چند سوکھی ہوئی کھالیں ہڈیاں باقی رہ جائیں گی جنہیں پرانے قیمتی پتھروں کی طرح آثار قدیمہ کے شیدائی خانقاہوں میں حفاظت سے رکھ لیں گے۔آخر مکہ کا حجر اسود کیا ہے؟ایک عجیب قسم کا پتھر جوف ولاد سے ملتا جلتا ہے۔اگر میری آواز ساری دنیا کے سننے والوں کا کانوں تک پہنچ سکے تو میں پکار پکار کر یہ پیغام پہنچاؤں گا کہ تمام مذہبی قربان گاہوں اور شاہی مسندوں کو اکھاڑ کر پھینک دو۔وہ تمام افراد جو شاہی مسندوں پر براجمان اور مذہبی قربان گاہوں پر قابض ہیں ان کی حیثیت عام انسانوں سے مختلف نہیں ہے۔وہ جھوٹ اور فریب کی آڑ لے کر اپنے مفاد کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آج کے مسلمان جو خدا کی عبادت کرتے ہیں ان کافروں سے زیادہ عقلمند نہیں ہیں جو عہد عتیق میں سورج کی پرستش کیا کرتے تھے۔کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟''

''میں جانتا ہوں''عمر نے حسن کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔''ملک شاہ بھی ایک عام انسان ہے۔لیکن بفرض محال اگر تم اسے تخت سے اتار دو تو اس کی جگہ کسے بٹھاؤ گے؟''

''پہلا کام تو یہ ہوگا کہ موجودہ طرز حکومت اور غلامی کا استیصال کیا جائے۔چار ملک شاہ مل کر بھی تمہاری عقل کو نہیں پہنچتے۔ہم آخر کیوں بادشاہ پرستی کو جاری رہنے دیں؟ انسان جہالت کے اندھیرے سے نکل کر عقلیت کی روشنی کی طرف بڑھ رہا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے۔ایک وقت آئے گا جب وہ عقلیت کی تکمیل کرے گا..... لہذا میں غیر مطمئن روحوں کو نئی راہیں دکھاتا ہوں۔انہیں ایک دوسرے کا رفیق بناتا ہوں۔ہم چوری چھپے نئے عقیدے کی تبلیغ کرتے ہیں۔"

چند لمحے تک حسن خاموش رہا۔تم نے کتب خانے کی سیر کی ہے۔تم نے داعیوں سے بھی گفتگو کی ہے۔تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہم ہر شئے کی کہنہ کا مکمل علم حاصل کرنے کے خواہشمند ہیں۔اور تم یہ بھی اچھی طرح سمجھتے ہو..... جھٹلانے کی کوشش نہ کرنا..... کہ بیشتر ایرانی سوائے قرآن کے اور کسی چیز پر ایمان لانے کو تیار نہیں ہیں۔ہمیں عوام کے طبقے سے نئے عقیدے کو ماننے والے چاہئیں۔کیونکہ چند مفکروں کے بنائے کچھ نہیں بن سکتا۔سوائے اس کے کہ وہ قید خانوں میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں یا زندہ جلا دیئے جائیں۔چنانچہ عوام میں ہم مہدی کے ظہور کے تبلیغ کرتے ہیں جو ایرانیوں کا قدیم عقیدہ ہے۔سمجھدار اور ذہین افراد کو علمی فتوحات کے نام پر اپنا ہمنوا بناتے ہیں۔"

حسن نے اپنے شانوں کو اس انداز سے جنبش دی جیسے کوئی فیصلہ کن بات کہنے والا ہے۔"کیا زندگی اسی ایک نہج پر گزرتی رہے گی؟ نظام الملک اپنے کمرے میں بیٹھ کر تم سے جو باتیں کرتا ہے کیا وہ ساری باتیں ملاؤں کو بھی بتا دیتا ہے؟"

"نہیں" عمر نے مسکراتے ہوئے کہا۔"وہ اس سلسلے میں بڑی احتیاط سے کام لیتا ہے۔"

"افلاطون نے اس نظریئے کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔دنیا کا ہر کام اسی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

طریقے پر چلتا ہے۔ روشنی کے ساتھ اندھیرے کا وجود ناگزیر ہے۔ صنف قوی کے پہلو میں صنف نازک کی موجودگی ضروری ہے۔ دونوں مل کر ہی ایک مقصد کو پورا کرتے ہیں..... ہر طبقے میں ہمارے عقیدے کو ماننے والے موجود ہیں۔"

"پھر بھی تم نے جادو سے کام لیا ہے۔"

"کیوں نہیں۔ جادو، سحر فراست کی آخر حد ہے۔"

"شاید عوام کی نظر میں۔ تمہارے نامہ بر کبوتر اور تربیت یافتہ باز عام لوگوں کو معجزہ معلوم ہوتے ہیں۔"

"اور سمجھدار طبقے کے لیے جنہیں ہم "عارف" کہتے ہیں اور اس سے بلند تر ایک اور جادو ہے۔ بعض فنون میں نے مصر میں حاصل کیے تھے....." حسین باتیں کرتے کرتے یکا یک خاموش ہو گیا..... کون سے فن کی مدد سے پندرہ سال پہیل تم نے شہزادے سے۔ جواب ملک شاہ ہے..... اس کے باپ اور رومی شہنشاہ کی موت کی پیشین گوئی کی تھی؟"

عمر جواب دینے ہی والا تھا کہ اس کے ضمیر نے اسے روک دیا۔ "وہ معجزہ" اس نے پرسکون لہجے میں کہا۔ "میرا ایک راز ہے۔"

"مجھے بھی اس راز میں شریک کرو۔ آخر میں نے بھی تو اپنے تمام راز تم پر ظاہر کر دیئے ہیں۔"

"سوائے ایک کے۔"

حسن نے عمر خیال کو بڑے غور سے دیکھا۔ "اور وہ کون سا راز ہے۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''یعنی تمہارے مذہب کے دو سب سے بلند طبقوں کا عقیدہ کیا ہے؟ میرا مطلب ان لوگوں سے ہے جو داعیوں سے اونچے درجے کے ہیں اور مصر میں مقیم ہیں۔''

''واللہ۔ مصر میں ان کی موجودگی کے متعلق میں نے تو کسی وقت بھی تذکرہ نہیں کیا۔''

''بیشک تم نے نہیں بتایا'' عمر نے یہ بات تسلیم کرتے ہوئے کہا۔ ''لیکن یہ میرا اپنا قیاس تھا کہ انہیں وہاں ہونا چاہیے۔''

''یہ تمہارا اپنا قیاس تھا۔'' حسن کمرے میں ٹہلنے لگا۔ ''اگر یہ تمہارا محض قیاس ہے تو اس بات کو تم کیونکر ثابت کرو گے؟ خواجہ عمر! جب ہم بابل کے کنڈروں میں ملے تھے تو تم مجھے بے حد پسند آئے تھے۔ بیت المقدس میں ملاقات کے بعد میرے دل میں تمہیں دوست بنانے کی خواہش پیدا ہوئی تھی۔ اس بات کو برسوں گزر گئے۔ میں نے اس کے بعد بہت کچھ حاصل کر لیا لیکن تم! سلطان کے دربار میں تمہاری حیثیت ویسی کی ویسی ہی ہے۔ نہیں بلکہ آج تم نظام الملک کی سرپرستی سے بھی محروم ہو چکے ہو۔ اس بدھے نظام الملک کے ساتھ جو ایک کنٹھے دار لڑاکا مرغی کی طرح بدمزاج ہے اب تمہارا نبھا اتنا آسان نہیں جتنا پہلے تھا۔''

''غور کرو'' اس نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''ہم لوگوں نے تمہارے لیے کیا کچھ کای ہے۔ میں نے اقرونوس کو حکم دیا تھا کہ وہ تماری دولت و امارت میں اضافہ کرے۔ اس نے بڑے خلوص کے ساتھ میرے حکم کی تعمیل کی ہے۔ دریائے فرات کے کنارے ریگستان میں اس نے تمہیں موت کے منہ سے بچایا۔ اس نے

تمہارے محلات کو سامان عیش و نشاط سے بھر دیا ہے۔ وہ اور میں دونوں عرصہ دروازے سے اس وقت کا انتظار کر رہے تھے کہ تم مجھ سے آملو۔ مجھے اس بات کا اقرار ہے کہ میں تمہاری نئی زیچ۔ تمہاری تصانیف۔ نیشاپور میں تمہاری رصد گاہ۔ میں ہر کامیابی کو تعریف کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ کیا اسلام کے سربرآوردہ زعما تمہیں اسی زاویے سے دیکھتے ہیں؟ کیا ملک شاہ میں تمہاری ان باتوں کو سمجھنے کی اہلیت ہے؟ تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ سلطان کسی وقت بھی تم سے ناراض ہو کر تمہیں دربار سے نکلوا سکتا ہے۔ لیکن میرے لیے تمہارا وجود نا گزیر ہوگا جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوگا۔ میری اس گزارش پر غور کرو۔ آؤ! میں تمہیں قلعہ الموت کے استحکام اور مضبوطی کا مشاہدہ کراتا ہوں۔ کیوں کیا خیال ہے؟..........." حسن مسکرایا.........."اب تک تم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ میرے پیروؤں کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اب تم خود میری آنکھوں سے دیکھو۔"

عمر کو اس وقت سب سے زیادہ ضرورت آرام کی تھی۔ اس کے سر میں عجیب قسم کا درد محسوس ہو رہا تھا۔ اور سورج کی روشنی اس کی آنکھوں کے سامنے کبھی نیچے کبھی اوپر ناچتی دکھائی دے رہی تھی۔ اسے حسن کی ذہانت کا ساتھ دینے میں مشکل پیش آ رہی تھی۔ لیکن حسن اسے زیادہ سوچنے کا موقع دینا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اسے ساتھ لے کر پہاڑ کی بھول بھلیوں میں داخل ہو گیا۔

سنگ سفید کی بنی ہوئی غلام گردش سے گزر کر حسن نے عمر کو ایسے غار میں لے جا کر کھڑا کر دیا جہاں کچھ لوگ تو بھٹیوں میں دھاتوں کو گلا کر صاف کر رہے تھے۔ اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کچھ ایسی گلخنوں پر کام کر رہے تھے جن میں پگھلا ہوا شیشہ ابل رہا تھا۔

یہ لوگ اس راز کو مصر سے لائے ہیں۔ حسن نے عمر کو بتایا۔ ''آخر شیشے کی مصنوعات اس قدر نایاب کیوں ہوں کہ صرف سلاطین کے محلوں ہی میں نظر آئیں۔ میرے گماشتے شیشے کی بنی ہوئی چیزیں اب ان بازاروں میں کھلے عام فروخت کرتے ہیں جہاں پہلے صرف مٹی کے ظروف اور چینی کے برتن بکا کرتے تھے۔

کارخانے سے نیچے اتر کر وہ توشہ خانے میں پہنچ گئے جو شراب کی صراحیوں، گیہوں کی بوریوں اور شہد کے مٹکوں سے بھرا ہوا تھا۔ روشنی دکھانے کے لیے اس نے ایک مشعل بردار غلام کو بلایا اور ایک ایسے کمرے میں پہنچا، جس میں چاول کی بوریاں چھت سے لگی تھیں۔

''محاصرے کی صورت میں'' اس نے عمر کو بتایا۔ ''قلعے کے باشندے دو سال تک انہیں آرام سے کھا سکتے ہیں۔''

پھر وہ سب سے نیچے کمروں میں پہنچے وہاں لکڑی کے بنے ہوئے بے شمار پیپے ایک غار کے تاریک دہانے کے قریب چنے ہوئے تھے۔

''کان لگا کر سنو!'' حسن نے عمر سے کہا۔

پہاڑ کے اس شگاف سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے پانی کسی تالاب میں گر رہا ہو۔

''جب کرۂ ارض کو وجود میں آئے زیادہ عرصہ نہ گزرا ہوگا۔'' حسن نے اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ آبریز ذرا بلند سطح پر ایک چھوٹا سا دریا ہوگا۔ غالباً چونی چونے کے پتھر کو آہستہ آہستہ کاٹتا رہا اور نتیجے میں وہ تمام سرنگیں اور غار پیدا ہو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گئے جو تم نے ابھی دیکھے ہیں۔ صدیاں گزریں کہ انسان نے بالائی غاروں کو دریافت کرلیا اور انہیں باقاعدہ تراش کر وہ ہموار راستے سیڑھیاں بنالیں جن سے گزر کر ہم ابھی یہاں پہنچے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے ان پہاڑوں کے قلب میں ایک عبادت گاہ تعمیر کرلی..... ہم نے ان کی قربان گاہ کا بھی پتا رچلا گیا ہے۔ اور وہ میں تمہیں دکھاتا ہوں!"

عمر نے اندازہ لگایا کہ قلعہ الموت کی عمارت جو قلعہ کوہ پر واقع ہے زیادہ سے زیادہ ایک بڑے قلعے کی برابر ہوگی۔ لیکن پہاڑ کی گہرائیوں میں مضبوط اور پیچ بھول بھلیاں بنی ہوئی ہیں۔ اگر لوگ نسلاً بعد نسلاً باہر کی جانب قلعے کے پاس سے گزرتے رہیں تو بھی وہ قلعے کے ان رازوں سے کبھی واقف نہ ہوسکیں گے جو اس کے سنگین غاروں کے سینے میں چھپے ہوئے ہیں اور پھر سب سے بڑی بات جو اس سلسلے میں قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ ان زیر زمین بھول بھلیوں میں ہزاروں انسان دنیا والوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ابدالاباد تک زندگی بسر کرسکتے ہیں۔

ایک حبشی پہرے دار کے قریب سے گزرتے ہوئے جو اسے دیکھ کر سجدے میں گر پڑا تھا۔ حسن نے ایک تنگ سرنگ کے دہانے پر پہنچ کر ایک دروازہ کھولا عمر نے خود کو اس پر دار درندے والے غار میں پایا جہاں وہ ایک دفعہ پہلے آچکا تھا۔

اس وقت سناٹا چھایا ہوا تھا۔ نہ موسیقی کی دھیمی آواز آرہی تھی اور نہ فدائیوں کے مجمع کی بھنبھناہٹ سنائی دے رہی تھی۔ البتہ زرد رنگ کے شعلے اس قدرتی شہ نشین کے سامنے جہاں درندے کے پنجوں کے درمیان عمر نے فدائیوں کو رقص کرتے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دیکھا تھا پتھر کے جوف سے نکل نکل کر بدستور بلند ہو رہے تھے۔ کبھی کبھی درندے کے بت کا باریش چہرہ صاف نظر آ جاتا تھا۔ جب شعلے ذرا دھیمے پڑ جاتے تو سارا غار اندھیرے کی تہوں میں لپٹ کر معدوم سا ہو جاتا تھا۔ اس دفعہ عمر کو احساس ہوا کہ ہوا میں گرمی اور تیل کی بو فضا میں بسی ہوئی ہے۔ دو راتیں قبل جب وہ وہاں گیا تھا تو اسے یہ بات محسوس نہ ہوئی تھی۔

حسن بھی اس وقت خاموش تھا اور غالباً اس کبھی نہ بجھنے والی آگ کے متعلق سوچ رہا تھا۔

''اس راز کا کسی کو علم نہیں ہے۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔ ''نشیب میں کسی جگہ اس قسم کے تیل کا ذخیرہ ہے جسے یونانی اپنے چراغوں میں جلاتے تھے۔ لیکن یہ ایک معما ہے کہ آگ یہاں پہلی مرتبہ کس طرح پہنچی اور کب سے مسلسل روشن ہے؟ مجھے یقین ہے: یہ اس زمانے سے بھی پرانی ہے، جب مصر میں ''را'' دیوتا کی پرستش ہوتی تھی۔ یہ عہد زرتشت سے بھی قدیم ہے۔ غالباً آفتاب پرستوں نے سب سے پہلے اس آگ کو الوہیت کا مظہر سمجھ کر پوجنا شروع کیا ہوگا کیونکہ انہیں یہ فوق الفطرت محسوس ہوئی ہوگی۔ انہوں نے اس آگ کو ایک قسم کا سحر تصور کیا ہوگا..... وہ لوگ خود بھی تو بڑے جادوگر تھے۔''

''لیکن یہ پروالا سانڈ ان کا بنایا ہوا نہیں ہو سکتا۔''

''نہیں یہ قدیم ایرانیوں کی تخلیق ہے جو آگ کی پرستش کرتے تھے میں نے اس قسم کے بت زرزیس کے محل کے کھنڈروں میں بھی دیکھے ہیں جو اصفہان کے جنوب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں واقع ہیں۔ ایرانی اسے محض ایک متبرک مقام خیال کرتے تھے کیونکہ یہ ایک قدیم عبادت گاہ تھی۔ اور انہوں نے اس متبرک آگ کی خوشنودی اور اعزاز میں درندے کا یہ بت تعمیر کیا ہوگا۔ اب میں یہاں اپنے فدائیوں کی روحانی اصلاح کے لیے تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ اسلامی رسوم ادا کرتا ہوں۔"

حسن پر جو ایک متفکرانہ کیفیت طاری تھی وہ رفتہ رفتہ دور ہوگئی اور کلبیت نے پھر اس پر غلبہ پالیا۔ اس کے الفاظ میں نشتریت ابھر آئی۔

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔" اس نے زہر خند کرتے ہوئے کہا۔ "آخر مسلمانوں نے بھی تو بیت المقدس میں ایک چٹان تراش کر ایک محراب بنائی تھی جس کی رومی پادری اس لیے تعظیم کرتے تھے کہ وہاں ایک یہودی بادشاہ داؤد نے خواب دیکھا تھا۔ اور وہ چٹان داؤد سے پہلے کیا تھی۔ شاید کوئی بابلی ہو۔ یا پھر کافروں کا کوئی بت ہوگی۔"

دو منٹ کے بعد حسن پھر ایک مختلف شخص نظر آنے لگا۔ غار سے نکل کر وہ ایک تاریک راستے کی طرف مڑا۔ گرم ہوا کے ایک جھونکے نے انہیں آگے دھکیل دیا ..... اب عمر کی سمجھ میں آگیا کہ آگ مسلسل کیوں روشن رہتی تھی اور غار میں سانس لینے کے لیے تازہ ہوا کس طرف سے آتی تھی ..... وہ یکے بعد دیگرے پر پیچ راستوں سے گزرتے رہے حتی کہ اندھیرا دھندلی روشنی میں تبدیل ہوگیا۔

تھوڑی دیر کے بعد سر کے اوپر نیلے آسمان کا ایک ٹکڑا نظر آنے لگا۔ اور ایک تنگ شگاف کی پتھریلی دیواریں ان کے دونوں جانب نمودار ہوگئیں۔ ٹوٹی پھوٹی چٹانوں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پر چڑھتے اترتے جب وہ شگاف کے آخری سرے پر پہنچے تو غروب ہوتے ہوئے سورج کی تیز روشنی سے ان کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ حسن وہاں پہنچ کر رک گیا اور اپنے دونوں بازو اوپر اٹھا دیے۔

''اے میرے جاں نثارو! بہشت کی نعمتیں تمہیں نصیب ہوں اور اللہ تمہارے بازوؤں کو اور قوت عطا کرے۔!''

وہ ایک ایسے مقام پر کھڑا تھا جہاں دست قدرت نے ایک گول سی تماشا گاہ بنا رکھی تھی۔ اس کی پشت پر کوہستانی درے کی دیواریں تھیں جنہوں نے بلندی پر ایک اونچی ڈھلوان چٹان کی شکل اختیار کر لی تھی۔ یہ قلعہ الموت کی بنیاد تھی۔ اس بلند چٹان کو تراش کر قلعہ تعمیر کیا گیا تھا۔ وہ سیڑھیوں والی بیضوی شکل کی پہاڑی دراصل ایک مسطح فراز تھا، جو پہاڑ کی ڈھلان کے وسط میں واقع تھا۔ چاروں طرف سے سفید پوش افراد مٹی کے بنے ہوئے حجروں سے نکل کر وہاں جمع ہو گئے اور حسن کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ عمر نے ان میں سے سینکڑوں فدائیوں کو پہچان لیا جنہوں نے اس کے ساتھ غار میں تلواروں کا رقص دیکھا تھا۔ پہاڑ کا یہ قطعہ ان کی سکونت کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ عمر سوچنے لگا کہ یہاں سے وادی میں اترنے کے لیے کوئی راستہ ضرور ہونا چاہیے۔

''ہمارے آقا پر سلامتی ہو.....!'' وہ ایک زبان ہو کر چلائے۔

حسن کی آواز ہنوز پہاڑیوں میں گونج رہی تھی اور وہ اس شان سے وہاں کھڑا تھا جیسے ایک پیغمبر ہو اور اپنے منتخب جاں نثاروں کو ایک موعودہ سرزمین کی طرف لے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جانے کی اہلیت رکھتا ہو۔ وہ زیادہ دیر وہاں نہ ٹھہرا اور عمر کو اپنے ساتھ گھسیٹتا ہوا اسی درۂ کوہ میں واپس آ گیا جہاں سے وہ اس مقام پر پہنچا تھا۔

اپنے قلعے کے زیریں حصے کو پیچھے چھوڑتا ہوا، وہ تیزی سے بلندی کی جانب بڑھتا رہا اور اس کی چوٹی پر جا پہنچا۔ سورج پھر نظر آنے لگا۔ جب وہ ایک وسیع دمدمے پر پہنچے تو ہوا کہ تیز جھونکوں سے ان کے قدم ڈگمگائے۔

سورج غروب ہو رہا تھا۔ تین نوجوان فدائی جو وہاں پہرا دے رہے تھے اپنے ہتھیار الگ رکھ کر تمام پڑھنے میں مشغول تھے۔

تم نے آج سے پہلے کبھی کوئی معجزہ رونما ہوتے دیکھا ہے؟'' حسن نے عمر کے کان میں کہا۔ ''لو دیکھو.....''

ان نوجوانوں پر جھک کر اس نے اپنا ہاتھ ان کے کندھوں پر رکھا۔ وہ حیرت زدہ ہو کر اپنے آقا کے چہرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ان کی نگاہیں حسن کی آنکھوں پر جم گئیں۔

پھر اس کی آواز گونجی۔

''دیکھو۔ تمہارا وقت آ گیا ہے۔ جنت تمہارے انتظار میں ہے۔ میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ کود جاؤ۔''

آخری الفاظ سن کر جیسے ان پر بجلی گر پڑی۔ تین چہرے جسم کپکپائے۔ اور تیزی سے جست لگا کر دمدمے کی دیوار پر چڑھ گئے۔ عمر نے دیکھا کہ ایک شخص کا چہرہ اشتیاق سے چمک اٹھا۔ اور دوسرا خوف کی شدت سے بھیانک ہو گیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دو فدائی۔ دمدمے کی دیوار سے اک دم غائب ہو گئے۔ تیسرا آنکھیں بند کر کے آگے پیچھے جھولنے لگا۔

''تو بھی کود جا'' حسن نے بڑی نرمی کے ساتھ اسے تنبیہہ کی۔

تیسرے پہرے دار نے بھی بالآخر خلا میں اس طرح چھلانگ لگائی۔ جیسے مجبوراً گر پڑا ہو۔ دمدمے کی دیوار پکڑ کر عمر نے بچے جھانکا۔ وہ پہلے دو کے پیچھے تیزی سے لڑھکتا ہوا جا رہا تھا..... سفید کپڑوں میں لپٹی ہوئی تین گیندیں جیسے ڈھلوان چٹان پر گدا کھا کر اچھلیں سینکڑوں فٹ نیچے درختوں کے جھنڈ میں غائب ہو گئیں۔

''تم نے دیکھا'' حسن نے عمر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں کی چمک تیز ہو گئی تھی۔ ''میرے حکم کی تعمیل کس طرح کی جاتی ہے۔ کیا ملک شاہ کے احکام پر بھی اسی طرح عمل درآمد ہوتا ہے۔''

''میری نگاہوں کے سامنے تین جانیں مفت ضائع ہو گئیں۔''

''مفت نہیں۔ ثبوت کے طور پر..... تین جانوں کی حقیقت ہی کیا ہے؟ یہ سورج جو اس وقت غروب ہو رہا ہے۔ اس کے طلوع ہونے سے قبل ہزاروں انسان حشرات الارض کی طرح رینگتے ہوئے گوشہ گمنامی میں روپوش ہو جائیں گے اور ایسے ہی دوسرے ہزاروں کیڑے غلاظت کے اس ڈھیر سے جسم تم دنیا کہتے ہو۔ ابل کر اوپر آ جائیں گے۔''

حسن نے ٹھوکر مار کر قریب پڑے ہوئے بے کار نیزوں کو دمدمے کی دیوار سے ملا دیا۔ ''تم نے ابھی میری طاقت اور اقتدار کی ایک جھلک، صرف ایک ہلکی سی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جھلک دیکھی ہے۔ کیا تم میرے یار وفادار بن کر داعیوں کے زمرے میں شامل ہونا پسند کرو گے؟ تمہارا کام فلکیات اور ریاضی کی تحقیقات ہوگا۔ جیسا کہ اب ہے۔''

''یہاں۔ قلعہ الموت میں؟''

''نہیں۔ دنیا کے کسی حصے میں بھی۔ جہاں تم رہنا پسند کرو۔ تمہارے لیے ہر وہ چیز مہیا کی جائے گی جس کی تمہیں خواہش ہوگی..... میں تم سے وعدہ کرتا ہوں ..... اور وعدہ کر کے میں کبھی نہیں مکرتا..... وہ دولت و اعزاز جو تمہیں آج میسر ہے اس کے مقابلے میں بے حد حقیر ہے جو میری جانب سے پیش کیا جائے گا۔ ''

عمر نے جھک کر تاریک ہوتی ہوئی وادی پر نظر ڈالی۔ ''اور اگر میں تمہاری تجویز قبول نہ کروں؟''

''تو میں تمہیں فی الحال نیشاپور واپس نہ جانے دوں گا۔ جب تک چند واقعات رونما نہ ہو جائیں تم یہاں اسی طرح آرام سے مقیم رہو گے۔ اس کے بعد اگر تمہارا جی چاہے گا تو تمہیں یہاں سے جانے کی اجازت ہوگی۔''

ایک لمحہ خاموش رہنے کے بعد عمر نے جواب دیا۔ ''میں نے ایک ہفتے کے بعد سوچ کر جواب دوں گا۔''

''بہتر'' حسن نے اطمینان محسوس کیا۔ ''ایک ہفتے بعد میں تمہارے جواب کا منتظر رہوں گا۔ اس دوران میں اس چار دیواری کے اندر میرے جتنے غلام موجود ہیں وہ ہمہ وقت تمہاری خدمت کے لیے حاضر رہیں گے۔''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنی آرام گاہ میں پہنچ کر عمر نے اطمینان کا سانس لیا۔ زندگی میں پہلی مرتبہ اسے تنہائی کی لذت کا احساس ہوا۔ حیرت میں ڈالنے والی بہت سی باتیں اسے معلوم ہو چکی تھیں۔ وہ حسن کی ذہانت کا قائل ہو گیا تھا اور بڑے تعجب سے یہ سوچ رہا تھا کہ وہ کون سے ذرائع ہیں جنہیں کام میں لا کر اس نئے روحانی سلسلے کے رہنما نے دولت جمع کی ہے۔ حسن نے کچھ تجارتی کاروبار کا ذکر کیا تھا۔ اور یہ واقعہ تھا کہ اقرونوس ایک خارش زدہ دم توڑتے ہوئے اونٹ کو بھی کثیر منافع پر فروخت کر سکتا تھا۔ لیکن حسن کی دولت مندی کا کوئی اور راز ہونا چاہیے جو اس نے ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

امام غزالیؒ کا ایک مقولہ اس کے ذہن میں آیا۔ ''خود پرستی کے مقابلے میں ہر چیز کی پرستش بہتر ہے۔''

اگر انسان کی حیثیت درحقیقت ذہین جانوروں سے زیادہ کچھ نہیں ہے تو ان حالات میں جس کا نیا روحانی سلسلہ منطقی طور پر سب سے بہتر ہے..... لامحدود صلاحیتوں کا حامل ایک رہنما یکہ و تنہا لاتعداد متوازن دماغوں کے تفکر کی سمت متعین کرتا ہے۔

''بہر حال'' عمر نے سوچا'' افلاطون کی ریاست بھی احمقوں کی بستی ہی ہوتی جہاں مدرسوں کے بے شمار استاد انبساط کے فلسفے پر بحث مباحثہ کیا کرتے۔''

الموت میں قیام کرنا کچھ ایسا برا بھی نہ ہو گا جہاں زوئی جیسی زینت پہلو موجود ..... دوسرے خود یہ جگہ بڑی حد تک ایک ایسی رصد گاہ کے مانند ہے جہاں سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ساری دنیا نظر آتی ہے۔ یہاں اسے نظام الملک یا غزالی یا خود اپنے ضمیر سے الجھنا بھی نہ پڑے گا۔ بڑے سکون سے زندگی گزرے گی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اس نے بہ شدت محسوس کیا کہ اس کا ضمیر حسن جیسے شخص کے دامن دولت سے وابستہ ہونے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔

اگر وہ حسن کی ملازمت اختیار کر لے تو اپنے ذاتی تحقیقی کاموں کی تکمیل نہ کر سکے گا۔ اس نے چند ہی روز ہوئے کہ اپنے اس نظریے کی عملی تحقیق کا آغاز کیا تھا کہ کرۂ ارض خلا میں گردش کرتا رہتا ہے اور فضائے بسیط میں ساکن نہیں ہے۔

''میں سمجھتا ہوں حسن کسی قیمت پر مجھے یہاں سے نہ جانے دے گا۔ عمر کو یہ خیال کر کے بڑا لطف آیا۔ نہیں! نہیں!۔

قلعہ الموت کا چپہ چپہ دکھانے کے بعد وہ میرا یہاں سے جانا کسی طرح بھی گوارا نہ کرے گا۔ مجھے اب یہاں ایک قیدی کی حیثیت سے رہنا ہوگا۔ یہ تقریباً طے ہے ......لہذا ہفتہ ختم ہونے سے پہلے ہی مجھے کسی نہ کسی ترکیب سے فرار ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اس نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا .... لیکن ساتھ ہی ساتھ اسے حسین زونی یاد آ گئی اور اس کی جدائی کے خیال سے وہ کچھ افسردہ سا ہو گیا۔

عمر کو اس نامعلوم عرق کا خیال برابر پریشان کر رہا تھا جس کے پینے سے اس کے حواس کچھ عجب طرح منتشر ہو جاتے تھے۔ اور ایک نیم خوابی کی سی کیفیت اس پر طاری ہو جاتی تھی۔ شراب سے یہ اثر پیدا ہونا ممکن نہ تھا۔ وہ شراب کے اثرات سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خوب واقف تھا۔ وہ شے جس کے پینے سے اس کا دماغ تپنے لگتا تھا شراب سے کہیں زیادہ تیز تھی۔ انگیٹھی سے اٹھتے ہوئے دھوئیں اور شراب کے پیالے سے ایک ہی طرح کی بو آتی تھی۔ وہ اس پریشان کن عرق سے اپنا پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ کیونکہ حاضر دماغی کی اسے شدید ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ (2)

عمر کے لیے یہ بہت آسان تھا کہ وہ نوعمر حبشی غلام پر خفگی کا اظہار کر کے اپنی آرام گاہ میں انگیٹھی روشن کرنے کی ممانعت کر دے۔ لیکن اس نے یہ خدشہ محسوس کیا کہ اگر وہ اس تیز شراب کے پینے سے انکار کر دے جو اسے پیش کی جاتی تھی یا انگیٹھی سلگانا بند کرا دے تو وہ نامعلوم شے کسی اور طرح اسے کھلائی یا پلائی جائے گی۔ چھپ کر اس کی نگرانی کرنے والوں کی اس بات کا یقین رہنا چاہیے کہ وہ بدستور مذکورہ عرق استعمال کر رہا ہے۔

لہٰذا اس نے اس بات پر احتجاج کرنا شروع کر دیا کہ شراب سے بھرے ہوئے پیالے جو صبح شام اس کے لیے لائے جاتے تھے ناکافی تھے۔ اس نے حکم دیا کہ اس قیمتی شراب سے بھری ہوئی ایک بڑی صراحی ہر وقت اس کے قریب رکھی رہنی چاہیے۔ چنانچہ ایک بڑی صراحی فوراً حاضر کر دی گئی..... حسن بھی غالباً یہی چاہتا ہو گا کہ عمر اس عرق کو شراب سمجھ کر زیادہ سے زیادہ استعمال کرے..... عمر نے تجربے کے طور پر ایک پیالہ بھر کر پیا اور اسے یقین ہو گیا کہ اس کے پیتے ہی اس پر ویسی ہی مجہولیت طاری ہونے لگی جیسے پہلی دفعہ استعمال کرنے سے ہوئی تھی۔

''اور اب آئندہ'' اس نے صراحی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''ہر شب وادی تجھ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے سیراب ہوا کرے گی۔"

ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ حبشی غلام کمرے کے باہر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ عمر نے صراحی انڈیل کر ایک پیالہ بھرا اور بغیر چکھے ہوئے کھڑکی کے باہر ہاتھ بڑھا کر پھینک دیا۔ لیکن جب وہ سونے کے لیے بستر پر لیٹا تو اسے مذکورہ مشروب کی طلب پیدا ہوئی جس کا وہ عادی ہو گیا تھا۔

قریب رکھی ہوئی صراحی سے نکل کر پھیلتی ہوئی خوشبو سے وہ بے قابو ہو گیا۔ وہ ایک دفعہ اٹھ کر صراحی تک گیا لیکن فوراً ہی اپنے بستر کی طرف پلٹ آیا۔ اس کی تشنگی بڑھنے لگی تھی اور اس کے بازوؤں میں ایک قسم کا تشنج محسوس ہو رہا تھا۔

دوسری رات کو بھی اسے حسب معمول خواہش پیدا ہوئی لیکن اس نے صراحی تک جانے کی کوشش سے احتراز کیا۔ چوتھی رات کو وہ بغیر کسی الجھن کے آرام سے سو گیا۔ البتہ کچھ دیر یہ ضرور سوچتا رہا کہ انسانی اعصاب پر اس عجیب و غریب عرق کا اثر کتنا شدید پڑتا ہے۔

اس دوران میں ستاروں کا مطالعہ کرنے کے بہانے، اس نے الموت کی فصیل کا اس مقصد سے تفصیلی جائزہ لے لیا کہ آیا کوئی ایسی جگہ ہے جہاں سے وہ اسے عبور کر کے نیچے اتر سکے۔ اس نے قصے کہانیوں میں پڑھا تھا کہ وہ بالوں کی رسیاں بنا کر یا کمبلوں میں لپٹ کر اس قسم کی دیواروں سے نیچے پھسل جاتے تھے۔ لیکن اسے اندازہ ہوا کہ عملی طور پر ایسا کرنے کے مقابلے میں اس طرح کی کہانیاں تصنیف کرنا بہت آسان تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کئی دفعہ عمر ہمت کر کے نشیبی راستوں تک پہنچنے کامیابی بھی ہو گیا لیکن نتیجتاً آگ کے دروازے پر متعین مسلح پہرے داروں نے اسے ہر دفعہ آگے بڑھنے سے روک دیا۔ پہرے دار بات بالکل نہ کرتے تھے کیونکہ وہ گونگے تھے۔ اس نے اس بات کی بھی تحقیق کر لی تھی کہ قلعے میں اسلحہ کا ذخیرہ بھی کہیں موجود نہ تھا۔ جو بلند قامت حبشی اور فدائی قلعے کی فصیل کی نگرانی کرتے تھے صرف ان کے پاس ہتھیار ہوتے تھے۔ اور جب ان کی چھٹی مل جاتی تھی تو وہ اپنے ہتھیار ساتھ لے جاتے تھے۔

فدائیوں کے اقامتی علاقے تک پہنچنا بھی ممکن نہ تھا۔ رہا ان سے بات چیت کر کے تعلقات پیدا کرنے کا سوال۔ سو وہ دیکھنے ہی میں چیتوں کی طرح خونخوار تھے ان سے گفتگو کرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ اس کے علاوہ تین یا سات سات کی ٹولیوں میں وہ مختلف مقامات پر متعین تھے۔

''اس کا مطلب یہ ہے'' اس نے سوچا۔ ''کہ خواہ میں چار دیواری کے اندر چلوں پھروں یا باہر جانا چاہوں بہر حال مجھے ان پہرے داروں کے بیچ میں سے ہو کر گزرنا پڑے گا۔ اور باہر جانے کے لیے کسی نہ کسی دروازے کو طے کرنا لازمی ہے۔''

صدر دروازہ رات کے وقت بند ہو جاتا تھا۔ ایک قندیل اس کے اوپر روشن کر دی جاتی تھی اور سات فدائی وہاں پہرا دیتے تھے۔ عمر نے صرف ایک مرتبہ رات کے وقت ایک شخص کے قلعے سے باہر جاتے دیکھا تھا اور وہ بھی چھوٹے بغلی دروازے سے وہ وسیع صحن کے دوسرے کنارے پر تھا۔ وہ شخص ایک دراز قد داعی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

معلوم ہوتا تھا اس نے تین پہرے داروں کو جو وہاں متعین تھے، ایک تحریر دکھائی تھی تب انہوں نے اس دروازے کا قفل کھولا تھا۔

دن چھپنے کے بعد جب عمر اپنی قیام گاہ سے باہر جاتا تو غلام گردش کے نگراں اس پر نظر رکھتے تھے۔ یہ بات اس کے علم میں تھی۔ لہٰذا رات کے وقت چھپ کر بھاگنا بھی محال تھا۔

''تو پھر دن کے وقت صدر دروازے کے رستے ہی فرار ہونا چاہیے۔'' عمر نے اپنے دل میں یہ قطعی فیصلہ کرلیا۔ (بغلی دروازے میں طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک قفل پڑا رہتا تھا)

اس فیصلے پر پہنچنے کے بعد عمر نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ وہ دن بھر ایک کھلی چھت پر بیٹھا بظاہر اونگھتا رہتا لیکن بیشتر وقت وہ دروازے کی طرف غور سے دیکھتا رہتا تھا۔ اور فرار ہونے کی کوئی امید افزا صورت اس کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ کسی غیر آدمی یا گھوڑے کو دروازے کے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ جب دیہاتی اجناس یا دوسری اشیاء لاتے تو دروازے پر پہرا دینے والے فدائیوں کے سپرد کردیتے، وہ سامان قلعے کے اندر پہنچانا فدائیوں کا کام تھا۔ اکثر اوقات فدائیوں کے مسلح دستے قلعے کے نشیبی تہ خانوں سے نکل کر اوپر کے صحن میں آتے دکھائی دیتے اور خاموشی سے دروازے کے باہر چلے جاتے تھے۔ کبھی کبھی ایک یا دو ایسی داعی آتے جاتے نظر آجاتے جو کسی خاص کام سے قلعہ الموت سے باہر جاتے یا باہر سے اطلاعیں لے کر قلعے میں آتے تھے۔ لیکن حسن کو کسی نے آتے جاتے نہیں دیکھا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کے باوجود شیخ الجبال ہر روز صدر دروازے سے گزرتا تھا لیکن کوئی شخص اسے پہچان نہ سکتا تھا۔ اگر عمر نے ہر آنے جانے والے کا غور سے جائزہ نہ لیا ہوتا تو اسے بھی اس بات کا پتا نہ چل سکتا۔

عمر نے دیکھا کہ وہی طویل القامت داعی جسے اس نے رات کے وقت بغلی دروازے سے جاتے دیکھا تھا متواتر تین روز سے دوپہر ڈھلے، سخت گرمی اور تیز دھوپ میں، صدر دروازے سے تنہا باہر جاتا تھا اور تقریباً آدھ گھنٹے کے بعد واپس آکر صحن عبور کر کے قلعے کی عمارت میں غائب ہو جاتا تھا۔ اس کی اس متواتر آمد و رفت اور ایک شخص سے اس کی چال ملتی جلتی دیکھ کر عمر کی توجہ اس کی جانب کچھ زیادہ بڑھ گئی۔ ایک دفعہ جب اس شخص نے دروازہ کھولنے کے لیے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا تو عمر نے فوراً پہچان لیا کہ داعی کے بھیس میں خود حسن باہر آتا جاتا ہے۔ اس دوران میں حسن ہمیشہ اپنی نگاہیں نیچی رکھتا اپنے ہاتھ عموماً آستینوں میں چھپائے رہتا ۔اور اپنے چہرے کے خدوخال چینیوں کے سے بنالیتا تھا۔ وہ اپنے آپ کو چینی نژاد ظاہر کرنے کے لیے کندھے جھکا کر چلتا تھا۔ مزید برآں اس نے اپنے سر کے چمکتے ہوئے بال پیچھے کی طرف سمیٹ کر ان میں چینیوں کی طرح گرہ بھی لگا رکھی تھی باوجودیکہ وہ بظاہر اپنی ہیئت تبدیل کرنے میں بڑی حد تک کامیاب ہو گیا تھا لیکن عمر کی نگاہوں سے وہ اپنے ہاتھ نہ چھپا سکا۔

عمر کو اس بات پر بڑا تعجب تھا کہ آخر حسن اپنے ہی قلعے کے دروازے سے بھیس بدل کر کیوں آتا ہے۔ اور وہ بھی ایک مقررہ وقت پر؟

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان سوالوں کا جواب بھی عمر کی سمجھ میں فوراً ہی آ گیا۔ رفیقوں نے اسے بتایا تھا کہ شیخ الجبال کو کسی نے کبھی قلعے سے باہر آتے جاتے نہیں دیکھا۔ دراصل حسن اپنے معتقدین پر اپنی فوق الفطرت قوت کا سکہ بٹھانا چاہتا تھا۔ خود حسن نے بھی اتفاقاً اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ پیامبر کبوتر ایک قریبی گاؤں میں رکھے جاتے تھے اور وہ الموت کے باشندوں پر یہ راز ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ خبریں کس طرح بھیجتا اور منگواتا تھا۔ لہٰذا وہ روزانہ دوپہر کے وقت چھپ کر گاؤں میں کبوتروں کے اڈے پر جاتا تھا۔

اس طرح وہ فدائیوں اور عام آدمیوں کو ایک داعی نظر آتا تھا۔ اور داعیوں کو ..... عمر یہ سوچ کر مسکرایا ..... داعی اس وقت یا تو سوتے ہوتے تھے یا قلعے کے تہ خانوں میں کام کر رہے ہوتے تھے۔ لیکن اگر اتفاق سے وہ حسن کو اس وقت دیکھ بھی لیں تو زیادہ سے زیادہ یہی سمجھیں گے کہ باہر سے کوئی نیا داعی وارد ہوا ہے۔

عمر نے ان زائچوں کی مدد سے، جو اس نے الموت کے قیام میں صاف نظر نہ آنے والے ستاروں کو دیکھ کر ترتیب دیئے تھے حسن کے اس رویے سے چند نتائج بھی اخذ کیے تھے۔ بہر حال اس نے سوچا کہ سارے داعی نہ تو آپس میں صورت شناس ہو سکتے ہیں اور نہ آواز سے ہی ایک دوسرے کو پہچان سکتے ہیں۔

''لہٰذا فرار ہونے کا موقع صرف اس طرح مل سکتا ہے۔'' اس نے ان سب باتوں سے یہ نتیجہ نکالا۔'' کہ حسن کے نقش قدم پر چل کر ایک داعی کے بھیس میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دروازہ عبور کیا جائے۔"

دوسرے دن دوپہر کو عمر نے داعیوں کا لباس حاصل کرنے کی ایک ترکیب سوچی۔ رکن الدین کئی دفعہ جنت کی شراب کا تذکرہ کر چکا تھا۔ عمر کو یاد تھا کہ رکن الدین تلواروں کے رقص والے دن کس قدر اشتیاق سے ملاوٹی شراب کا بھرا ہوا پیالہ غٹ غٹ پی گیا تھا۔ اور پھر حسن کا ہی وہ قول بھی اس کے ذہن سے محو نہ ہوا تھا کہ "میں نے اپنے عالموں اور سائنس دانوں پر جنت کی مسرتوں سے لطف اندوز ہونا ممنوع قرار دے رکھا ہے!" یہ سوچ کر عمر نے رکن الدین کو اپنے کمرے میں بلا لیا اور اندر سے دروازہ اچھی طرح بند کر لیا۔

اس نے لاابالیانہ انداز سے شراب کی صراحی اٹھا کر پیالہ بھرا اور اپنے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے پستہ قد فلسفی کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"جنت کی شراب۔"

رکن الدین بیتاب ہو کر صراحی کے قریب کھسک آیا اور اسے بڑی للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"کیا یہ..... واقعی وہی ہے؟"

عمر نے پیالہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اگر شک ہو تو پی کر دیکھ لو۔"

دروازے پر نظر ڈالتے ہوئے رکن الدین نے ایک ہی سانس میں پیالہ خالی کر دیا۔ مسرور ہو کر ایک گہرا سانس لیا اور اور اس کے موٹے موٹے گالوں پر سرخی دوڑ گئی۔ بڑی حسرت سے اس نے پیالہ نیچے رکھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''صراحی میں ابھی خاصی شراب ہے۔'' عمر نے بڑی لاپروائی سے کہا۔ ''جی چاہے تو اور پی لو۔''

تیسرا پیالہ ابھی آدھا ہی پیا تھا کہ ٹھگنے آدمی پر بے ہوشی طاری ہونے لگی۔ وہ چاروں شانے چت گدے پر لیٹ گیا۔ پوٹے نشے سے بوجھل ہو گئے۔ گفتگو میں بے ربطی پیدا ہو گئی۔ عمر قریب بیٹھا، کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر اس نے بڑے پرسکون لہجے میں رکن الدین سے اس طرح سوال کیا، جیسے وہ اس مسئلے پر دیر سے گفتگو کر رہے ہوں۔

''حسن کے پاس جو بے اندازہ دولت ہے، جو غیر معمولی قوت و اقتدار اسے حاصل ہے۔ یہ سب کچھ کہاں سے اور کیسے آیا ہے؟''

''خوف کے ذریعے۔ اس خنجر کے ڈر سے جو قتل کرتا بھی ہے اور نہیں بھی کرتا۔ اس نے ہمیں سمجھایا ہے کہ انسان معلوم کے مقابلے نامعلوم وجوہ سے زیادہ ڈرتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اس کے قبضے میں ایک پوشیدہ.....

رکن الدین ایک دفعہ پھر اپنی کہنیوں کے سہارے اٹھ کر بیٹھا اور پیالے کی باقی شراب بھی جلدی جلدی اپنے حلق میں انڈیل لی ..... منہ ہی منہ میں وہ کچھ بڑبڑایا اور پھر لیٹ کر بے سدھ ہو گیا۔

چند منٹ میں عمر نے اپنے کپڑے تار ڈالے اور ان کے بجائے بے ہوش رکن الدین کا سرخ ساٹن کا خلعت پہن کر اس کی مخمل کی چوگوشیا ٹوپی اوڑھ لی۔ حالانکہ خلعت قدرے چھوٹا تھا لیکن ڈھیلی آستینوں اور پھیلے ہوئے دامن سے کام چل گیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس نے اپنے سفری جوتے اتار کر رکن الدین کے نیچی ایڑی کے بوٹ بھی پہن لیے اور جو اس کے پاؤں میں ٹھیک آ گئے۔

کھڑکی کے باہر نظر دوڑا کر عمر نے اندازہ لگایا کہ ابھی شام ہونے میں دیر ہے۔ غالباً حسن گاؤں سے واپس آ گیا تھا۔

بخارا کے گھوڑوں کے تاجر کا سا لمبا چوڑا لباس جو اس نے اتار ڈالا تھا رکن الدین کے جسم پر ڈال دیا تا کہ اگر کوئی اندر جھانکے تو سمجھے، عمر خود لیٹا ہوا ہے۔ اپنے ہاتھ آستینوں میں چھپا کر وہ غلام گردش میں نکل آیا۔ اسے کہیں دور سے باتیں کرنے کی آواز آ رہی تھی۔ لیکن اس وقت غلام گردش میں کوئی نہ تھا۔

تیز تیز قدم اٹھاتا عمر صحن میں کھلنے والے دروازے تک پہنچ گیا۔ اس نے اپنی رفتار سست کر دی اور گردن جھکا کر چلنے لگا۔ دستار کے بغیر اسے اپنا سر کچھ عجیب سا محسوس ہوا۔ سنگ سفید کے صحن کی چمک سے اس کی آنکھیں چندھیانے لگیں۔

صراحیاں اٹھائے دو غلام اس کے قریب سے گزر گئے۔ اب دروازہ اس کے سامنے تھا جہاں سوائے پہرے داروں کے اور کوئی نہ تھا۔ جیسے جیسے وہ دروازے کے قریب آتا جا رہا تھا اس کے دل کی حرکت تیز ہوتی جا رہی تھی۔

فدائیوں کا سالار جس کی کمر میں تلوار لٹکی ہوئی تھی کبھی کبھی نظر اٹھا کر اسے دیکھ لیتا تھا۔ کسی نے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہ کی۔ دیواروں سے گرمی نکل کر ہوا میں گھل رہی تھی۔ صرف چار قدم اور چل کر وہ دروازے تک پہنچ جائے گا۔ عمر نے سوچا ۔ایک..... دو..... تین..... چار.....

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''آج کا لفظ راہداری کیا ہے؟'' پہرے داروں کے سالار نے تلخ لہجے میں پوچھا۔ ''آقا؟''

عمر پیس دم بخود رہ گیا۔ اس نے نہ تو پہلے سنا تھا نہ یہ سوچا تھا کہ شناختی لفظ (پرول) کی بھی ضرورت ہوگی۔ اس نے بلا تو مل جواب دیا۔ ''مجھے اس وقت یاد نہیں آ رہا۔ ہمارے عالی مرتبت آقا نے مجھے خود بھیجا ہے.....'' معقول وجہ بتانے کے لیے اس نے دماغ پر زور دیا۔ ''گاؤں جانے کے لیے..... کبوتر کے ذریعے پیغام روانہ کرنے۔''

سائن کی عبا کے اندر ہاتھ ڈال کر اس نے اپنی پیٹی سے چاندی کی وہ نلکی نکالی جو حسن کبوتروں کے ذریعے پیغام رسانی کے لیے استعمال کرتا تھا۔ ''یہ دیکھو یہ ثبوت ہے۔ مجھے بہت جلد جانا ہے۔''

سائے میں کھڑے ہوئے پہرے داروں نے تجسس آمیز نگاروں سے عمر کو دیکھا ان کا کپتان کچھ بھونچکا سا ہو گیا۔ اسے تو محض ہتھیار استعمال کرنے کی تربیت ملی تھی۔ عقل سے کام لینا اس کی بساط سے باہر تھا۔ عمر نے جلدی سے وہ نلکی اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ ''تو ذرا اسے اپنے رکھ! میں ابھی گاؤں سے کبوتر پکڑ کے لایا۔ لیکن سمجھ لے اس میں جو پیغام بند ہے وہ کسی پر ظاہر نہ ہونے پائے۔ ورنہ یاد رکھ! آقا کا غضب تجھ پر نازل ہونا یقینی ہے۔''

پہرے داروں کے سردار نے نلکی کو مضبوطی سے مٹھی میں دباتے ہوئے کہا۔ ''یا اللہ! جلدی کر!''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پہرے داروں کو اپنی واپسی کا یقین دلانے کے بعد، عمر نے دروازے سے نکل کر سڑک پر دوڑنا شروع کر دیا۔ قلعے کی فصیل سے اس نے گاؤں کو ایک جھلک دیکھی تھی۔ البتہ اسے یہ معلوم تھا کہ وہاں گھوڑے بھی رکھے جاتے تھے۔ اور مختلف سمتوں سے آنے والے کارواں وہاں سے گزرتے رہتے تھے۔ وہ دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہا تھا کہ کہیں اقرونوس سے ملاقات نہ ہو جائے۔ یا کسی ایسے شخص کی اس پر نظر نہ پڑ جائے جو اسے پہچانتا ہو۔

گھاس کے انباروں کو کھاد کے ڈھیروں سے گزرتا ہوا وہ کبوتر خانے کی طرف بڑھتا رہا جس کے اوپر کبوتر تاوے کاٹ رہے تھے۔ اس نے سڑک کے کنارے درختوں کے سائے میں کچھ مزارعوں اور اجنبی قبائلیوں کو بیٹھے دیکھا، کہ کبوتر خانے کے صحن میں داخل ہو کر اسے جو شخص سب سے پہلے ملا عمر نے اس سے چلا کر کہا۔

''ایک پنجرے میں دو کبوتر طلب کر رہا ہے جنہیں آقا استعمال کرتا ہے ا .....''

''خوب! کیا تو، وہ کبوتر طلب کر رہا ہے جنہیں آقا استعمال کرتا ہے یا .....''

''ہاں ہاں! وہی کبوتر۔ شیخ الجبال کا حکم ہے۔''

وہ عمر کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔ شاید اس سے قبل حسن نے کبھی کسی کے ذریعے کبوتر نہ منگوائے ہوں گے یا پھر اس کا نام سن کر وہ کچھ بدحواس سا ہو گیا تھا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا، بید کی لکڑی سے بنے ہوئے پنجروں کے ڈھیر کی طرف چلا۔

''اور اصطبل سے ایک گھوڑا زین کسوا کر فوراً منگواؤ۔ گھوڑا بہت عمدہ ہونا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چاہیے۔'' عمر نے عجلت آمیز لہجے میں اس جاتے ہوئے آدمی کو ہدایت دی۔ ''گھوڑا لانے کے لیے کسی اور آدمی کو بھیجو۔''

عمر نے وقت گزاری کے لیے بے دلی سے ادھر ادھر ٹہلنا شروع کر دیا۔ کبوتروں کے نگراں نے سڑک کی طرف منہ کر کے بلند آواز سے اعلان کیا کہ ایک سرخ پوش آقا قلعے سے وارد ہوا ہے اور اسے فوراً ایک تیز رفتار گھوڑا چاہیے۔ خدا کے لیے جلدی کرو ورنہ ضرور ہم پر کوئی شدید مصیبت نازل ہو جائے گی۔ سڑک کے کنارے اونگھتے ہوئے لوگ احاطے کے دروازے پر جمع ہو کر اندر جھانکنے لگے۔ کبوتروں کا نگراں ایک ہاتھ میں کبوتروں کا پنجرا لٹکائے اور دوسرے ہاتھ میں زین سے پنجرا باندھنے کے لیے رسی لیے بھاگم بھاگ عمر کے پاس آیا۔

عالیجاہ! لیجیے یہ حاضر ہے۔ دیکھیے بازو کے اندر کی طرف یہ پرچو کورا کترا ہوا ہے اور دم پر سرخ روشنائی سے یہ دائرہ بنا ہوا ہے۔ ان نشانات کی وجہ سے یہ کبوتر دوسرے کبوتروں سے الگ پہچانے جاتے ہیں۔ اور اگر آقا.....

اتنے میں گھوڑا پہنچ گیا۔ اور عمر بات ادھوری چھوڑ کر جلدی سے اس پر سوار ہو گیا۔ اس نے جھک کر کبوتروں کا پنجرا زمین سے اٹھایا اور کسی قسم کے رخصتی کلمات کہے بغیر لگام کھینچ کر گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا احاطے کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

گاؤں کی بڑی سڑک پر پہنچ کر وہ دائیں ہاتھ مڑ گیا تا کہ دریا اس کے راستے میں حائل نہ ہو۔ وہ اقرونوس کے ہمراہ دریا عبور کر کے آیا تھا جہاں اس نے محسوس کیا تھا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہ پہرا لگا ہے۔ اسے اس کا قطعی علم نہ تھا کہ دوسری سڑکیں کس طرح جاتی ہیں البتہ یہ یقین تھا کہ ہر سڑک خواہ وہ کہیں جاتی ہو اسے الموت سے دور لے جانے میں ضرور مدد کرے گی۔ اور وہ چاہتا بھی یہی تھا کہ دن چھپنے سے پہلے اپنے اور حسن کے درمیان زیادہ سے زیادہ طویل فاصلہ حائل کر لے۔

جب وہ ایک ایسی سڑک پر مڑا جس پر کارواں کے نشانات دور تک صاف نظر آ رہے تھے وہ ایک تنگ وادی سے ہوتا ہوا نیچے اترنے لگا۔ اچانک چند آدمی ہاتھوں نیزے لیے ایک غار سے نمودار ہوئے۔ عمر کے لباس اور گھوڑے کو غور سے دیکھنے کے بعد وہ سب ''خدا حافظ'' کا نعرہ لگا کر پھر غار میں روپوش ہو گئے۔

عمر نے بھی جواب میں نعرہ لگایا۔ ''خدا تمہارا بھی حافظ و ناصر ہو۔''

جیسے ہی وہ سرحدی چوکی کی نظروں سے اوجھل ہوئی عمر نے چابک مار کر گھوڑے کو سرپٹ دوڑایا جو اونچی نیچی پہاڑیوں کو پھلانگتا اور تناور چیڑ کے گھنے جنگل میں طرارے بھرتا ہوا دیکھتے دیکھتے کہیں سے کہیں جا پہنچا۔ عمر نے یکا یک ایک زور کا قہقہہ لگایا۔

الموت کے دروازے پر عمر نے جو چاندی کی نلکی پہرے داروں کے سالار کو دی تھی۔ اس کے اندر یہ پیغام تھا ''عمر خیام رے کی جانب سفر کر رہا ہے۔''

شام ہوتے ہوتے، پسینے میں شرابور، لنگڑاتے ہوئے گھوڑے پر سوار اس نے آخری پہاڑی عبور کر لی اور وسیع میدانی علاقے میں داخل ہو گیا۔ دھندلاتے ہوئے اجالے میں اس نے سامنے نظر ڈالی تو اسے سڑک ایک سفید فیتے کی طرح دکھائی دی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جو ایک شکستہ مقبرے پر جا کر ختم ہو جاتی تھی۔ اس مقبرے کے قریب ہی کھیتوں میں بنی ہوئی جھونپڑیوں کے دروازوں سے جھانکتی ہوئی چراغوں کی روشنیاں بڑھتے ہوئے اندھیرے پر چشم نمائی کر رہی تھیں۔ کہیں کہیں الاؤ بھی روشن تھے۔

پہلے الاؤ کے قریب گھوڑے سے اتر کر اس نے گاؤں کے نمبر دار کو طلب کیا اور ایک تازہ دم گھوڑا لانے کا حکم دیا۔ ''میں شیخ الجبال کے کام سے سفر کر رہا ہوں۔'' عمر نے یہ بات اس خیال کے تحت کہی کہ وہ گاؤں کوہستانی سڑک کے اختتام پر واقع تھا اور وہاں کے باشندے اس سے قبل بھی حسن کے آدمیوں کی خدمت ضرور بجا لائے ہوں گے۔

''کون شیخ الجبال'' بوڑھے کسان نے عمر سے سوال کیا۔ ''وہی جو پہاڑ کی بلندیوں پر رہتا ہے؟''

''ہاں قلعہ الموت میں۔''

ایک دوسرے سے کانا پھوسی کرنے کے بعد چند کسان عمر کے گھوڑے کو ساتھ لیے۔ الاؤ چھوڑ کر چلے گئے۔ اب خاصا اندھیرا ہو گیا تھا۔ اتنے میں ایک چھوٹی سی بچی کسی طرح سے وہاں آ نکلی۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ عمر نے اس کی موجودگی کا کوئی خیال نہیں کیا تو وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی کبوتروں کے پنجرے کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ اس نے پنجرے میں اپنی انگلی ڈال کر کبوتروں کے پروں کو چھوڑا۔

عمر سے پکڑے خاموش بیٹھا تھا۔ وہ اس قدر تھک گیا تھا کہ بھوک پیاس کا احساس بھی نہ کر سکتا تھا۔ ہر چند وہ الموت سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لیکن اسے شک تھا کہ آیا وہ حسن کے خدام کی گرفت سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو سکے گا یا نہیں؟

''ان کبوتروں کو تم نے اس پنجرے میں کس طرح بند کر لیا؟'' بچی نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

جب عمر نے اس کی طرف دیکھا تو وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گئی۔ لیکن اس کا دل نہیں چاہتا تھا کہ وہ کبوتروں کو چھوڑ کر چلی جائے۔ ''میں انہیں اکثر ہوا میں اڑتے دیکھتی ہوں۔'' اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ ''کبھی کبھی یہ اتر کر پیڑوں پر بھی بیٹھ جاتے ہیں۔ اور جب میں قریب پہنچتی ہوں تو پھر سے اڑ جاتے ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے اس کی آواز بھرا گئی۔

''وہ کھیتوں میں اتر کر دانہ بھی چگتے ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے وہ کچھ دیر میرے ساتھ کھیلیں لیکن ذرا کی ذرا ٹھہر کر اڑ جاتے ہیں اور میں انہیں تکتی رہ جاتی ہوں۔''

عمر نے بچی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''کیا تم چاہتی ہو کہ کبوتر اتر کر تمہارے پاس آ جائیں اور بے کھٹکے تمہارے چاروں طرف زمین پر پھدکتے پھریں؟''

''ہاں! یہی تو میں چاہتی ہوں۔'' اس نے خوش ہو کر ہلکے سے تالی بجاتے ہوئے جواب دیا۔

عمر نے جھک کر اپنے قدموں کے نیچے سے تھوڑی سی گیلی مٹی اٹھالی۔ قریب ہی ایک تالاب تھا اور ان چوپایوں کی آمد و رفت سے جو تالاب کے کنارے پانی پینے آتے تھے اس پاس کی مٹی گیلی ہی رہتی تھی۔ تھوڑی سی مٹی اور لے کر عمر نے لکڑی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر جمائی اور مٹی کو دبا کر ایک کبوتر کا پتلا بنایا بچی پاس آ کر بیٹھ گئی اور بڑی دلچسپی سے مٹی کا کبوتر بنتے دیکھتی رہی۔ عمر نے لکڑی کی دو تیلیاں اس مٹی کے پتلے میں لگا کر گویا کبوتر کے پاؤں بنا دیئے اور اسے زمین پر کھڑا کر دیا۔ ''اب تمہیں تھوڑا سا انتظار کرنا پڑے گا۔'' اس نے بچی کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''جب یہ کل دھوپ میں سوکھ جائے تو اس کہیں پانی کے قریب رکھ دینا۔ ہوا میں اڑتے ہوئے کبوتر جب تمہارے اس کبوتر کو دیکھیں گے تو ضرور اتر کر اس کے پاس آ جائیں گے۔ مگر دیکھو۔ تم چپ چاپ انہیں دیکھتی رہنا۔ ان کے پیچھے دوڑنا مت۔''

ارے واہ! یہ تو سچ مچ کا کبوتر معلوم ہوتا ہے۔'' بچی نے بڑے اعتماد کے ساتھ کہا۔

جب کسان نیا گھوڑا لے کر اس کے پاس پہنچے تو عمر نے اندازہ لگایا کہ وہ دیہاتی قسم کا گھوڑا نہ تھا۔ اس نے انگڑائی لی اور کبوتروں کا پنجرا اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔

''کیا وہ جلد آئے گا۔'' نمبردار نے رازدارانہ لہجے میں عمر سے پوچھا ''یعنی وہ دن جس کے ہم منتظر ہیں؟''

''نمی دانم۔ خدا می داند۔'' (میں نہیں جانتا۔ خدا ہی جانتا ہے)

''عمر تمام راست سفر کرتا رہا۔ جب وہ ایک شہر کی فصیل کے پاس پہنچا تو پہچان گیا کہ وہ قزوین کی شہر پناہ ہے اس نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ شہر پناہ کے اس پار خراسان جانے والی عظیم شاہراہ حد نظر تک سیدھی چلی گئی تھی۔ وہ پھر اس سڑک پر ہو لیا کیونکہ اسے خیال تھا کہ شاید الموت کے مخبر اس کی تلاش میں اس وقت تک

قزوین پہنچ چکے ہوں گے۔

جب سورج کی کرنوں نے بلند قامت پہاڑوں کی چوٹیوں کو بوسہ دیا اور تاریکی کا پردہ چاک کر کے بھوری پہاڑیوں نے سر اٹھایا تو ایک ناقابل برداشت غنودگی عمر پر غالب آنے لگی۔ وہ زین کا ہتا پکڑ کر اونگھنے لگا۔ تھکے ہوئے گھوڑے کی رفتار بھی سست پڑ گئی۔ عمر کو یقین تھا کہ وہ رے کی سمت سفر کر رہا ہے۔ خراسان کی طویل شاہراہ پر۔ جس پر اس نے رحیم کے ہمراہ سفر کیا تھا۔ جس پر چل کر انسان کسی منزل پر نہیں پہنچتا۔ وہ مٹی کے کبوتر ہی تو ہی جو ریتلے میدانوں میں چلتے پھرتے ہیں

.........اس غنودگی کے عالم میں عمر کے دماغ میں بے ربط خیالات آ رہے تھے

.........آخر یہ معصوم بچے معجزوں، فوق الفطرت باتوں کو اتنی آسانی سے کیوں قبول کر لیتے ہیں۔ شاید ان کے بڑے بوڑھے جن کی دماغی صلاحیتیں کمزور پڑ چکی ہیں انہیں شکی بناتے ہیں۔ ان میں سوء ظن پیدا کر دیتے ہیں۔ اس نے محسوس کیا جیسے مٹی کے بنے ہوئے کبوتر تنبیہی پیغامات لیے ہوا میں ادھر سے ادھر اڑ رہے ہیں۔ ان کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی اور جب ایک آواز نے اسے عربی میں مخاطب کیا تو وہ ایک دم چونکنا ہو گیا۔

''کون ہو تم؟''

سورج کی بھرپور روشنی میں گرد و غبار کیا طوفان اٹھا۔ ڈھیلی ڈھالی عبائیں پہنے اور سروں پر کساوے باندھے، سواروں کی ٹولیاں عمر کے قریب سے گزرنے لگیں۔ کبھی کبھی کچھ لوگ رک کر اسے غور سے دیکھنے لگتے تھے۔ عمر نے بھی اپنے گرد آلود

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ساٹن کے لباس پر ایک اچٹتی نظر ڈالی۔

''میں ایک مسافر ہوں'' اس نے جواب دیا۔ ''میں ان فلک بوس پہاڑوں سے آرہا ہوں'' عمر نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا..... اور عظیم المرتبت سلطان ملک شاہ کی بارگاہ تلاش کرتا پھر رہا ہوں۔''

''حضور! آپ؟'' ایک جانی پہچانی آواز فضا میں گونجی۔ ایک کوزہ پشت اپنے گھوڑے کی پشت سے کود کر عمر کی طرف دوڑا اور اس یک رکاب تھام لی۔ جوش مسرت سے کوزہ پشت کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ ''کیا آپ اپنے غلام جعفرک کو بھول گئے؟''

''لیکن'' عمر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''جعفرک تو قصر کوچک میں ہوگا۔''

''نہیں'' مسخرے نے قہقہہ لگایا۔ ''فوج واپس آگئی۔ ملک شاہ کی سوار فوج سمرقند سے واپس آگئی۔ میں بھی ان کے ہمراہ چل پڑا تا کہ رے پہنچ کر آپ کو تلاش کروں۔''

چلتے چلتے ایک اونٹ رکا اور لڑکھڑاتا ہوا بیٹھ گیا۔ محمل کا پردہ ہٹا کر ایک عورت زمین پر کود پڑی۔ اور سواروں کے درمیان دوڑتی ہوئی عمر کی طرف بڑھی۔

''میرے آقا'' عائشہ چلائی۔ ''اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو تمام آفتوں سے محفوظ رکھا۔ شہر رے کے بازاروں میں انہوں نے بتایا..... آپ کے محافظ دستے کے بیوقوف شمشیر برداروں نے۔ کہ آپ کو جنات اڑا کر لے گئے تھے۔'' اس نے عمر کی رکاب مضبوطی سے پکڑتے ہوئے کہا۔ ''انہوں نے آپ کی شکل بھی بدل

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ڈالی ہے۔ یہ آپکی داڑھی کو کیا ہوا؟''

''آقا!'' اسحاق دربان نے احتراماً زمین پر دوزانو ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی۔ مگر یہ لڑکی بھلا قصر میں کب ٹکنے والی تھی۔ جعفرک سے ساز باز کر کے آپ کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی اور شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر سڑکوں پر بے نقاب ماری ماری پھر رہی ہے۔

میرے ضمیر نے مجھے پکارا: ''اے اسحاق! اپنے آقا کی ناموس کی حفاظت تیرا فرض ہے۔'' وہ رے پہنچ کر سکون سے نہ بیٹھی۔ اس عرب دستے کے کمان دار کے پاس گئی۔ آپ کی گم شدگی کا حال بتایا۔ پھر وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا ..... خدا ہمارے سلطان پر اپنی برکتیں نازل فرمائے ..... سلطان نے حکم دیا۔ عمر خیام کو تلاش کیا جائے۔ وہ کہیں بھی ملے۔ پہاڑوں کی برف پوش چوٹیوں پر یا سمندروں کی طوفانی سطح پر .....''

'' بکواس بند کر۔ خوشامدی کتے'' عائشہ نے جھلا کر اسحاق کو ڈانٹا۔ عمر کی بازیافت پر عائشہ اس قدر جذباتی ہو گئی تھی کہ عرب سواروں کے درمیان اسے اپنے بے پردہ ہونے کا احساس بھی نہ رہا تھا۔ عرب سوار خود ہی اس کی طرف پشت کر کے کھڑے ہو گئے تھے ..... ''کمبخت اس میں تیری کوشش کو کیا دخل ہے کہ میرا آقا صحیح سلامت مجھے مل گیا ہے۔ اگر میں یہ سب کچھ نہ کرتی تو قصر کو چک کے دروازے پر بیٹھا تو آج تک ناک صاف کرتا ہوتا اور اس جاسوس خواجہ سرا سے رشوت میں سونا وصول کر کے اپنی جیبیں بھرتا رہتا .....''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''خاموش!'' عمر نیدرشت لہجے میں کہا۔ سوار دستے کا افسر اس کی طرف آرہا تھا۔

عائشہ نے بھی فوراً اپنے چہرے پر نقاب درست کرلیا۔ نوجوان افسر نے عمر کے سامنے پہنچ کر اپنا بایاں ہاتھ سینے پر رکھا اور دائیں ہاتھ سے جھک کر اسے سلام کیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ عمر کے لباس کی انوکھی وضع کی متجسس نگاہوں سے بھی دیکھتا رہا۔

''مجھے صحیح صحیح بتاؤ۔'' اس نے عمر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''کیا واقعی تم سلطان کے منجم ہو؟''

''بے شک'' عمر نے تحکمانہ لہجے میں جواب دیا۔ مگر یہ بھی سوچنے لگا کہ وہ اپنی موجودہ ہیئت کذائی کا کیا جواز پیش کرسکتا ہے..... ''میں وہاں۔ اوپر کوہساروں میں جادوگروں سے جنگ کررہا تھا اور انہی کے لباس میں وہاں سے بھاگ کر آرہا ہوں۔''

''واللہ! آجکل کیسے کیسے عجیب وغریب واقعات رونما ہورہے ہیں۔'' عرب افسر کی حیرت ایک پوشیدہ خطرے میں تبدیل ہوتی نظر آئی۔ وہ گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ ''اب میں سلطان کے حکم سے آپ کو آگاہ کرتا ہوں۔ آپ کو میرے ہمراہ براہ راست بارگاہ سلطان میں حاضر ہونا ہے۔''

''سلطان کا حکم سر آنکھوں پر۔'' عمر چاہتا تھا کہ جس قدر جلد ہوسکے وہ نیشاپور اپنی رصدگاہ میں پہنچ جائے۔ ''آجکل سلطان کا پڑاؤ کہاں ہے؟ سردار!''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ظل اللہ اصفہان کی سمت سفر فرما رہے ہیں ہمیں بھی اسی طرف جانا ہے۔''

جب عائشہ کے اصرار اور اپنی نیند کی شدت سے مجبور ہو کر محمل میں سوار ہو گیا تو عرب دوشیزہ نے اطمینان کا سانس لیا۔ ''دیکھا! سفر ایسے ہوتا ہے۔ ایک ہزار تیغ زن آپ کے جلو میں چل رہے ہیں اور سلطان کی لامحدود عنایات آپ کا انتظار کر رہی ہیں..... ان کوہستانی جادوگروں کے یہاں کچھ عورتیں بھی ضرور ہوں گی؟''

عمر نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ ''ہاں۔ پرستان کی ایک دوشیزہ وہاں تھی۔ جو جنت کی نہر میں تیرتی ہوئی کشتی پر بیٹھی رو رہی تھی۔''

''جنت! کیا آپ اس دنیا کو چھوڑ کر اس اس جنت میں چلے گئے جہاں حوریں ہوتی ہیں؟''

وہ ایک خواب تھا۔ عائشہ! درحقیقت اصلی جنت تو زندگی کے راستے میں ایک لمحہ آرام کر لینے کے مترادف ہو گی۔''

عائشہ چپ چاپ بیٹھی رہی۔ جیسے کچھ سوچ رہی ہو۔ پھر اس نے اپنے بازو عمر کی گردن میں حمائل کر دیئے اور اپنے ہونٹ اس کے کان سے ملا کر اسے بتایا: نظام الملک کو سلطان نے برخاست کر دیا ہے اور اسی وجہ سے آپ کو طلب کیا گیا ہے۔''

عمر کو شبہ ہوا کہ شاید وہ غلط بیانی سے کام لے رہی ہے۔ نظام الملک جو دو نسلوں سے مسلسل سلجوقی سلطانت کے سیاہ و سفید کا مالک رہا ہے برخاست کر دیا گیا۔ یہ کیسے ممکن ہے؟''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''ایک خط کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا۔'' عائشہ نے عمر کے تذبذب کا اندازہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ نظام الملک کس قدر طاقتور ہو گیا تھا۔ اس کے پوتے تک صوبوں کے گورنر بنے بیٹھے تھے۔ بہر حال! کسی شخص نے سلطان کو ایک خط میں لکھا کہ نظام الملک وزیر سلطنت ہے یا تخت سلطنت کا حصے دار اور ملک شاہ نیا یک روز مغلوب الغضب ہو کر نظام الملک سے کہا کہ میں صاحب تاج و سریر ہوں اور آج سے بغیر تیری مدد کے براہ راست اور بذات خود حکومت کا انتظام کروں گا۔

عمر بڑی محویت سے عائشہ کی باتیں سن رہا تھا اسے نظام الملک سے اپنی آخری ملاقات کا خیال آ گیا۔ کاش! اس نے نظام الملک کے حکم کی تعمیل میں ملک شاہ کو مطلع کر دیا ہوتا کہ سلطان کے خراسان کی طرف واپس آنے سے از روئے نجوم ناخوشگوار واقعات رونما ہونے کا اندیشہ ہے۔ تو بوڑھے وزیر کو یہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

''اور وہ خط'' عائشہ نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''ایک کبوتر لایا تھا۔ دوران فلک بوس پہاڑوں سے۔'' عمر یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ جب وہ خراسان جانے والی سڑک پر ایک فصیل والے شہر میں آرام کرنے کے لیے ٹھہرے تو عمر محمل سے باہر آیا اور اسحاق دربان کو حکم دیا اور وہ اس چوبی پنجرے میں سے جو اس کی تحویل میں تھا ایک کبوتر نکال لائے۔ جب کاغذ، قلم دات اور ایک چھوٹی تلکی جو کبوتروں کے ذریعے پیغام رسانی کے لیے استعمال ہوتی تھی، مہیا ہو گئے تو عمر نے کاغذ کا ایک پرزے پر حسب ذیل عبارت لکھی:

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''میں نے فیصلہ کرلیا ہے۔میرا راستہ الگ ہے اور تیرا راستہ الگ۔
لیکن جو کچھ میں نے تیرے یہاں رہ کر دیکھا ہے۔میں وعدہ کرتا ہوں
کہ جب تک مجھے یا میرے متعلقین کو تیری طرف سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔
میں اس کا تذکرہ کسی سے نہ کروں گا۔''

بغیر القاب و آداب لکھے اور بغیر دستخط کیے اس نے کاغذ کا یہ پرزہ لپیٹ کر نلکی میں رکھ دیا اور نلکی کبوتر کے پنجے میں باندھ دی۔اس امر کا یقین کرنے کے لیے کہ وہ پرندہ الموت ہی کا ہے کٹے ہوئے پر اور دم پر سرخ نشان کا بھی ایک مرتبہ جائزہ لیا۔ جب کبوتر کو ہوا میں اچھالا گیا اس نے پہلے شہر کا تاوا کاٹا اور پھر شمال کی طرف پہاڑوں کا رخ کر کے تیزی سے خلاف میں غائب ہو گیا۔

عائشہ اور اسحاق جو اس کام میں عمر کے شریک تھا حیرت زدہ ہو کر برابر عمر کی حرکتوں کو دیکھتے رہے۔

''اب یہ جادوگروں کے گڑھ کی طرف اڑ گیا۔'' عائشہ نے خود کو یقین دلاتے ہوئے کہا۔

''غالباً دربان کی بھاری آواز آئی۔''خدا جانے اس نے کوئی دعا لکھی تھی یا منتر۔ بہر حال جنات کے ساتھ اسی قسم کا سلوک کرنا بہتر ہے۔لیکن آخر میں نتیجہ خراب ہی ہوتا ہے۔''اس نے ڈرتے ہوئے کہا''ریچھ کے بھٹ سے کبھی کوئی زندہ نکل کر بھی آیا ہے۔''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حوالہ جات

1۔

زاں پیش کہ بر غمہات شلیخوں آرند
فرمائی بتا تا می گلگوں آرند
تو زرنہ اے غافل ناداں کہ ترا
در خاک نہندو باز بیروں آرند

2۔

درحقیت حسن لوگوں کو مسحور کرنے کے لیے حشیش یا ہندوستانی بھنگ استعمال کرتا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ایران میں افیون کا رواج نہ ہوا تھا اور حشیش کو بھی کوئی نہ جانتا تھا۔ حسن پہلا شخص ہے جس نے وہاں حشیش کو روشناس کرایا۔ اسی لیے اس کے فدائیوں پر اس کا عجیب اثر ہوتا تھا جو رفتہ رفتہ حشیش کے عادی ہو گئے تھے اور وہ اس مسحور کن شے کو کسی اور ذریعے سے حاصل بھی نہ کر سکتے تھے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ حسن کے پیرو ''حشیشین'' (حشیش استعمال کرنے والوں) کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ جو بگڑ کر انگریزی میں Assassin ہو گیا جس کے مروجہ معنی ''قاتل'' یا ''فریب یا دھوکے سے مار ڈالنے'' کے ہیں۔ لیکن ''حشیشین'' کے صحیح لغوی معنی ''باطنی فرقے کے فدائی'' ہیں۔ حسن بن صباح نے جس روحانی سلسلے کی بنیاد ڈالی تھی اسے ''باطنی'' کہتے ہیں۔ ج۔ن۔

☆..........☆..........☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

باب پنجم

جنوبی شاہراہ کے آخری سرے پر اصفہان کے بازار اور ابن العطاش کی حویلی کے تہہ خانے

عائشہ کے لیے اصفہان خوشیوں کا سرچشمہ تھا۔ رنگ برنگے کپڑے ہر عورت کی فطری کمزوری دل ہوتے ہیں۔ بازار کپڑوں سے پٹے پڑے تھے۔ اس نے نارنجی، شوخ قرمزی اور گہرے اودے رنگ کے کپڑوں کے انبار خرید ڈالے۔ اسحاق دکان دکان اس کے ساتھ پھرتا اور اس بات پر مسلسل بڑبڑاتا اور کھولتا رہا کہ ایک خوبصورت کنیز کا اس طرح بازار میں آزادی کے ساتھ خرید و فروخت کرنا اس کے نقطہ نگاہ سے قطعی نازیبا اور مروجہ رسم و رواج کے خلاف تھا۔ اس کے کان آنے جانے والوں کی فقرے بازی پر لگے ہوئے تھے اور اصفہان میں تماش بینوں کی بھلا کیا کمی تھی۔ مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ اسے اس کام میں لطف بھی آ رہا تھا۔ ایک سنسان پائیں باغ میں تنہا بیٹھ کر مکھیاں مارنے کے مقابلے میں بازار میں مٹر گشت کرنا بہر حال دلچسپ مشغلہ تھا۔ اسحاق اپنی نئی ذمہ داری پر دل ہی دل میں نازاں بھی تھا ..... اس نے دو دیلمی شمشیر بردار محافظ بھی ملازم رکھ چھوڑے تھے جن کا کام یہ تھا کہ جب وہ عائشہ کے ہمراہ عمر کی نئی قیام گاہ سے کہیں باہر جائے تو وہ دونوں محافظ اس کے پیچھے پیچھے چلیں تا کہ دیکھنے والوں پر ذرا رعب پڑے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسحاق کا آقا اب ملک شاہ کا واحد منظور نظر اور چہیتا مشیر تھا۔ اس کے دروازے پر ہر وقت بڑے بڑے امیروں اور عہدے داروں کی بھیڑ لگی رہتی تھی جو اس کی خوشنودی حاصل کرنے اور دربار سلطانی میں سفارشیں پہنچانے کے لیے حاضر ہوتے رہتے تھے۔ مختلف قسم کی سواریوں کی قطاریں صبح سے شام تک وہاں لگی رہتیں۔ اسحاق کی کم ظرفی اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ ایک روز اس نے سپہ سالار کے حاجب کو جو عمر کی خدمت میں ایک ضروری کام سے حاضر ہوا تھا اس وقت تک اندر جانے کی اجازت نہ دی جب تک کہ عمر نے ایک زیر مطالعہ کتاب کا آخری صفحہ ختم نہ کر لیا۔

جب اسحاق دربان نے یہ واقعہ جعفرک سے بیان کیا تو جعفرک نے اسے سختی سے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ ''چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانے چاہئیں ورنہ ایک نہ ایک دن کوئی بچھو کی طرح ایسا ڈنک مارے گا کہ تجھے چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا۔''

''ہاں ہاں! سن لیا۔ مجھے معلوم ہے کہ میرا سر کہاں اور پیر کہاں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ میرے پاؤں اکھڑ کر سر پر جا لگیں۔''

جعفرک زیادہ وقت سڑکوں کی مٹر گشت میں گزارتا تھا۔ اسحاق کے خیال میں اس طرح وقت ضائع کرنا محض حماقت تھی جبکہ عمر کے دروازے پر سکون سے بیٹھ کر خاصا پیسہ کمایا جا سکتا تھا کیونکہ ہر شخص جو وہاں آتا تھا دربان کے لیے خیر سگالی کے طور پر ایک نہ ایک تحفہ ضرور لاتا تھا۔ اسحاق کو اس بات کا البتہ افسوس تھا کہ عمر اپنے ملاقاتیوں کو بہت جلد رخصت کر دیتا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بجائے اس کے کہ عمر طاقتور امراء کی خاطر مدارات کر کے ان سے تعلقات بڑھاتا یا دولتمند تاجروں سے مل کر کچھ مشترکہ نفع بخش معاملات طے کرتا یا غریبوں کے ساتھ خوش اخلاقی اور شفقت سے پیش آتا۔ اس کا طرز عمل کچھ عجیب قسم کا تھا۔ وہ ہر ملاقاتی کی باتیں بڑی بے دلی سے سنتا اور ایک دو لفظوں میں روکھا پھیکا جواب دے کر اسے بہت جلد ٹال دیتا تھا۔ بعض لوگوں سے تو وہ یہاں تک کہہ دیتا کہ وہ سلطان کا کوئی وزیر تو ہے نہیں کہ ان کی درخواستوں کو خود منظور کرے یا سلطان سے منظور کرائے۔ حالانکہ ہر فرد اس بات کو سو فیصد جانتا تھا کہ **ملک** شاہ عمر کی مٹھی میں تھا۔

''کیونکہ وہ ستاروں کا طلوع و غروب نہیں دیکھ سکتا۔ اور ان کے بڑھنے، گھٹنے کا مطالعہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے اس کا مزاج چڑچڑا ہو گیا ہے۔'' اسحاق نے اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ''بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ انتہائی عقلمند ہوتے ہوئے بھی یہ نہیں جانتا کہ ایک امیر جو سلطان کا قرب حاصل کرنے کا متمنی ہے۔ اس کی کس طرح ہمت افزائی کرنی چاہیے۔ واللہ! یہ بڑے تعجب کی بات ہے!''

عائشہ سنی ان سنی کر دیتی لیکن وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتی تھی کہ عمر کوئی معمولی عہدے دار نہیں ہے۔ ورنہ **ملک** شاہ آنکھ بند کر کے اس پر اس قدر اعتماد کبھی نہ کرتا۔ سب سے بڑا اعزاز اس کے خیال میں یہ تھا کہ عمر کو اس عظیم شخص کی سرپرستی و خوشنودی حاصل رہنی چاہیے جس کے ادنیٰ سے اشارے لاکھوں مسلح سوار اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جاتے ہیں اور بس۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جب سہ پہر کو ملک شاہ بڑے چوک میں چوگان کا کھیل دیکھنے آتا تو عائشہ بھی حرم سرا کے جھروکے میں بیٹھ کر بڑے ذوق و شوق سے یہ نظارہ دیکھتی اور اسے یہ کھیل دیکھنے میں مزا بھی بہت آتا تھا۔ اس وقت تمام عالی امراء طرے دار، جواہر نگار عمامے سر پر باندھے، ریشمی اور زربفت کی عبائیں پہنے وہاں حاضر ہوتے تھے۔ اور خود سلطان بھی گل انار رنگ کے شامیانے کے نیچے عمر کے ساتھ تشریف فرما ہوتا تھا۔ چابکدست سوار گیند کو لڑھکا کر سنگ مرمر سے تراشے ہوئے ستونوں کی طرف لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ جب ملک شاہ کے حکم سے کھیل ختم ہو جاتا تو مو سیقاروں کے سازوں کی کھنکتی ہوئی آوازیں عجیب سماں پیدا کر دیتیں۔ اس سارے پس منظر میں عائشہ عمر کے قوت و اقتدار کا اندازہ لگانے لگتی۔ اور زنجبیل کی میٹھی گولیاں چوستے ہوئے ان نقاب پوش عورتوں کی حسد بھری نظروں سے دیکھتی رہتی جو شاہی منجم کی ایک نگاہ التفات کی خواہشمند دکھائی دیتی تھیں۔

ایک دفعہ رات کے وقت عمر اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا ایک مکمل پوش صوفی سے باتیں کر رہا تھا۔ دوران گفتگو میں صوفی نے فیصلہ کن انداز میں اس بات پر زور دیا کہ روز ازل سے صرف اللہ ہی کو علم ہے کہ مستقبل میں کیا ہوگا۔

''تو پھر اسے یہ معلوم تھا کہ میں شراب پیوں گا۔'' عمر نے جواب میں کہا۔ ''اور اس حقیقت سے انکار کرنے والا میں ہوتا بھی کون ہوں؟''

عائشہ کو عمر کی یہ بات بہت ناگوار گزری تھی اور اس پر ایک خوف طاری ہو گیا تھا صوفی کے رخصت ہونے کے بعد عائشہ عمر کے پاس پہنچی تھی اور بڑی عاجزی سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسے سمجھایا تھا کہ مشیت خداوندی کا مذاق اڑانا بری بات ہے۔ اس نے عمر سے کہا تھا کہ وہ اس دولت و اقتدار پر نظر کرے جو اللہ تعالیٰ نے اسے ارزانی فرمائے ہیں۔

اور عمر نے اپنی خوبصورت کنیز کو جس کا چہرہ اس وقت کسی نامعلوم خوف سے زرد پڑ گیا تھا۔ پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''عائشہ! جب تم اس دنیا سے رخصت ہونے لگو گی تو کیا یہ ساری دولت و حشمت اپنے ساتھ لے جاؤ گی؟''

''مجھے کیا معلوم'' اپنی روپہلی چوڑیوں کو انگلی سے کلائی پر گھماتے ہوئے اس نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔

''تو پھر جتنا عیش کرنا ہے کر لو۔ کیونکہ..... میں یقین دلاتا ہوں۔ تم اس دنیائے آب و گل میں واپس نہ آؤ گی۔''

اس کے ہونٹ لرزنے لگے تھے جیسے وہ ایک دلدوز آہ کو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔

''نہیں عائشہ، میری جان۔'' عمر نے اسے اپنے آغوش میں کھینچتے ہوئے کہا۔ ''جنت میں ملنے والی حور کی امید میں بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں آج تجھے اپنے سینے سے جدا کر دوں۔''

''اس حور کے لیے بھی نہیں جو کسی جھیل کے اندر تیرتی ہوئی کشتی میں لیٹی تھی؟''

''کون سی چور؟ اوہو! میں سمجھا۔'' عمر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''نہیں! اس کے لیے بھی نہیں۔''

اطمینان کا سانس لیتے ہوئے عائشہ عمر کے بالوں میں اپنی نازک نازک انگلیوں

سے کنگھی کرنے لگی ...... عائشہ نماز بہت پابندی سے پڑھتی تھی۔ اور دن میں ایک مرتبہ ضرور جامع مسجد جا کر دعا مانگتی تھی۔ اس کی دلی تمنا تھی کہ کاش مرنے کے بعد بھی اسے جنت میں عمر ہی کے ساتھ رہنا نصیب ہو۔

محض اس تصور ہی سے اس کے تن بدن میں آگ لگ جاتی تھی کہ مبادا ایک سنہری بالوں والی کافر حسینہ وہاں بھی عمر کے آغوش کی تمنا دل میں لیے ہوئے انتظار کر رہی ہو۔

ملک شاہ کبھی عمر کو دربار سے رخصت کرنے کا اشارہ تک نہ کرتا تھا۔ جب سے اس نے نظام الملک کو برخواست کیا تھا وہ روز بروز اپنے منجم کے صلاح مشورے پر اعتماد کرنے کا عادی ہوتا جا رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ حدود مملکت کی توسیع اور اس کی اپنی شاندار فتوحات عمر کی جچی تلی پیشین گوئیوں کی مرہون منت تھیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کو اس میں سب سے بڑا دخل تھا لیکن ستاروں کے اثرات کے صحیح تجزیے نے بھی یہ فیصلہ کرنے میں مدد دی تھی کہ اسے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہ کرنا چاہیے۔

''انما الایات عند اللہ (نشانیاں تو بیشک اللہ تعالیٰ کے ہی قبضہ میں ہیں) ملک شاہ نے ایک روز کلام پاک کی یہ آیا با آواز بلند تلاوت کیں۔ ''ولو اننا نزلنا الیھم الملئکۃ و کلمھم الموتی و حشرنا علیھم کل شیء قبلا ما کانوا لیومنوا الا ان یشاء اللہ'' (اور اگر ہم ان کے پاس فرشتوں کو بھیج دیتے اور ان سے مردے باتیں کرنے لگتے اور ہم تمام موجودات (غیبیہ) کو ان کے پاس ان کی آنکھوں کے روبرو لا کر جمع کر دیتے تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے ہاں اگر خدا ہی چاہے تو اور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بات ہے)

''لیکن بفرض محال میں ستاروں کی چالیں صحیح نہ سمجھ سکوں، اے فرمانروائے شرق وغرب! تو پھر کیا ہو؟ میں بھی انسان ہوں۔ اور انسان خطا کا پتلا ہے۔ اس سے کسی وقت بھی غلطی سرزد ہو سکتی ہے۔''

ملک شاہ نے عمر کی یہ بات غور سے سن کر سر ہلایا۔ ''قسم ہے کعبے کی مجھے اس بات کا شبہ بھر بھی اندیشہ نہیں ہے۔ ایک ٹٹ پونجیا رمال یا ہاتھ دیکھ کر اٹکل پچو قسمت کا حال بتانے والا بے شک دروغ بیانی کر سکتا ہے۔ لیکن تیرا علم کامل ہے۔ یہ تقریباً ناممکن ہے کہ ایک معمولی سا فلکیاتی مشاہدہ کرنے میں تجھ سے غلطی سرزد ہو جائے۔

عمر جواب دینے ہی والا تھا کہ سلجوقی فرماں روا نے اضطراری طور پر اپنے خیالات مجتمع کرتے ہوئے کہا کہ ''قرآن میں یہ بھی آیا کہ پیغمبروں کے دشمن ہوتے ہیں۔ انسانوں میں شیطان بھی ہوتے ہیں اور سرکش جنات بھی۔ میں تو ایک معمولی بادشاہ ہوں اور یہ بادشاہی بھی محض خدا کی دین ہے۔ میرے بھی لاتعداد دشمن ہیں۔ اس لیے مجھے صحیح مشورے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔''

قرآن مجید بند کرتے ہوئے اس نے عمر کی خاموشی کو اتفاق رائے پر محمول کیا۔ کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''ایک ادنیٰ درجے کے رمال کو غلط بیانی کرنے کے لیے رشوت دی جا سکتی ہے..... کبھی کبھی اس قسم کا خیال تیرے متعلق بھی میرے دماغ میں آیا ہے۔ لیکن تیرے علم و شخصیت کے پیش نظر میں ہمیشہ اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ از روئے نجوم اگر کسی بات کا جواب نفی میں تو سونے کا پہاڑ بھی رشوت میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پیش کر کے دنیا کی کوئی طاقت ''نہیں'' کے بدلے تجھے ''ہاں'' کہنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔''

عمر خاموش بیٹھا سنتا رہا۔ اسے معلوم تھا کہ نجوم کے معاملے میں کوئی صعولیل سلطان کے عقیدے میں تبدیلی نہیں کر سکتی۔ ''نظام الملک نے تو سلطان المعظم کو کبھی دھوکا نہیں دیا تھا۔'' اس نے بڑی جسارت سے عرض کیا۔

''نظام الملک نے شاہی اقتدار کا بہت بڑا حصہ اپنے قبضہ و تصرف میں لے لیا تھا۔'' ملک شاہ نے کچھ سوچتے ہوئے قرآن مجید کی ورق گردانی کر کے اس میں سے کاغذ کا ایک پرزہ نکالا۔ ''یہ کچھ تیرے بارے میں ہے'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

اس کاغذ پر خوشخط باریک الفاظ میں یہ پیغام لکھا ہوا تھا: ''اگر خیالم پیغمبری کا جامہ پہن کر بھی سامنے آئے تو اس کی بات پر یقین کرنے سے پہلے یہ ضرور تحقیق کر لینا کہ شیر کی کھال کے اندر کہیں گیدڑ تو چھپا ہوا نہیں ہے۔''

''مجھے کسی بات کے دیکھنے یا تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس سے پہلے کہ عمر کچھ کہے ملک شاہ خود ہی بول پڑا۔ ''مجھے تیری قدر و قیمت معلوم ہے۔ ملاذگرد کی جنگ کے وقت سے ہماری قسمتیں ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں۔

کاغذ کا پرزہ عمر سے واپس لے کر اس نے اپنی مضبوط انگلیوں سے چاک کر دیا۔ اور غصہ کے ساتھ اسے سامنے رکھی ہوئی روشن انگیٹھی میں پھینک دیا۔

''جاسوس'' اس نے بلند آواز سے کہا۔ ''میں اس قسم کے تمام افراد کو اپنی حدود مملکت سے نکال باہر کروں گا۔ نظام الملک کہا کرتا تھا کہ وہ میرے چشم و گوش ہیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ میرے افسروں اور خادموں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ وہ لوگ جو مجھ سے خائف ہیں یا میرے خلاف سازشیں کرتے ہیں وہ ان جاسوسوں کو دل کھول کر رشوت دیتے ہیں تاکہ وہ میرے روبروں ان کی تعریفیں کریں۔ اور خدا کی قسم جو مجھ سے محبت کرتے ہیں انہیں جاسوسوں کو رشوت دینے کی کبھی ضرورت پیش نہیں آتی۔ آجکل لوگ میرے سامنے دشمنوں کی تعریفوں کے پل باندھتے ہیں اور میرے دوستوں کی برائیاں بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ لیکن آج تک کسی نے میرے متعلق کوئی نازیبا کلمہ میرے سامنے نہیں کیا نہ کوئی الزام تجھ پر لگانے کی جسارت کی ہے۔''

''لیکن میں خود اپنے آپ کو قابل الزام گردانتا ہوں۔'' عمر نے زور دے کر کہا۔

''میں یہاں رہ کر کچھ نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنی رصد گاہ واپس چلا جانا چاہیے!''

ملک شاہ نے تعجب سے اس کی طرف دیکھا۔ ''واللہ! مجھے تیری رفاقت کی ضرورت ہے۔''

''نہیں حال ہی میں ایک نئی دریافت کی ہے۔ کرۂ ارض کے متعلق ایک بالکل نئی تحقیق۔

''آہا۔ شاید کوئی سیارہ دریافت کر لیا! سلطان نے خوشی سے مسکراتے ہوئے طشت میں سے انگوروں کا ایک خوشہ اٹھاتے ہوئے کہا۔ انگور کے کچھ دانے عمر کی طرف بھی بڑھائے ..... سلطان شاذ و نادر ہی یہ عزت کسی کو عطا کرتا تھا۔ ''بے شک، بے شک۔ اور ہمارا دور حکومت تیری عقل و دانش کی روشنی سے ضرور جگمگائے گا.....''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''وہ کوئی نیا سیارہ نہیں ہے۔ میں نے دریافت کیا ہے کہ..... یہ کرۂ ارض۔ یہ زمین حرکت کرتی ہے۔ گھومتی ہے۔''

ایک لمحے کے لیے **ملک** شاہ کے چہرے پر حیرت ابھری۔ پھر اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''اس طرح کے بھیانک خواب سبھی دیکھتے ہیں۔ میں نے بھی ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ میں گر رہا ہوں۔ نیچے اور نیچے۔ جیسے پیروں تلے زمین نہ ہو۔ اور آخر کار میں خلا میں گردش کرنے لگا تھا..... تیرے خیال میں یہ کوئی برا شگون تو نہ تھا۔؟''

''وہ تو محض ایک خواب تھا۔ خداوند نعمت کا ستارہ عروج پر ہے۔ کسی طرح کا خوف دل میں لانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' عمر تفصیل سے **ملک** شاہ کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ وہ کس طرح کئی برس سے اس نظریے کا تجربہ کر رہا ہے کہ ''زمین'' بجائے ساکن رہنے کے دن اور رات کے چوبیس گھنٹوں میں اپنے گرد گھوم جاتی ہے۔ اور جسامت میں سورج یا چاند سے بڑی ہونے کے باوجود زمین درحقیقت فضائے بسیط میں ایک چھوٹا سا دھبہ نظر آتی ہے..... لیکن **ملک** شاہ کو اس بات کا یقین نہ آیا۔ وہ بات ٹالنے کے لیے آہستہ آہستہ انگور کھانے لگا اور ان کے ذائقے کی تعریف شروع کر دی۔

''کل ہی کی بات ہے'' سلطان نے بات چھیڑتے ہوئے کہا۔ ''میں نے ان جانوروں کے سر شمار کرائے جو میں نے شکار میں مارے تھے۔ وہ نو ہزار سے بھی زیادہ تھے۔ میں نے سوچا، محض اپنا دل خوش کرنے کے لیے اللہ کی اتنی مخلوق کو قتل کرنا

کہاں تک جائز ہو سکتا ہے؟ اور اب میں سوچ رہا ہوں کہ اس کا کفارہ ادا کرنے کے لیے میں نو ہزار طلائی سکے خیرات کروں گا۔"

"الحمدللہ!"

"بے شک۔ اللہ ہی تعریف کی لائق ہے۔" ملک شاہ نے عاجزی سے اپنا سر جھکاتے ہوئے کہا۔ "میں نے کچھ دن بعد تجھے گھومنے پھرنے کی اجازت دے دوں گا۔ لیکن اس وقت تجھے رخصت دینا خود اپنا اپنا بازو اپنے ہاتھ سے کاٹ ڈالنے کے مترادف ہوگا۔"

عمر دربار شاہی سے رخصت ہو کر عقبی کمرے سے ہوتا ہوا باہر آیا۔ وہ اس وقت بہت دل شکستہ اور اداس دکھائی دے رہا تھا۔ جب وہ چوک سے گزرا تو چراغ روشن ہو چکے تھے۔ اور گرد وغبار کے دھند میں ٹمٹما رہے تھے۔ لوگوں نے اسے پہچان لیا تھا۔ مختلف قسم کی چہ میگوئیاں سنتا ہوا وہ تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھ گیا۔

"وہ دیکھو! وہ خیام جا رہا ہے جس نے نئی زیج مرتب کی ہے...... یہ خواجہ امام عمر ہے جو یہ بتاتا ہے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے...... کافروں کا رفیق...... یہ شاعر بھی ہے۔ مگر شعر کہہ کر تلف کر دیتا ہے کہ مبادا......"

اس کے مکان کے دروازے پر ملاقاتیوں کا ایک ہجوم تھا۔ عمر نے ان سب لوگوں کو یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ وہ اس وقت کسی سے ملنا نہیں چاہتا۔ اور سیدزنان خانے میں چلا گیا جو بالائی منزل میں تھا۔ عائشہ نے بڑھ کر مضحکہ خیز انداز میں فرشی سلام کرتے ہوئے اسے خوش آمدید کہا۔ وہ نہ معلوم کب سے سولہ سنگار کیے بیٹھی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھی۔ بازار سے کئی قسم کی مٹھائیاں منگوا کر سلیقے سے دستر خوان پر چن رکھی تھیں۔ ایک سنہری صندوقچہ جس میں گہرے رنگ کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے اس نے رید کر وہاں رکھ چھوڑا تھا۔ عود دان میں صندل کا برادہ جلا کر اس نے عمر کے آنے سے پہلے ہی کمرے کو معطر کر رکھا تھا اور اس کا انتظار کرتے کرتے اکتا سی گئی تھی۔

کمرے میں پھیلی ہوئی شوق انگیز خوشبو کا اثر لیے بغیر عمر سامان نوشت و خواند کے قریب لیٹ گیا۔ اس کی طبیعت گپ شپ کے لیے آمادہ نہ تھی۔ جب اس نے قلم اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو عائشہ نے بھی اپنا منہ دوسری طرف پھیر یا۔

کچھ دیر تک تو وہ اپنے بال سنوارتی رہی۔ آخر ایک طرح کے جذبہ رقابت سے مجبور ہو کر اس نے عمر سے پوچھا۔

"یہ کیا لکھا جا رہا ہے؟"

"کچھ نہیں۔"

"یہ کوئی ایسی چیز ہے......" اس نے کاغذ پر طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "جو تمہیں افسردہ بنا دیتی ہے۔ شاید کوئی تعویذ ہے؟ کیا لکھا ہے اس میں؟"

ازروئے حقیقی نہ ازروئے مجاز
ما لعبتگا نیم و فلک لعبت باز
بازیچہ ہمی کنیم بر نطع وجود
رفتیم بصندوق عدم یک یک باز

"مرد گڑیاں نہیں کھیلتے" عائشہ نے جل کر کہا۔ "وہ شاہین کی طرح دشمنوں پر

جھپٹتے ہیں۔ بہر حال یہ بڑی بیکار سی بات ہے۔ اگر تم گڑیا ہوتے تو تمہارے اندر سوچنے کی صلاحیت نہ ہوتی اور انسان تو ایک ایک جیتی جاگتی چیز ہے اس کے ساتھ گڑیا کی طرح نہیں کھیلا جا سکتا۔'' عائشہ نے عمر کو لبھانے کے لیے ادائے خاص سے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ ''ایسی بے مزا باتیں لکھنا تو نیم خواندہ منشیوں اور خشک مزاج زاہدوں کو ہی زیب دیتا ہے۔''

عمر نے کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی جو عائشہ کی چھوٹی بڑی قیمتی اشیاء سے بھرا ہوا تھا۔ طشت میں میوہ بھری کھجوریں جوں کی توں رکھی تھیں۔ باوجودیکہ اس طرح کی تازہ کھجوریں عائشہ کی بے حد مرغوب تھیں مگر عمر کے انتظار میں اس نے آنکھ اٹھا کر بھی ان کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

وہ اس کے پہلو میں آرام سے لیٹ گئی اور آنکھیں بند کر لیں۔ جب عائشہ بناؤ سنگار کر کے اپنے بہترین ریشمی کپڑے پہنتی تو وہ جنت کا ایک خوش رنگ طاہر نظر آتی تھی۔ لیکن اس طرح لاپروائی اور بے تکلفی سے لیٹے ہوئے دیکھ کر عمر اس کے حسن سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

گردن جھکا کر عمر نے بڑے پیار سے اس کے ہونٹوں کو چوما۔ اور نوجوان دوشیزہ نے بانہیں اس کی گردن میں حمائل کر دیں۔ دراصل وہ مصنوعی طور پر سوئی سوئی اور اپنے خیالات میں کھوئی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے اس کاغذ پر فاتحانہ نظر ڈالی جس پر صرف چار سطریں تحریر تھیں اور جواب دور فرش پر جا گرا تھا۔

''آقا'' جعفرک نے عمر کو بتایا۔ ''تیرے کوہستانی جادوگر اصفہان تک آپہنچے ہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''

درباری مسخرے کی گفتگو کا لب لباب یہ تھا کہ شہر کے بازاروں میں عجیب و غریب واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ اس نے رات کو وقت مسجد کے دروازے پر لوگوں کر سرگوشیاں کرتے سنا تھا۔ وہ لوگ ایک شخص کا ذکر رہے تھے۔ جس نے حیات بعد الممات کے راز فاش کر دیے تھے۔ جب وہ مر گیا تو اسے جنت کی سیر کرائی گئی اور وہاں کے حالات بیان کرنے کے لیے اسے پھر دنیا میں واپس بھیج دیا گیا۔

''اس نے جنت میں کیا دیکھا؟'' عمر نے سوال کیا۔

چشموں سے ابلتی ہوئی شراب۔ سبزے پر بچھے ہوئے رنگ برنگ قالین اور سیاہ چشم حوریں جن کے حسن نے اسے مدہوش کر دیا۔''

''کیا جنت میں کوئی دریا بھی بہتا ہے؟''

جعفرک نے بڑے والہانہ انداز سے سر ہلایا۔ اس نے اکثر اس بات پر غور کیا تھا کہ قبر سے ماورا کیا چیز اس کا انتظار کر رہی ہوگی۔

''جن لوگوں نے اس مردہ شخص کو باتیں کرتے سنا ہے وہ اس کے برعکس بتاتے ہیں کہ وہاں دریا وغیرہ نہیں بلکہ ایک جھیل ہے جس پر ہر وقت روپہلی چاندنی چھائی رہتی ہے۔''

اس نے اشتیاق بھری نگاہوں سے عمر کی طرف دیکھا۔ عائشہ نے اکثر جعفرک سے اس بات کا تذکرہ کیا تھا کہ جب عمر پہاڑوں پر جادوگروں سے برسر پیکار تھا تو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسی زمانے میں اس نے ایک خواب دیکھا تھا اور اسے خواب میں ایک ایسی ہی جھیل دکھائی دی تھی۔ لیکن اس شخص کے خلاف، جو مرنے کے بعد زندہ ہو کر گوشہ قبر سے پھر دنیا میں واپس آیا ہے عمر نے اپنا خواب زیادہ تفصیل سے کبھی بیان نہ کیا تھا۔

''ہاں'' عمر نے جعفرک کی بات پر صاد کرتے ہوئے کہا۔ ''ایک جھیل ہے اور اس جھیل میں ایک تفریحی کشتی سوتے ہوئے راج ہنس کی طرح خاموشی سے تیرتی رہتی ہے۔''

''واللہ! کچھ اور حالات بتائیے۔ میرے آقا۔''

''پھر صبح کو آنکھ کھلی گئی اور بس۔''

جعفرک نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ بدن کے جوڑوں میں ایک طرح کی سختی محسوس کرتے ہوئے اسے اپنے بڑھاپے کا خیال آیا۔ اس کے دل میں یہ تمنا کروٹیں لینے لگی کہ کاش مرنے کے بعد وہ جنت میں پہنچ کر ایک مرتبہ پھر نوجوان ہو جائے۔ ''تندمند، وجیہ اور قدآور۔

''بھلا کون واپس آیا ہے اس طویل سفر سے (2) ''عمر نے سوچتے ہوئے کہا۔

''ایک شخص کو تو بہر حال واپس آتے ہوئے ہم سن رہے ہیں۔''

جعفرک کے دل کو یقین آ گیا تھا کہ ایسا ہوا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پیغمبر صلعم نے جنت میں ہمیشہ بہنے والی نہروں کو خوش خبری دی تھی۔ عمر نے بھی جو کبھی جھوٹ نہیں بولتا بقول عائشہ کے..... خواب میں جنت کی سیر کی تھی جہاں شراب کی نہریں بہہ رہی تھیں۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس شخص کی بات کا یقین نہ کیا جائے جو اسی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

قسم کی نہروں کا ذکر کر رہا تھا۔ جعفر کے اپنے اس یقین کو مزید تقویت دینے کے لیے اپنے کانوں سے مذکورہ شخص کو بولتے ہوئے سننا چاہتا تھا۔ دن چھپتے ہی وہ مسجد کے دروازے کا چکر لگانے کے لیے چل کھڑا ہوا۔ لیکن اس کے کان بدستور سرگوشیوں پر لگے ہوئے تھے۔

ایک دبلے پتلے خستہ حال درویش سے اس سلسلے میں اس کی بات چیت ہوئی تھی۔ وہ بھی اس واقعے کو سچا سمجھتا تھا۔ اسی نے جعفر کو پوری تفصیل بتائی تھی اور یقین دلایا تھا کہ اس وقت وہ خود وہاں موجود تھا جب مردہ شخص نے ایک خاص بڑے مجمع کے سامنے باتیں کی تھیں۔ اور آئندہ جمع کو ہر مسجد کے عقب میں ابن العطاش کے مکان پر وہ پھر گفتگو کرے گا۔ جعفر کا خیال تھا کہ اگر کوئی درویش کسی معجزے کی تصدیق کر دے تو یقیناً وہ سچا ہی ہوگا۔

وہ عمر کے سامنے یہ سب باتیں بیان کرتا رہا۔ عمر نے یہ سب کچھ سن لینے کے بعد جعفر کو غور سے دیکھا اور خاموش ہو رہا۔

جعفر کے دل میں ایک ہیجان برپا تھا۔ اس نے اپنے دل میں طے کر لیا تھا کہ وہ ابن العطاش کے مکان پر جو جامع مسجد کے عقب میں واقع تھا ضرور جائے گا۔ دوسرے دن سرِ شام سے ہی وہ اس امید میں وہاں پہنچ گیا تھا کہ شاید اسے مذکورہ اجنبی شخص کو بچشم خود باتیں کرتے دیکھنے کا موقع مل جائے۔

جب وہ ابن العطاش کے دروازے پر پہنچا تو وہاں اس نے ایک شخص کو گھوڑے پر سوار کھڑے پایا جو اندھیرے کی آڑ میں سے آنے جانے والوں کو غور سے دیکھ رہا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھا۔

''ارے جعفرک! تو یہاں کیا کر رہا ہے؟''

مخاطب ہونے والا توتوش تھا۔ اصفہان کے بازاروں میں پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ عجیب واقعات رونما ہو رہے تھے جن کا جاسوسوں کے سربراہ توتوش نے تذکرہ کیا تھا۔

گزشتہ مہینے سے متعدد افراد یکے بعد دیگرے گم ہو رہے تھے۔ اس سلسلے میں پریشان کن بات یہ تھی کہ گم ہونے والے بھک منگے یا معمولی حیثیت کے انسان نہ تھے۔ ان میں سے بیشتر مالدار تاجر، معزز زمیندار اور مشہور قبیلوں کے سردار تھے..... پانچ افراد تو بالکل ہی مفقود الخبر تھے۔

یہ امر طے شدہ تھا کہ انہیں آوارہ گرد قبائلیوں نے اغوا نہیں کیا تھا کیونکہ شہر پناہ کے باہر جاتے ہوئے انہیں کسی نے نہ دیکھا تھا۔ وہ شہر کے اندر ہی کہیں غائب ہو گئے تھے۔ اور یہ تمام واقعات دن چھپنے کے تھوڑی دیر بعد ہی رونما ہوئے تھے۔ پانچویں اشخاص یا تو گھوڑوں پر سوار تھے یا اکیلے پیدا چل رہے تھے..... ان میں سے اکثر مغرب کی نماز کے بعد مسجد سے اپنے اپنے گھر واپس جاتے ہوئے گم ہوئے تھے۔

علاوہ ازیں۔ ایک عجیب بات یہ تھی کہ پانچویں آدمیوں کو کسی نامعلوم شخص کی طرف سے غیر معمولی قسم کے تحفے بھیجے گئے تھے۔ تفتیش کے دوران میں ان کے گھر والوں نے توتوش کو بتایا تھا کہ تمام گم شدہ افراد کے سرہانے مختلف اوقات میں نہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

معلوم کون دو تازہ روٹیاں لپیٹ کر رکھ گیا تھا۔

''کھاتے پیتے لوگوں کی مسہریوں کے سرہانے بھلا روٹیوں کا کیا کام؟''

توتوش ہر دفعہ یہ سوال کرتا تھا۔''ارے روٹیاں! اور وہ بھی تازہ پکی ہوئی جیسے فوراً کوئی تنور سے نکال کر لایا ہو۔''

جعفرک نے اپنا سر ہلایا۔ یہ واقعات نوعیت کے اعتبار سے بڑے ہی غیر معمولی تھے۔ لیکن اللہ ہی سب کچھ کرتا ہے۔ اس طرح کے واقعات کو معجزہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ نہ خرق عادت جیسا کہ ایک درویش نے دیکھ کر اس سے بیان کیا تھا۔

''غور کرنے کی بات ہے.....''توتوش بڑبڑایا.....وہ مسجد سے پیدل جا رہے تھے..... پانچ میں سے تین کو آخری بار جامع مسجد میں دیکھا گیا تھا۔ لہٰذا میں نے تمام دروازوں اور قرب و جوار کی چھتوں پر اپنے آدمی متعین کر دیے ہیں۔ لیکن اس سے کیا ہوتا ہے۔ اندھیرے میں کیا دکھائی دے سکتا ہے؟ گم شدہ اشخاص کے عزیز و اقارب نے عدالت میں بڑی واویلا مچا رکھی ہے اور گورنر..... لیکن تو راتوں کو یوں سڑکوں پر آوارہ گردی کرتا پھر رہا ہے؟''

''میں پانے ایک دوست کا انتظار کر رہا ہوں جس سے مجھے قرض وصول کرنا ہے ..... میرا خیال ہے کہ ان پانچوں آدمیوں کو کہیں چھپا دیا گیا ہے۔''

''تو پھر وہ کہاں چھپائے گئے ہیں؟ سڑکوں پر متعین پہرے داروں نے انہیں نہیں دیکھا؟ پھر وہ سب مشہور دولت مند آدمی تھے کوئی چور اچکے نہیں تھے۔ مالدار آدمی جب روپیہ پیسہ لے کر کہیں تنہا جاتے ہیں تو محض نہتے بھی نہیں ہوتے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جعفرک دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ جاسوسوں کا طاقتور سربراہ اس سے تبادلہ خیال کرنے کے لیے رک گیا تھا۔ ''اچھا اگر وہ سب مالدار اسامیاں تھے تو ممکن ہے انہیں آوارہ و سرکش بدمعاش تاوان لے کر چھوڑنے کی لالچ میں پکڑ کر لے گئے ہوں۔''

توتوش تیزی سے تسبیح پھراتے ہوئے پھر بڑبڑایا۔ ''لوگ تجھے بے وقوف کہتے ہیں لیکن تو بعض اوقات عقلمندوں سے زیادہ سمجھداری کی باتیں کرتا ہے۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔ انہیں تاوان یا ڈنڈ کے لالچ میں کوئی پکڑ کر نہیں لے گیا۔ کیونکہ ان پانچوں میں سے کسی کے اعزا کو بھی اس قسم کا کوئی مطالبہ موصول نہیں ہوا..... تاہم..... اللہ ہی عالم الغیب ہے..... ممکن ہے کسی وقت روپیہ طلب کرنے کے لیے کوئی ان کے پاس آجائے۔ بہرصورت الزام میرے ہی سر آتا ہے۔''

''خدا آپ کو تفتیش میں کامیاب کرے۔''

جعفرک نے جاسوسوں کے افسر اعلیٰ سے اجازت چاہی۔ لیکن ایک لمحے کے لیے اس نے توقف کیا۔ وہ توتوش کے ملازموں کی نظروں سے بچنا چاہتا تھا مگر گلی میں جا کر درویش سے باتیں کرنے کو بھی اس کا دل چاہ رہا تھا۔ شاید کسی نئے معجزے کا حال درویش سے معلوم ہو سکے۔ وہ گلی میں داخل ہونے کے بعد تیز تیز قدم اٹھاتا اس امید میں مسجد کی طرف چل پڑا کہ شاید مسجد کے دروازے پر درویش سے ملاقات ہو جائے۔

اس وقت تک تقریباً ایک تہائی رات گزر چکی تھی۔ اور عشاء کی نماز ختم ہو چکی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھی۔محرابی دروازے پر آویزاں قندیل کی روشنی میں اسے صرف دو ملا نظر آئے اور ایک اندھیرے میں چل رہا تھا۔جعفرک جب اس کے سامنے پہنچا تو وہ گڑگڑا کر جعفرک سے مخاطب ہوا۔

''اے اللہ کے بندے! کیا تو اندھے پر ترس کھا کے گھر کے دروازے تک

جعفرک سے مخاطب ہوا۔

''اے اللہ کے بندے! کیا تو اندھے پر ترس کھا کے گھر کے دروازے تک پہنچنے میں اس کی مدد کرے گا؟''

''بے شک''جعفرک نے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے کہا۔''کدھر ہے تیرا گھر ؟''

''مسجد کے پچھواڑے۔''اندھے نے کبڑے کا ہاتھ پکڑ لیا اور جلدی جلدی راستہ طے کرنے لگا۔''بائیں ہاتھ کو تیسرا دروازہ جہاں فصیل ختم ہوتی ہے۔ویسے تو کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہے مگر جس کے آنکھیں نہ ہوں اس کے لیے اتنا فاصلہ بھی میلوں لمبا معلوم ہوتا ہے۔ہائے میری قسمت!''

بائیں ہاتھ کو تیسرا مکان۔''جعفرک نے ایک اضطراری دلچسپی کے ساتھ دہرایا ۔''وہ ابن العطاش کا مکان تو نہیں ہے؟''

نابینا نے جعفرک کی طرف منہ پھیرتے ہوئے اس طرح کہا جیسے وہ اس کے چہرے کو گھورنے کی کوشش کر رہا ہو۔''ابن العطاش؟ تو اسے کیسے جانتا ہے۔اے اندھے کے مہربان دوست؟''

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''مجھے اس کی تلاش ہے۔''

''بہت لوگ اس کی تلاش میں آتے ہیں۔'' جیسے ہی وہ مسجد کے کونے پر پہنچ کر تنگ گلی میں داخل ہوئے سخت زمین پر اندھے کی لکڑی کی کھٹ کھٹ کی آواز تیز ہو گئی۔ جعفرک نے فوارے سے پانی گرنے کی آواز سنی اور اس نے اندھیرے میں مطلوبہ تیسرا دروازہ ڈھونڈ نکالا۔ شاید اس اندھے آدھی کو اس مکان کا راز معلوم ہو اور کچھ باتیں اس سے معلوم ہو جائیں۔؟ جعفرک سوچنے لگا۔

''ارے دروازہ آ گیا!'' اندھے نے لکڑی سے چھو کر اندازہ لگایا اور دستک دی۔ دروازہ چرمراہٹ کی آواز کے ساتھ کھل گیا۔ ''رے رفیق شب'' اندھے نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ ''آؤ! اندر آ جاؤ اور کچھ دیر آرام کر لو۔''

جعفرک کے بازو کا سہارا لیتے ہوئے وہ آگے بڑھا۔ ان کی پشت پر کوئی چیز حرکت کرتی معلوم ہوئی اور ایک آہنی پنجے نے درباری مسخرے کا گلا سختی سے دبوچ لیا۔ جعفرک شدت کرب سے بیتاب ہو گیا اور گھپ اندھیرے میں منہ کے بل گر پڑا۔

عائشہ کی نیند میں یکا یک کچھ خلل واقع ہو گیا اور وہ سوتے سوتے چونک کر جاگ اٹھی۔ وہ بہت ذکی الحس واقع ہوئی تھی۔ اس نے اپنے قریب کسی ایسی غیر معمولی شے کو حرکت کرتے محسوس کیا جس کی موجودگی خطرے سے خالی نہ تھی۔ کھلی ہوئی چھت پر عمر کے پہلو میں قالین کے اوپر لیٹے لیٹے اس نے بغیر ہلے جلے کچھ سننے کی کوشش کی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس نے پھر وہی ہلکی سی آواز سنی جس نے اسے سوتے سوتے چونکا دیا تھا.....
کوئی شخص چکنے فرش پر ننگے پاؤں چل رہا تھا۔ ان دونوں کے علاوہ ایک تیسرا شخص اس کے اتنے قریب گہری گہری سانسیں لے رہا تھا کہ خوف کی شدت سے اس کی سارے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ کسی چیز کے نیچے کاغذ دبانے کی ہلکی سی آواز آئی اور ایک عجیب قسم کی بو اس کی ناک میں داخل ہوتی محسوس ہوئی۔ نوجوان لڑکی چیخ مار کر اس طرح کھڑی ہو گئی جیسے خوفزدہ ہرنی خطرے کے احساس سے ایک دم اچھل کر کھڑی ہو جاتی ہے۔

جیسے ہی وہ کھڑی ہوئی اس نے ٹمٹماتے ستاروں کے مدھم روشنی میں ایک سیاہ ہیولے کو حرکت کرتے دیکھا۔ ننگے پیروں کی کھس کھس دور ہوتی چلی گئی۔ عمر نے بھی گھبرا کر اٹھتے ہوئے ایک شخص کو زینے کی طرف بھاگتے دیکھا اور وہ للکارتا ہوا اس کے پیچھے لپکا۔

لیکن نیچے صحن میں اس قدر اندھیرا تھا کہ اسے یہ پتا نہ چل سکا کہ وہ ناخواندہ مہمان کدھر گیا۔ اونگھتے ہوئے ملازمین اپنے اپنے حجروں سے نکل کر گرتے پڑتے عمر کی طرف بھاگے۔ مشعلیں روشن ہو گئیں۔ نامعلوم حملہ آور غائب ہو چکا تھا۔ صدر دروازہ بدستور مقفل تھا۔ اسحاق جو دروازے کے قریب زمین پر پڑا سو رہا تھا طرح طرح کی قسمیں کھا کر یہ یقین دلا رہا تھا کہ دروازہ کسی وقت بھی نہیں کھلا۔

عائشہ نے چھت سے نیچے جھانکتے ہوئے پکار کر عمر سے کہا۔ ''میرے آقا! یہاں آئیے۔ دیکھئے یہ کیا ہے؟''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جب مشعلیں اوپر لائیں گئی تو عمر نے اپنے تکیے کے قریب دو چیزیں پڑی دیکھیں۔ ایک بغیر نیام کا خنجر اور دو تازہ روٹیاں لپٹی ہوئی۔ جن میں سے ایک وقت تک ایسا بھپکا نکل رہا تھا جیسے ابھی ابھی تنور سے نکالی گئی ہوں۔ جب وہ سونے کے لیے لیٹا تھا تو اس طرح کی کوئی چیز وہاں موجود نہ تھی۔ وہ خاموش کھڑا سوچ رہا تھا کہ آیا کسی باہر کے آدمی نے جان جوکھوں میں ڈال کر یہ کام کیا ہے یا پھر اس کے اپنے خادموں ہی میں سے کسی نے یہ حرکت کی ہے۔ عائشہ کو یقین تھا کہ خنجر گھبراہٹ میں یوں ہی زمین پر نہیں گرا بلکہ ضروری کسی نے بڑی احتیاط سے عمر کے سرہانے رکھا تھا۔

عمر نے اس ہتھیار کو اٹھا کر غور سے دیکھا۔ وہ بھورے فولاد کا بنا ہوا نہایت نفیس خمدار خنجر تھا۔ اس نے پہلے بھی اس نمونے کے خنجر الموت میں فدائیوں کی کمر میں لٹکے دیکھے تھے۔ اس نے خنجر زمین پر رکھ دیا اور سنجیدگی سے اس واقعے کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے لگا۔

''لیکن اس کا مطلب کیا ہوا؟'' عائشہ نے سوال کیا۔ وہ ہنوز خوف اور غصے کے مارتھر تھر کانپ رہی تھی..... ''یعنی اس خنجر اور روٹیوں کا۔''

''یہ دو علامتیں ہیں'' اسحاق نے بڑے اعتماد سے کہا۔ ''روٹیاں زندگی کی علامت ہیں اور خنجر موت کا نشان ہے۔ یقیناً اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے۔''

''تو ٹھیک کہتا ہے'' عائشہ نے اس پر طنز کرتے ہوئے کہا۔ ''اگر ہماری زندگیوں کا انحصار تیری دربانی پر ہوتا تو اے خراٹوں کے بادشاہ! ہم لوگ نجانے کب کے اللہ

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے پیارے ہو چکے ہوتے۔ اے واہ! اس وقت جھ پر نیند کی ٹکی نہیں پڑتی۔ جب ملاقاتی سونے چاندی کے سکوں سے تیری مٹھی گرم کرتے رہتے ہیں۔ اور جب اندھیرے میں چور اندر گھس آتے ہیں تو اس وقت تو کہاں کالا منہ کر جاتا ہے؟''

''دیکھیے!'' اسحاق نے ایک دم چلا کر کہا۔ ''یہ کاغذ کیسا پڑا ہے۔ اس پر کچھ لکھا ہوا بھی ہے۔''

اس نے جھک کر باریک برنجی کاغذ کا ایک چوکور ٹکڑا اٹھایا اور عمر کی طرف بڑھا دیا۔ عمر روشنی کے قریب جا کر اسے پڑھنے لگا۔ تحریر فارسی زبان میں تھی۔ صرف ایک سطر بغیر دستخط کے۔ ''ضرورت اس امر کی ہے کہ تو اپنی زبان قابو میں رکھ۔'' اس نے بلند آواز سے پڑھا۔

''تو اپنی زبان قابو میں رکھ'' اسحاق نے فلسفیانہ انداز میں گردن ہلاتے ہوئے دہرایا۔ ''حضور! کس قدر کھلی ہوئی تنبیہہ ہے۔ یہ عائشہ کے لیے ہے۔ ذرا خنجر کو ملاحظہ فرمایئے۔ عینہ ایسا ہی نوکدار ہے جیسی عائشہ کی زبان۔ اس کے حق میں یہی بہتر ہے کہ روٹی پکائے اور خاموشی سے گھر میں پڑی رہے۔''

لیکن عمر جانتا تھا کہ اس تنبیہہ کا مخاطب وہ خود ہے۔ اور اسے یہ بھی یقین تھا کہ یہ الموت سے نافذ کی گئی ہے۔ یہ اور بات تھی کہ حسن نے خود اپنے قلم سے اس کو نہ لکھا ہو۔ کاغذ بھی بجنسہ اسی قسم کا تھا جو نامہ بر کبوتروں کے ذریعے پیغامات بھیجنے کے لیے شیخ الجبال استعمال کرتا تھا۔ بغیر دستخط کیے کاغذ کا ایسا پرزہ اس کے سوا اور کون بھیج سکتا تھا؟ اصفہان پہنچنے کے بعد عمر نے الموت اور وہاں کے واقعات کو تقریباً فراموش

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کر دیا تھا۔ اور کسی سے ان باتوں کا ذکر تک نہ کیا تھا جو اس نے الموت کے دوران قیام میں سعیدہ کے متعلق دیکھی جانی تھیں۔ لیکن اسے اس پر بڑا تعجب تھا کہ آخر حسن نے روٹیاں اور خنجر اس کے پاس کیوں بھیجے۔

صبح ہوتے ہی اس کی وجہ عمر کی سمجھ آ گئی۔ تو توش کا ایک جاسوس عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور ادب سے جھک کر فرشی سلام کیا۔

''کیا بات ہے؟'' عمر نے بے صبری سے پوچھا۔

''اللہ ہی بہتر جانتا ہے اسے کس نے ٹھکانے لگا دیا؟'' ظل السلطان! ہم تمام رات مسلسل سڑکوں پر گشت کرتے رہتے ہیں۔ جب ذرا روشنی نمودار ہوئی تو ہم نے آپ کے ایک خادم کو نالے میں مردہ پڑا ہوا پایا۔ چلئے دیکھیے۔ ہم اس کی لاش اٹھا کر لائے ہیں۔''

نیچے پہنچ کر وہ عمر کو صحن کے ایک گوشے میں رکھی ہوئی مسہری کے قریب لے گیا۔ لاش چادر سے ڈھکی ہوئی تھی۔

عمر نے اپنا مضبوط ہاتھ بڑھا کر چادر اٹھائی اور اچانک غم و غصہ کی شدت سے وہ لڑکھڑا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

وہ لاش جعفرک کی تھی۔ چہرہ تقریباً سیاہ ہو گیا تھا اور ٹھوڑی کے نیچے گلے میں ایک شگاف تھا جس میں سے زبان نکال کر قاتل نے اسے اس قدر کھینچا تھا کہ غالباً جڑ سیا کھڑ کر ساری کی ساری باہر نکل آئی تھی۔

''افسوس! کس قدر عبرتناک منظر ہے!'' گشت کرنے والے سپاہی نے آہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھرتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اس سے پہلے کبھی کسی کو اسطرح قتل ہوتے نہیں دیکھا۔ پھر یہ تو بڈھا اور بے ضرر آدمی تھا۔''

عمر نے لاش کو پھر چادر سے ڈھک دیا اور ایک گہرا سانس لیا۔ اس میں خبر دینے والے کا کیا قصور ہو سکتا ہے۔ اس نے دل میں سوچا۔ ''تو توش کے آدمی ہو تم؟ اپنے آقا کو فوراً میرے پاس بھیجو!''

تو توش اس قدر جلد وہاں پہنچ گئے جیسے وہ کہیں قریب ہی عمر کے حکم کا انتظار کر رہا تھا۔ خیام نے اسے اشارہ کیا اور اپنے ساتھ لے کر ایک ایسے کونے میں جا کھڑا ہوا جہاں کوئی ان کی باتیں نہ سن سکے۔ تو توش نے اپنے عمامے کے لٹکتے ہوئے گوشے سے پسینہ پونچھا اور بے چینی کے ساتھ جلدی جلدی اپنی تسبیح گھمانے لگا..... اسے یاد تھا کہ اسی جعفرک کی بدولت چند سال پہلے وہ کسی طرح عمر کے غیض و غضب کا نشانہ بن چکا تھا۔ اس نے دزدیدہ نگاہوں سے اپنے میزبان کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اور اس کی ہمت اور بھی پست ہو گئی۔

عمر کے دماغ پر اس وقت مقتول جعفرک کا خیال غالب تھا۔ اس وفاداری درباری مسخرے کی موت سے ان یادوں کا آخری رشتہ بھی منقطع ہو گیا تھا جن کا تعلق ان بے فکری کے ایام سے تھا جو عمر نے رحیم مرحوم کے ساتھ گزارے تھے۔

''یہ کس کا کام ہو سکتا ہے؟'' عمر نے تلخ لہجے میں تو توش سے پوچھا۔ ''اس کا کوئی دشمن نہیں تھا..... اف خدایا! وہ ایک شیر خوار بچے کی طرح بے ضرر تھا۔''

تو توش نے اس قدر جھک کر سلام کیا کہ اس کا ہاتھ تقریباً زمین سے لگ گیا.....

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''جناب والا کی اجازت ہو تو عرض کروں!..... یہ ایک ایسا معما ہے جس کو سمجھنے سے میری ناقص عقل قاصر ہے۔ میں علی کی ریش مبارک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ گزشتہ شام جامع مسجد کے قریب مجھ سے بہت دیر تک باتیں کرتا رہا۔ اور میں نے اسے سڑکوں پر بے مقصد گھومنے سے سختی کے ساتھ منع بھی کیا تھا..... اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو مجھ پر خدا کی مار ہو..... نہ صرف یہ بلکہ ایک محفوظ مقام تک میں اسے چھوڑنے بھی گیا.....'' اپنی صفائی پیش کرتے کرتے تو تو ش پر ایک خوف طارف ہو گیا۔ اس کی آواز بھرا گئی۔ کیونکہ وہ تلوار کی کاٹ سے کہیں زیادہ عمر کے جلال سے خائف تھا..... ''میں قسم کھاتا ہوں.....'' اس کی زبان لڑکھڑانے لگی اور وہ جملہ پورا نہ کر سکا۔

''اس کی لاش تجھے کہاں ملی ہے؟''

''لاش کو میرے ایک آدمی نے مسجد سے خاصے فاصلے پر دریا کے کنارے والی سڑک پر نالے میں پڑا پایا۔ معلوم ہوتا ہے اسے اس مقام پر قتل نہیں کیا گیا۔ اس لیے کہ وہاں خون کے ایک قطرے کا نشان بھی نہ تھا۔ میں حسنؓ اور حسینؓ اور تمام شہدائے کربلا کی قسم کھاتا ہوں۔ جناب والا! میرے بات کا یقین کیجئے!.....''

''خاموش!'' عمر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ حسن، حسن بن صباح، حسن نے تھوڑی ہی دیر پہلے تنبیہ کی تھی کہ وہ اپنی زبان بند رکھے۔ جعفرک کی زبان تو گزشتہ رات کھینچ کر گدی سے نکال دی گئی تھی۔ آخر کیوں..... کن وجوہ کی بنا پر؟ یہی کہ حسن کے آدمیوں کو شبہ ہوا ہوگا کہ وہ ان کی مخبری کر رہا تھا۔ پچھلے دنوں جعفرک کن خیالات

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں گم تھا؟ وہ اس منحوس معجزے کے چکر میں تھا جس کی بدبو سے الموت کیساری فضا بھری ہوئی تھی۔ ابن العطاش کی حویلی میں ایک ہنکارا بھرا..... ٹھیک ہے۔ اس نیی ہ افواہ جامع مسجد کے قریب ہی سنی تھی۔ جامع مسجد کی پشت پر سرا ہے۔ جمعے کی شام کو ۔تو پھر یہاس طرح ہوا کہ..... جعفرک کو غالباً جامع مسجد کے آس پاس قتل کیا گیا اور وہاں سے اس کی لاش کو لے جا کر خاصے فاصلے پر پھینک دیا گیا۔

مسجد کی پشت پر جو ابن العطاش کی حویلی ہے۔ اس کے متعلق تجھے کیا معلوم ہے ؟عمر نے سوال کیا۔

''کچھ نہیں..... میں پہلی مرتبہ یہ نام سن رہا ہوں۔

عمر اس ارادے سے اٹھا کر مذکورہ حویلی میں جا کر خود دیکھے کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔ لیکن کچھ سوچ کر وہ قریب بچھے ہوئے قالین پر بیٹھ گیا۔ تو توش نے پھر گہرا سانس لیا۔ قاتلوں کو وہاں تلاش کرنا بے سود تھا۔ وہ لوگ ارتکاب جرم کر کے مزے سے مسجد میں درویشوں کے حلقے میں بیٹھے ہوئے ''یا ہو'' یا ''حق'' کر رہے ہوں گے۔

''میں صرف اتنا جانتا ہوں'' عمر نے گہری سوچ سے ابھرتے ہوئے کہا۔ ''کہ رات کو ایک چور میرے سرہانے ایک تحریر چھوڑ گیا تھا جس میں مجھے اپنی زبان بند رکھنے کی تاکید و تنبیہہ کی گئی تھی۔''

جعفرک کی موت کا خیال آتے ہی توتوش کا جبڑا ڈر کے مارے سخت ہونے لگا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دور چلمن کے پیچھے سے آتی ہوئی ایک آواز نے انہیں اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ ''میرے سرتاج! میں اس دخل در معقولات کے لیے معافی چاہتی ہوں..... خنجر اور تازہ پکی ہوئی روٹیوں کا حال بھی اسے بتایئے۔''

''عائشہ'' عمر نے سنجیدگی سے کہا۔ ''حرم میں واپس جاؤ۔''

ریشمی لباس سرسرایا اور پھر خاموشی طاری ہوگئی۔

''روٹیاں!'' جاسوس کے افسر اعلیٰ نے با آواز بلند دہرایا۔

''ہاں..... ان کے متعلق کیا بات ہے؟''

''یا اللہ! اور ایک خنجر؟''

''تم نے سن لیا؟''

ایک لمحہ تو توش سوچتا رہا۔ اس کے بعد اس نے تفصیل سے بتایا کہ کس طرح اعلیٰ طبقے کے پانچ افراد اپنے سرہانے روٹیاں پانے کے بعد مفقود الخبر ہوگئے تھے۔

''میرا خیال ہے کہ جعفرک کو قتل کرنے کے بعد روٹیاں میرے سرہانے رکھی گئی تھیں۔'' عمر نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔ ''یقیناً یہ ایک ہی شخص کا کام تھا۔''

''اس میں کوئی شک نہیں۔ میں آپ کی تائید کرتا ہوں۔'' توتوش ن سوچ کر گردن ہلائی۔ جعفرک بھی راتیں اسی مسجد کے قریب گزارتا تھا جہاں سے تین افراد گم ہوئے تھے۔''

''تو پھر یہ فدائیوں کا کام ہونا چاہیے۔'' عمر نے رائے ظاہر کی۔

ان الفاظ کا توتوش پر عجیب طرح کا اثر ہوا۔ اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا اور اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ک سارے بدن میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ ''کس..... کس کا.....؟'' اس نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔

فدائی۔ نشہ آور عرق پینے والے۔ موت وحیات کے مالک حسن بن صباح کے خنجر بردار۔ جو قلعہ الموت کا مالک ہے۔ جسے لوگ سعیتہ (باطنیوں) کا قائد بھی کہے ہیں۔

تو توش نے خوف کے فوری اثر کے تحت ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اپنا ہاتھ اٹھا کر بڑی لجاجت سے کہا۔ ''عالیجاہ! یہ نام زبان سے نہ نکالئے۔''

عمر نے خاموشی کے ساتھ تو توش کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ ''تو پھر تجھے سعیتہ کا علم ہے۔ اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ یہ انہیں کا کام ہے؟''

''فلکیات کے ماہر! میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ میں نے تو صرف چند افواہیں سنی ہیں۔ لیکن لوگ یہ نام سن کر جو عالیجاہ نے ابھی ارشاد فرمایا۔ ڈر کے مارے کانپنے لگتے ہیں۔''

''تم مجھے تفصیل سے بتاؤ کہ تم ان سعیتہ کے متعلق کیا کیا جانتے ہو۔''

جو باتیں تو توش کے دماغ میں تھیں انہیں اگلوانا آسان کام نہ تھا۔ وہ سعیتہ سے بھی اتنا ہی خوفزدہ تھا، جتنا عمر سے۔ بہر حال بڑی ہمت کر کے اس نے حالات بیان کرنے شروع کیے لیکن بار بار وہ چلمن کی طرف اس طرح دیکھتا جاتا تھا جیسے اس کے پیچھے کوئی اژدہا چھپا بیٹھا ہو۔

نظام الملک نے ان کے متعلق تحقیقات کا حکم دے رکھا تھا۔ تو توش نے زور

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دیتے ہوئے بتایا۔ کیونکہ نظام الملک کا خیال تھا کہ حسن کے پیرو مسلمہ عقاید کے شدید مخالف تھے۔ نظام الملک نے اپنی کتاب میں بھی اس پر اسرار جماعت کا تذکرہ کیا تھا جو خفیہ طور پر مصر سے آ کر ایران پر حملہ آور ہوئی تھی۔ اس نے کتاب کے اس حصے کو سر بمہر کر دیا تھا اور ہدایت کی تھی کہ اسے اس کے مرنے کے بعد پڑھا جائے۔ وہ یعنی تو توش تو محض ایک خادم تھا جس کا کام احکام کی تعمیل کرنا ہوتا ہے۔

حسن نے۔ تو توش کی تحقیقات کے مطابق سیدھے سادھے مسلمانوں اور وفادار ملازمان شاہی کو خوف زدہ کر کے قوت و اقتدار حاصل کیا تھا وہ مال دار تاجروں کو دھمکا کر بڑی بڑی رقمیں وصول کرتا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اس نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا کہ فدائیوں کے ذریعے ایسے افراد کے سرہانے جنہیں وہ اپنا نشانہ بناتا تھا سوتے میں تازہ روٹیاں رکھوا دیتا تھا۔ جو اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ شیخ الجبال کو معتد بہ رقم ادا کریں۔ دوسرے دن ان کے دروازے پر ایک شخص فقیر کے بھیس میں مالک مکان کے ہاتھ سے خیرات لینے کے بہانے آتا تھا اور روٹی کے ٹکڑے کیے جائے اسے سونے کے سکوں کی تھیلی ملتی تھی۔ تب کہیں اس مکان کے سر سے بلا ٹلتی تھی۔

لیکن یہ بات ابھی تک پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی کہ آیا یہ حسن کا ذاتی طریقہ عمل ہے یا محض ان لوگوں کی چال ہے جو اس کے ملازم یا پیرو ہیں۔ ہم نے اسے گھیرنے اور پکڑنے کی بہت کوششیں کیں۔ مگر بے سود۔ اس کی ہمت کی داد دینی پڑتی ہے کہ وہ رے کے دارالکتب میں بے دھڑک داخل ہوا۔ نظام الملک سے بالمشافہ گفتگو کی

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

.....اس کی صورت بھی کوئی نہیں پہچانتا تھا۔ اس نے خود ہی اپنا تعارف کرایا۔ ہم نے اس کی مستقر کا پتہ لگانا چاہا۔ لیکن وہ اس طرح غائب ہو گیا جیسے ریگستان کی سطح پر برف۔

تھوڑے ہی دن سے اصفہان میں یہ ڈرانے، دھمکانے اور خوفزدہ کرنے کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ باوجود انتہائی کوشش کے توتوش ان پانچ گم شدہ افراد کا پتا چلانے سے قاصر رہا تھا جو خراج ادا نہ کرنے کی پاداش میں گم ہو گئے تھے۔ اگر جعفرک کی طرح قتل کر کے ان کی لاشیں کہیں پھینک دی جاتیں تو صبر آ جاتا۔ ظلم و تشدد کی حد یہ تھیں کہ انہیں دن دہاڑے سر بازار اغوا کر لیا گیا تھا اور کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ انہیں زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔ توتوش کا خیال تھا کہ شہر میں کسی مقام پر حشیشین نے اپنا اڈا قائم کر رکھا تھا لیکن اس کے پاس ظاہری طور پر اس بات کا کوئی ثبوت نہ تھا۔

''تو نے ان کا کیا نام لیا؟'' عمر نے پوچھا۔

''حشیشین..... حشیش (بھنگ) استعمال کرنے والے۔ یہی تو وہ جنس فاسد ہے جس کے زیر اثر وہ لوگ سنگین جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔''

عمر کو اس شراب کا خیال آیا جو اس نے الموت میں پی تھی۔ اسے وہ تین فدائی بھی یاد آ گئے جو قلعے کی فصیل سے چھلانگ لگا کر خلا میں گر پڑے تھے۔ بیشک، الموت کے رہنے والے حشیشین ہی تھے..... حشیش کے غلام۔

''شاید آج'' توتوش نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''فقیر بھیک لینے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آئے گا۔ بہتر ہے کہ خاموش رہا جائے اور اسے کچھ رقم ادا کر دی جائے۔"

"نہیں نہیں۔ وہ مجھے رقم ادا کرنے پر مجبور نہیں کریں گے۔"

"اوہو..... میں یہ بتانا تو بھول ہی گیا۔ اقرونوس تاجر پہلے ہی سے حضور والا کے تجارتی قافلے کا مال و اسباب اور نقدی لے کر فرار ہو گیا ہے۔ وہ آپ کی دولت کا خراج پہلے ہی وصول کر چکا ہے۔ تاہم وہ کچھ اور طلب کرنا چاہیں....."

"دراصل اس مرتبہ انہیں جعفرک کی موت کا تاوان ادا کرنا پڑے گا۔"

تو توش نے اپنی موٹی موٹی انگلیوں سے تسبیح پھراتے ہوئے ایک سرد آہ بھری۔" بہتر ہے کہ قہر کی آگ کو دور اندیشی کے پانی سے بجھا دیا جائے۔" جناب والا ان کے خلاف کیا کر سکتے ہیں؟ بڑے بڑے مبلغ اور صاحب اقتدار رہنما عوام کے روبرو سعیتہ کے خلاف زہر اگل چکے ہیں لیکن بالآخر وہ چپ سادھنے پر مجبور کر دیئے گئے۔ اگر اس سلسلے میں کبھی ان کی زبان کھلی بھی تو انہیں نے سعیتہ کی تعریف و توصیف ہی بیان کی۔ کون جانتا ہے کہا یسا کیوں..... اور کیسے ہوا؟ گھنے جنگل میں سانپ کا بل کون تلاش کر سکتا ہے؟ یہ حشیشین ساربانوں، تاجروں اور درویشوں کے بھیس میں ادھر ادھر گھومتے رہتے ہیں۔ جناب والا کے محل سرا میں بھی ان کا ایک شخص اس وقت خدمت گار کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔"

عمر کو معاً اس خواجہ سرا کا خیال آیا جو قصر چک میں حرم کی نگرانی پر مامور تھا اور اسے یہ شبہ ہونے لگا کہ شاید اس کے خادموں ہی میں سے کسی نے گزشتہ رات روٹی اور خنجر مع پیغام کے اس کے سرہانے رکھ دیئے تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

قزوین اور رے کے عقبی کوہستانی علاقے پر انہوں نے پہلے ہی سے خوف طاری کر رکھا ہے۔ ان کے مخبر نیشاپور پہنچ چکے ہیں اور یہاں اصفہاں میں بھی دیز کہ کی چوٹی پر قدیم آتش کدے کے کھنڈروں میں انہیں دیکھا گیا ہے۔ اور اصفہان کے یہ پانچ افراد کس طرح غائب ہوئے؟ کاش میں یہ معلوم کر سکتا! انہیں کھلم کھلا قتل نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے۔ انہوں نے چیخ پکار بھی نہیں مچائی۔ ان کا کوئی پیغام بھی موصول نہیں ہوا۔ وہ اصفہان کی شہر پناہ سے باہر بھی نہیں گئے۔ کوئی نشانی ایسی نظر نہیں آتی جس کی مدد سے ان کا سراغ لگایا جا سکے۔ یہ بڑا سنگین واقعہ ہے۔ عالیجاہ دانشمندی سے کام لیجئے اور جبال کے حا.....سا..... کے آدمیوں سے الجھنے کی کوشش نہ کیجئے۔"

"وہ جادو اور فریب سے کام لیتے ہیں۔ ان سے نمٹنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ یعنی انہی کی طرح رازداری کے ہتھیار سے ان پر حملہ کیا جائے۔"

"آپ..... آپ ان کا سراغ لگائیں گے؟"

"نہیں۔ وہ خود ہی سامنے آ جائیں گے۔"

تو توش جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے خیال آیا کہ اس میں کوئی کلام نہیں عمر خیام بھی ایک پوشیدہ قوت کا مالک ہے اور وہ جادو کا جواب جادو سے دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لیکن تو توش اس آویزش سے دور ہی رہنا چاہتا تھا۔ "عالیجاہ!" اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "یہ سب کچھ اس وقت آپ کے گوش گزار کر کے میں نے پہلے ہی اپنی زندگی خطرے میں ڈال لی ہے۔ مخفی قوتوں کے معاملے میں بھی میں

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

..........میں کوراہوں۔اب مجھے اجازت دیجئے!''

جمعہ کی شام کو جب آفتاب عالم تاب حجلہ مغرب میں داخل ہو گیا اور اندھیروں نے اجالوں پر غالب آکر ستاروں کی شوخ کرنوں کو رخصت تنویر عطا کی تو عمرو بے پاؤں ایک چور دروازے سے نکل کر باہر آگیا۔صرف عائشہ کو اس بات کا علم تھا کہ اس نے اپنی ہیئت تبدیل کر لی تھی۔ایک شخص بڑے چوک سے گزرا۔وہ صحرا نژادوں کی طرح لہرا کر چل رہا تھا۔قبیلہ قریش کے عربوں کی طرح اس نے سیاہ جلابیہ باندھ رکھا تھا۔ڈھیلی ڈھالی اونی عبا میں اس کا جسم چھپا ہوا تھا اور ایک چھوٹا خمدار خنجر اس کی کمر سے لٹک رہا تھا۔عقال چہرے کو چھپائے ہوئے تھا۔حتیٰ کہ اس کی آواز سے بھی قبائلیوں کی سی کرختگی ہویدا تھی۔

دو گھڑی رات گئے،عشاء کی نماز کے وقت عمر سینکڑوں نمازیوں کے ساتھ جامع مسجد میں موجود تھا۔نماز کے بعد وہ ہجوم کے ہمراہ مسجد سے باہر آیا اور گھوم کو مسجد کی پشت والی گلی میں داخل ہو گیا۔کچھ لوگ اس کے آگے جا رہے تھے۔گلی میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔اس نے یہ دیکھنے کے لیے اپنی رفتار سست کر دی کہ کتنے لوگ گلی کی بائیں جانب مڑ کر ایک مخصوص دروازے میں داخل ہو رہے ہیں۔

ایک آدمی ہاتھ میں عصا لیے اندھوں کی طرح اوپر کو منہ اٹھائے دہلیز پر بیٹھا تھا۔عمر اس کے عین سامنے جا کر رکا اور اس سے مخاطب ہو کر کہا۔''کیا ابن العطاش کا مکان یہی ہے؟''

''ہاں۔اے رفیق صحرا!ابن العطاش سے تجھے کیا کام ہے؟''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''میں نے سنا ہے کہ یہاں ایک شخص بہشت کے حالات بیان کرتا ہے۔''

اندھا ہنسی روکنے کے انداز میں اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے پھدکا۔ اوہو ہو..... جنت کا حال۔''

وہ یہ کہہ کہ خاموش ہو گیا اور عمر اندھیرے میں راستہ ٹٹولتا ہوا اندر چلا گیا۔ قریب ہی کہیں کوئی شخص لپک لپک کر باتیں کر رہا تھا لیکن نظر نہ آتا تھا۔ عمر کے پھیلے ہوئے بازو ایک بھاری پردے سے مس ہوئے جس کھینچ کر اس نے ایک طرف سرکا دیا۔ ایک دم کسی نے ایک روشن شمع اس کے چہرے کے سامنے کر دی۔ ایک دبلا پتلا درویش عمر کے چہرے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ بظاہر وہ اس جائزے سے مطمئن ہو گیا تھا کیونکہ اس نے عمر کو ایک دوسرے پردے کی طرف جانے کا اشارہ کیا جو اس کی پشت کی طرف لٹک رہا تھا۔ پردہ ہٹا کر ایک وسیع و عریض کمرے میں داخل ہو گیا جو لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ وہ سب ایک قالین کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے جو ان سے خاصے فاصلے پر لٹک رہا تھا۔

اس قالین کے سامنے ایک مجذوب آہستہ آہستہ ناچ رہا تھا اور بلند آواز سے رو رو کر اپنا سینہ پیٹتا جاتا تھا..... ایک نیم دیوانہ سا، آوارہ گرد، چیچک رو درویش، جس کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمک رہی تھیں۔ رقص کی حالت میں شہادت حسینؓ پر نوحہ خوانی بھی کرتا جا رہا تھا۔

پیوست زمیں ہو اس طرح پاک لہو
اے پیر فلک تفو بر تو تفو

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

افسوس ہوں یوں قتیل خنجر جفا حسین "

اے وائے شہید کربلا حسین "

حسینؑ حسینؑ حسینؑ

یہ کہہ کر وہ پھر اپنی چھاتی کوٹنے لگا۔

عمر کے لیے یہ نوحہ خوانی نئی نہ تھی۔ مجذوب کی سمت بڑھتے ہوئے اس نے مجمع پر ایک طائرانہ نظر ڈالی وہاں اسے کوئی ایسی بات نظر نہ آئی جس سے مقتولوں کا سراغ لگانے میں مدد مل سکے۔ سامعین میں کچھ عام شہری تھے۔ چند سپاہی اور ملا بھی وہاں بیٹھے نظر آ رہے تھے۔ لیکن ان میں سے ہر ایک عجیب انتظار و اضطراب کیفیت میں مبتلا تھا۔ ان میں سے کچھ لوگ اپنے ہاتھوں سے مجذوب کی آواز کی لے پر بھڑکے ہوئے جذبات کے زیر اثر تال بھی دیتے جا رہے تھے۔

جلتے ہوئے عود کا دھواں ایک انگیٹھی سے بلند ہو کر ساری فضا کو معطر کر رہا تھا۔

اے وائے حسینا،

اے وائے حسینا

مجمع نے ایک آواز ہو کر دہرایا۔ ساری فضا اس نوحے سے گونج اٹھی۔

آہستہ آہستہ کمرہ سامعین سے بھر گیا۔ اور مجذوب نے اپنا رقص بند کر دیا۔

''لوگو ادھر دیکھو!'' مجذوب کی آواز گونجی۔ مردہ گفتگو کرنے والا ہے۔'' اس نے آگے بڑھ کر ایک جھٹکے کے ساتھ دبیز پردہ ایک طرف سرکا دیا۔ جو ایک طویل سلاخ کے سہارے لٹک رہا تھا۔ پردہ ہٹتے ہی ایک محرابی دروازے میں سے ایک دوسرا کمرہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نظر آنے لگا جہاں چراغ دان کے پیچھے ایک بہت بڑا برنجی طشت رکھا دکھائی دے رہا تھا۔ یہ طشت خون سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ طشت کے بیچوں بیچ انسانی چہرہ رکھا تھا جس کی آنکھیں بند تھیں۔ اور سر منڈا ہوا تھا۔

ایک دم مجمع سے حیرت و استعجاب کی آوازیں بلند ہوئیں۔ زرد رنگ کا چہرہ طشت میں بے حس و حرکت سیدھا رکھا ہوا تھا۔ دیکھنے میں وہ ایک عام انسان کا چہرہ نظر آتا تھا۔

''خاموش!!'' درویش نے کرخت لہجے میں ہدایت کی اور..... پھر..... چہرے کی بند آنکھیں خود بخود کھل گئیں۔ اور دائیں بائیں گردش کرنے لگیں۔ اس وقت مجمع کو خاموش رہنے کی ہدایت کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ کمرے میں یکا یک سناٹا چھا گیا۔

طشت میں رکھے ہوئے چہرے کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی اور اس نے بولنا شروع کر دیا۔ ''مسلمانو! اس کا قصہ سنو جو نظروں سے پوشیدہ ہے۔''

''یا اللہ'' عمر کے قریب بیٹھے ہوئے ایک ملا نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

جب وہ چہرہ آہستہ آہستہ بول رہا تھا اور ایک ایک کر کے جنت کے راز بیان کر رہا تھا تو عمر دوسرے سامعین کے برعکس، سننے کے بجائے اسے غور سے دیکھنے میں منہمک تھا۔ عمر نے قطعی طور پر یہ محسوس کیا کہ آواز اس گلے سے آ رہی ہے جو طشت کے نیچے چھپا ہوا تھا۔ اور بلاشبہ وہ ایک زندہ انسان کا چہر تھا۔ جس کا جسم نگاہوں سے اوجھل تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس طشت کے سوا شہ نشین میں اور کوئی چیز نہ تھی۔ دیواروں پر چاروں طرف پردے پڑے تھے..... آواز خاموش ہو گئی۔ کھلی آنکھیں بند ہو گئیں اور چہرہ دفعتاً کرخت ہو گیا۔ درویش نے ایک جھٹکے کے ساتھ دبیز پردہ کھینچ کر شہ نیشن کو ایک دفعہ پھر ناظرین کی نگاہوں سے چھپا دیا۔

''کرامت'' ایک حیرت زدہ ملا کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔ ''اعجاز'' ''ایک لطیفہ غیبی!'' آئندہ رونما ہونے والے واقعات کی طرف غیبی اشارہ۔ بہت سے لوگوں نے بڑے مودبانہ لہجے میں اپنی رائے کا اظہار کیا۔ حاضرین میں پھر زندگی کی لہر دوڑ گئی اور وہ آزادی سے سانس لینے لگے۔ مگر بیشتر لوگ خاموش تھے۔ عمر نے اس حیرت و استعجاب کو شدت سے محسوس کیا جو ہنوز لوگوں پر طاری تھا۔ پھر لوگوں نے اپنے اپنے خیال کے مطابق بحث شروع کر دی۔ ضعیف الاعتقاد افراد کو یقین تھا کہ انہوں نے مردے کی آواز سنی تھی۔ مگر مذبذب لوگ اس بات کا ثبوت طلب کر رہے تھے کہ آیا وہ کسی زندہ انسان کا چہرہ نہ تھا۔

درویش ایک استہزا آمیز مسکراہٹ کے ساتھ سب کو بغور دیکھ رہا تھا۔

''ثبوت! واللہ اگر یہ معجزہ ہے تو اس کا ثبوت ملنا چاہیے۔''

''خاموش'' درویش نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ ''تمہیں ثبوت بھی مل جائے گا۔''

ایک لمحہ خاموش رہ کر اس نے بات کا اندازہ لگا لیا کہ ہر شخص اس کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اور دبیز پردے کو ایک بار پھر سرکا دیا۔ وہ جھکا اور چہرے کے دونوں کان پکڑ

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کرا سے اوپر اٹھالیا آہستہ آہستہ چاروں طرف گھمایا تا کہ ہر شخص اسے دیکھ سکے۔اور پھر خون سے بھرے ہوئے طشت میں رکھ دیا۔

یہ دیکھ کر ایک ملا فوراً سجدے میں گر پڑا اور مجمع پر سکتہ طاری ہو گیا۔کمرے میں سناٹا چھا گیا..... یہی تو وہ چہرہ تھا جو ابھی بول چکا تھا..... خالی چہرہ۔بغیر جسم کا چہرہ .....

''ہم قائل ہو گئے! ہم نے اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔''

عمر اٹھا اور بڑھ کر دبیز پردے کے قریب پہنچ گیا۔اس نے ہاتھ اٹھا کر حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''میرے دوستو!'' اس کی آواز سناٹے کو چیرتی ہوئی بلند ہوئی۔''یہ کوئی معجزہ یا کرامت نہیں ہے۔یہ تو محض سڑکوں پر تماشا دکھانے والے مداری کی شعبدہ بازی ہے۔یہ مردہ نہیں بول رہا تھا۔بلکہ جو بول رہا تھا وہ اب مر چکا ہے..... اچھا لو دیکھو!''

بظاہر شعبدہ بازی کے آثار نظر نہ آتے تھے۔لیکن سوائے شعبدہ بازی کے یہ اور کوئی چیز ہو بھی نہ سکتی تھی۔

عمر نے دبیز پردہ ہٹایا اور آگے بڑھ کر اس بے حس و حرکت چہرے کو مع طشت کے اوپر اٹھالیا۔اس کا اندازہ صحیح نکلا۔طشت کے عین نیچے پتھر کے فرش میں ایک فٹ لمبا چوڑا سوراخ بنا ہوا تھا۔

مجذوب نما درویش مارے غصے کے آپے سے باہر ہوا جا رہا تھا۔اصفہان کے باشندے جو اس وقت وہاں موجود تھے دوڑ کر عمر کے چاروں طرف جمع ہو گئے اور

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بڑی حیرت سے اس گڑھے کو دیکھنے لگے۔ عمر نے ایک قندیل اٹھائی اور شہ نشین پر لٹکے ہوئے سارے پردے ایک ایک کر کے ہٹا دیے۔ سامنے دیوار میں اسے ایک دروازہ دکھائی دیا۔ ایک ہاتھ میں قندیل لیے اور دوسرے ہاتھ سے اس کی لو کو ہوا کی زد سے بچاتا ہوا وہ دوڑ کر اس دروازے میں داخل ہو گیا۔ چند گز راستہ طے کرنے کے بعد اس کے پاؤں پھسلنے لگے۔ پتھر کا فرش خون بہنے سے سیاہ اور گیلا ہو رہا تھا۔

''جان عزیز کی قسم، اے عرب! تو نے حقیقت کو پا لیا ہے۔'' عمر کے پہلو میں کھڑے ہوئے سپاہی کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔ ''یہاں ضرور کسی کو قتل کیا گیا ہو گا اور وہ چہرہ بھی تو ہنوز گرم ہے۔ لیکن اس کا جسم کدھر غائب ہو گیا۔''

سب لوگ عمر کے پیچھے آ رہے تھے۔ جب وہ عقبی کمرے کی تلاشی لے رہے تھے تو ہر شخص پر ایک نامعلوم سا خوف طاری تھا۔ آگے بڑھے تو چند سکونتی مکان نظر آنے لگے جن سے تھوڑے فاصلے پر ایک کھلا ہوا دروازہ بھی دکھائی دیا۔ غالباً اس دروازے کو رات کے وقت آمد و رفت کے لیے استعمال کیا جاتا ہو گا۔ اس دروازے سے گزر کر ایک زینہ ملا۔ جب وہ زینہ طے کر کے نیچے پہنچے تو قندیل کی روشنی آخری سیڑھی کے بالکل نیچے ایک لاش پر پڑی، جس کا سر تن سے جدا تھا اور جو فدائیوں کی سفدی عبا میں ملبوس تھی۔

''اوہو۔ اسے قتل کر کے یہاں پھینک دیا گیا ہے۔'' سپاہی نے جھلا کر کہا۔ ''بھائیو۔ ذرا دیکھ بھال کر آگے بڑھنا۔ کہیں تمہیں بھی آدم خور کتے نہ لپٹ جائیں۔''

جب سپاہی نے ایک اور بند دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہونا چاہا۔ تو اسے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اک شدید قسم کی بو آئی۔ جو عود کی خوشبو سے زیادہ تیز اور مختلف تھی۔ ''ارے! یہاں تو اور کئی لاشیں نظر آ رہی ہیں۔ جن کے سر ندارد ہیں۔ اف! خبیث کتو خدا تمہیں غارت کرے۔''

اس نے لاتیں مار مار کر دروازہ توڑ ڈالا اور روشن قندیل لے کر اندر داخل ہو گا۔ ایک، دو..... پانچ۔ لیکن ان کی ظاہری وضع قطع ایک دوسرے سے مختلف تھی۔

''نہیں نہیں۔ ذرا مجھے بھی دیکھنے دو۔'' ایک ملا کی آواز گونجی جو مجمع کو چیرتا پھاڑتا سب سے آگے پہنچ گیا تھا۔ ''خدا کی پناہ! یہ امین بیگ کی لاش ہے۔ اور وہ..... شیر افگن ہے جو اکثر مسجد میں آتا جاتا تھا۔ ب۔ شک۔ یہ ان پانچویں آدمیوں کی لاشیں ہیں جو کچھ دن پہلے اصفہان سے مفقود الخبر ہو گئے تھے۔ ان کتوں کا سراغ لگانا چاہیے جنہوں نے ان کی جانیں لی ہیں۔

لیکن اس افراتفری میں درویش کو چپکے سے کھسکنے کا موقع مل گیا۔ اور مغلوب الغضب مجمع کو وہاں سوائے ایک نابینا بوڑھے کے اور کوئی نہ ملا۔ جو اندھیرے میں ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھ رہا تھا اور اپنے مغرور ساتھیوں کو آواز دیتا جاتا تھا جو اسے اکیلا چھوڑ کر رفو چکر ہو گئے تھے۔

عمر کو اس رات بالکل نیند نہ آئی جعفرک کی مسخ شدہ لاش کا تصور اسے رات بھر پریشان کرتا رہا۔ اسے ان پانچ امیروں کے قتل کا اتنا افسوس نہ تھا جعفرک کی موت سے وہ بے حد متاثر تھا۔ وہ جعفرک دربار مسخرا جس کی یاد سے نہ معلوم زندگی کی کتنی تخلیاں اور مسرتیں وابستہ تھیں۔ اور جو ایک کتے کی موت مارا گیا تھا..... خیام اندر

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہی اندر غصے سے کھولتا۔

صبح کے وقت سڑکوں پر جب حشیشین کو مارو پکڑو کا شور بلند اور..... تو توش اپنے گھوڑے کو بڑے جوش وخروش سے ادھر ادھر دوڑاتا پھر رہا تھا۔ نظام الملک نے اپنی خلوت سے نکل کر ملک شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ''سلطان المعظم فوراً حکم فرمایئے کہ تمام ملک میں حشیشین یعنی سعیتہ کو جہاں کہیں بھی وہ ملیں ڈھونڈ کر قتل کر دیا جائے.....'' اس نے بڑی منت وسماجت کے ساتھ سلطان سے درخواست کی۔ ''غور فرمایئے کہ دولت پناہ کی بہ نفس نفیس موجودگی کے باوجود ان کا سرغنہ کس طرح کھلے بندوں حضور کی رعایا سے تاوان وصول کر رہا ہے۔''

ملک شاہ کی نظروں میں سعیتہ کی حیثیت ایک اسلامی فرقے سے زیادہ نہ تھی اور وہ بھی ایک غیر معروف فرقہ۔ لیکن نظام الملک نے اس امر پر اصرار کیا کہ اس فرقے کا اصل مقصد تخت وتاج پر قبضہ اور حدود سلطنت میں خلفشار پیدا کرنا تھا۔

''نہیں'' سلطان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ''تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں ہر اس کتے کا پیچھا کروں جو میرے گھوڑے کے کھروں کو چاٹتا ہے۔ ان مذہبی دیوانوں کے پاس اتنا اسلحہ اور فوج کہاں ہے کہ وہ میرے لشکر کے ہزار تیغ آزماؤں کا بھی مقابلہ کر سکیں۔''

نظام الملک نیز مزید وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ ان کے قبضے میں ایک بہت مضبوط قلعہ ہے جو شمالی کوہستانی علاقے میں کسی جگہ واقع ہے اور وہاں انہوں نے اپنا خزانہ، اسلحہ اور دوسرا سامان جنگ محفوظ کر رکھا ہے۔ علاوہ ازیں پراسرار حسن بن

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

صباح بہت پہلے نصیب دشمناں، سلطان کے زوال، اسلام کے ایک نئے دور اور روشن مستقبل کی پیشین گوئی بھی تو کر چکا ہے۔

''اگر میں ہر اس نام نہاد پیغمبر کو جو نئے دور کی پیشین گوئی کرتا ہے سولی دینا شروع کر دوں تو'' سلطان نے ترش رو ہو کر کہا۔ ''مجھے شکار کے لیے بھی مشکل ہی سے وقت مل سکے گا۔ اگر یہ حسن ایسا ہی بہادر ہے تو پھر کھل کر میدان میں آ جائے۔ تلوار کے ایک ہی وار سے اس کے پانچ ٹکڑے نہ کر دوں تو بات ہے۔''

''لیکن اس کے قلعے کے متعلق کیا ارشاد ہے؟''

ملک شاہ نے چڑ کر تلخی سے جواب دیا۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا کس مخبر کی داستان کا یقین کروں۔ تو توش اپنے سر اپنے سر اور اپنی داڑھی کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ حشیشین کا نہ کوئی سرغنہ ہے نہ کوئی مخصوص گروہ۔ اگر حسن اقتدار چاہتا ہے تو میری قلمرو میں اس قسم کے لاتعداد اشخاص ملیں گے..... اچھا اب تم جا سکتے ہو۔''

بوڑھے نظام الملک نے رخصتی سلام کرتے ہوئے کہا کہ **ملک** شاہ چونکہ ایک دفعہ اسے شک و شبہ کی نظر سے دیکھ چکا ہے اس لیے اب وہ اس کی کسی بات کو قابل اعتنا نہیں سمجھتا۔ ''بہر حال اگر عالیجاہ مناسب خیال فرمائے تو'' اس نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔

''ان کھنڈروں کا ایک جائزہ لے لیجئے جو اصفہان کے شمال میں دیز کوہ پر واقع ہیں۔ کیونکہ حشیشین کا یہ طریقہ ہے کہ وہ آپ کی قلمرو میں تمام بڑے شہروں کے قریب قلعہ بند مقامات پر اپنے اڈے بناتے ہیں اور انہیں دیز کوہ پر دیکھا بھی گیا

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے۔"

ملک شاہ نے بھی اثنائے شکار میں ان بنجر پہاڑیوں پر ایک سنگین عمارت کے کھنڈر دیکھے تھے۔ اس بوسیدہ عمارت کے متعلق بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اس جنات رہتے ہیں۔ کچھ لوگ اسے آتش پرستوں کا قدیم معبد سمجھتے تھے۔

"ٹھیک ہے" **ملک شاہ** نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں کسی وقت وہاں جا کر دیکھوں گا۔ میں پہلے ہی سے وہاں اپنی فوج کے لیے ایک چھاؤنی بنانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔"

کسی افسر یا مثلاً توتوش کو وہاں بھیجنے کے بجائے **ملک شاہ** نے عمر کو حکم دیا کہ وہ اصفہان سے مسلح سپاہیوں کا ایک دستہ ہمراہ لے کر جائے اور اس ویران کھنڈر کا معائنہ کرے۔ اولاً تو عمر جو کچھ کہتا تھا سلطان اس پر اعتبار کرتا تھا اور اسے اتفاق حق میں نیک فال سمجھتا تھا۔ علاوہ ازیں اس نے یہ افواہ بھی سنی تھی کہ عمر ایک دفعہ پہلے بھی ان اجنبی بے دینوں کی کسی پوشیدہ پناہ گاہ کا پتا لگا چکا ہے اور اپنی عقل و دانش کے ذریعے اس کا سحر باطل کر چکا ہے۔ اس سلسلے میں عمر جو کچھ بیان کرے گا اس پر یقین کرنے میں سی اسے کوئی تکلف نہ ہوگا۔

سلطان کے سپاہیوں نے اس ویرانے کا چپا چپا چھان مارا۔ تاریک گوشوں میں اپنے نیزے ڈال ڈال کر دیکھے لیکن انہیں حشیشین کا کوئی سراغ نہ ملا۔ چند گڈریے اور آوارہ گرد خاندانوں کے کچھ افراد انہیں وہاں ضرور نظر آئے جو ان کھنڈروں کو عارضی مسکن کے طور پر استعمال کرتے تھے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہاں کسی قسم کا چھپا ہوا اسلحہ بھی دستیاب نہ ہوا وہاں کے خوف زدہ باشندوں نے قسمیں کھا کھا کر یقین دلایا کہ انہوں نے اس سے پہلے نہ تو "الموت" کا نام سنا ہے اور نہ حسن بن صباح نام کے کسی جھوٹے نبی کا۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود عمر کو ایک عجیب قسم کا شبہ سا تھا۔ وہاں بالکل ایسی ہی ایک قربان گاہ تھی جیسی اس نے الموت میں دیکھی تھی۔ اس کے علاوہ اسے یہ بھی معلوم تھا۔ کہ اصفہان میں ابن العطاش کی حویلی حشیشین کے اڈے کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ پھر یہ کہ وہ چٹانوں کے درمیان ایک گہرے شگاف سے وہاں ایک چشمہ بھی ابل رہا تھا۔

یہ تمام آثار الموت کی یاد تازہ کر رہے تھے۔ اسے یہ بھی خیال آیا کہ ان خانہ بدوش گلہ بانوں میں نوجوانوں کی خاصی تعداد ہے۔ عمر نے ایک ایک شخص کے چہرے کو غور سے دیکھا لیکن کسی کو پہچان نہ سکا۔

"اگر محترم خواجہ کی اجازت ہو تو کچھ عرض کروں" ایک سپاہی نے بڑے ادب سے عرض کیا۔ "مدور مینار کی دیواروں پر کچھ شکلیں کھدی نظر آتی ہیں۔ خدا جانے! وہ دیوتاؤں کی شبیہیں ہیں یا جادو کے اشکال۔"

جب عمر گھوڑے سے اتر کر مینار کی پہلی منزل میں داخل ہوا تو مذکورہ سپاہی نے ان نقش و نگار کی طرف اشارہ کیا جو آدم بلندی پر دیواروں میں کھدے ہوئے تھے۔ مینار کی گولائی میں دیواروں پر چاروں طرف نقش نظر آ رہے تھے۔ بادی النظر میں ان کے اول و آخر کا اندازہ نہیں ہوتا تھا۔ بہ یک نظر عمر کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ نقوش

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کس قسم کے ہیں۔

ایک بہت بڑا عقرب، رامی (نواں برج) گوسفند جدی)..... غرض کے وہاں بارہ برجوں کی شکلیں موجود تھی جنہیں کسی نامعلوم ہاتھ نے نہ جانے کب دیواروں پر کھودا تھا۔ ہر شکل کے نیچے ایک ایک برجی نوک نکلی ہوئی تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ شاید کبھی ان پر کچھ چیزیں لٹکی ہوئی ہوں گی۔

عمر نے اپنے ہمراہیوں کو بتایا کہ وہ سب ستاروں (آسمانی برجوں) کی شکلیں ہیں جنہیں اسلام سے قبل کسی نے وہاں بنایا ہوگا۔

''تو پھر آقا'' اس سپاہی نے جس نے انہیں دریافت کیا تھا عمر نے کہا۔ ''یہ سب اعمال شیطانی کا نتیجہ ہے۔ اگر حکم ہو تو ہم انہیں موگرویوں سے مسمار کر دیں۔''

''نہیں نہیں۔ ان سے کسی قسم کا برا اثر پیدا نہیں ہو سکتا۔''

یہاں ان کی موجودگی کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟ عمر نے سوچا۔ یقین طور پر اس قدر احتیاط سے انہیں بیک وقت تو دیواروں کی سطح پر نگینوں کی طرح جڑا نہیں گیا۔ کسی وجہ سے تو انہیں بنایا گیا ہوگا۔ اس مینار کے بنانے والے آتش پرستوں ہی نے شاید انہیں دیواروں پر کھودا ہو۔ ممکن ہے ان کا تعلق کسی ایسی مذہبی تقریب سے ہو جسے اب دنیا بھول چکی ہے۔

مینار کے بیچوں بیچ کھڑے ہو کر ان بروجی اشکال پر نظر جمائے عمر نے آہستہ آہستہ اپنی جگہ گھومنا شروع کیا۔ اور اسے ان اشکال کا صحیح اندازہ ہو گیا جو برج حمل سے شروع ہو کر برج حوت پر ختم ہوتی تھیں۔ اسے خیال آیا کہ غالباً مینار کے کسی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

روشندان سے کسی خاص انداز سے سورج کی روشنی ان پر پڑتی ہو گی جس کی مدد سے موسموں کا شمار کیا جاتا ہو گا..... اس نے اپنی گردش کی رفتار اور بھی کم کر دی۔ اس کے ہمراہی بڑے حیرت و استعجاب سے اس کی اس حرکت کو دیکھ رہے تھے اور ساتھ ہی سوچ رہے تھے کہ شاید علم نجوم کا ماہر کوئی فوق الفطرت عمل کرنے میں مصروف ہے۔

یکا یک عمر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

''خواجہ! یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟'' شکلیں دریافت کرنے والے سپاہی نے عمر سے پوچھا۔ ''کیا ان میں کوئی پیغام پوشیدہ ہے؟ کیا ہمارے قدموں کے نیچے کوئی خزانہ دفن ہے؟''

''پیغام'' عمر نے جواب دیا۔ ''خدا کی طرف سے ہے اور اسے اس وقت بیان نہیں کیا جا سکتا۔''

بہت ادب سے ''امان''۔ ''امان'' کہتے ہوئے وہ سب پیچھے ہٹ گئے۔ عمر مینار سے باہر نکل آیا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ کٹر سے کٹر ملا سے بھی یہ تسلیم کرا سکتا تھا کہ زمین گردش کرتی ہے۔

اس وقت اس نے جعفرک کی موت کا غم دل سے بھلا دیا۔ حشیشین کے خیال کو دماغ سے نکال دیا۔ اس نے ہر ممکن طریقے سے اس کی کوشش کی کہ اسے کسی طرح ملک شاہ سے بیت النجوم واپس جانے کی اجازت مل جائے تا کہ وہاں پہنچ کر وہ اپنے اس نئے نظریے کا علمی تجربہ کر سکے۔

تقدیر کا پہیہ آہستہ آہستہ گردش کرتا رہا۔ انسانی زندگیاں مقررہ وقت پر اس طرح

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ختم ہوتی رہیں جیسے تیز ہوا چراغوں کی روشنی اڑا لے جاتی ہے۔ نئی نئی ننھی ننھی جانیں روتی چیختی دنیا میں آتی رہیں۔

سلطان نیشاپور کی جانب سفر کر رہا تھا۔ شاہی فراش پر شام استراحت سلطانی سلطان کے لیے بلند خیمے نصب کرتے، ہر صبح انہیں اکھاڑ کر لپیٹتے اور آگے بڑھ جاتے۔

نظام الملک اپنی کتاب کے نئے ابواب لکھنے میں مصروف تھا۔ وقت کا پہیہ آہستہ آہستہ گردش کرتا رہا۔ کچھ لوگ عزت و افتخار حاصل کرتے رہے، کچھ ذلت و رسوائی کا شکار ہوتے رہے، کچھ مسرت و شادمانی سے لطف اندوز ہوتے رہے، کچھ رنج و مصائب کا..... سلطان کے پڑاؤ کے عین اوپر ایک دمدار ستارہ نمودار ہوا۔ ملک شاہ نے فوراً عمر کو طلب کیا تاکہ وہ اس کے اثرات کی تشریح کر کے فال نکالے۔

''یہ مصائب کی نشانی ہے'' منجم نے سلطان کو بتایا۔ آگ کی طرح یہ روشن ستارہ مغربی کی طرف سے برج عقرب میں داخل ہوا ہے۔ ملک شاہ نے بھی دیکھا کہ ایسا ہی تھا۔ اور تھوڑی دیر سوچنے کے بعد اس نے ایک امیر کو حکم دیا کہ وہ فوج کی ایک بھاری جمعیت لے کر قزوین کے عقب میں شمالی کوہستانی علاقے میں جا کر حشیشین کے صدر مقام یعنی قلعہ الموت کو تلاش کرے اور اسے بالکل مسمار کر دے۔

ملک شاہ کے خیال میں فی الوقت وہی سب سے بڑا خطرہ تھا۔ اور حقیقتاً حسن مصر سے آیا تھا۔ جو سلجوقی مملکت کے مغرب میں واقع تھا۔ جنگجو ترک، اس وقت ایک لمحے کے لیے خوفزدہ سا ہو گیا تھا۔ اس نے شکار کے بہانے نیشاپور جانا ملتوی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کر دیا تھا۔ اور کھلے میدان میں پڑاؤ ڈال کر ٹھہر گیا تھا۔ ایسی صورت میں بھلا وہ عمر کو وہاں سے کہیں جانے کی اجازت کیوں دیتا۔

پورا ایک مہینہ گزر گیا اور جب نیا چاند ایک روپہلی لیمچے کی طرح آسمان پر نمودار ہوا تو شاہی پڑاؤ میں حشیشین کی تلواریں میان سے نکل چکی تھیں۔

آدھی رات کا عمل تھا۔ ایک نوجوان ویلمیوں کا سا لباس پہنے فریادیوں کی طرح روتا پیٹتا امرا کی خیمہ گاہ میں وارد ہوا اس سے پہلے کہ کوئی اسے روکتا اس نے نظام الملک کے خیمے میں داخل ہو کر تلوار کے ایک ہی وار میں بوڑھے سیاست دان کا کام تمام کر دیا۔ فوراً ہی اسے محافظوں نے آلیا اور اس کی تکا بوٹی کر کے دکھ دی۔ لوگوں نے سنا کہ وہ اس خون خرابے کے دوران میں جنت کے متعلق کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

''بے شک'' ملک شاہ نے بہت ہی فکرمندانہ لہجے میں کہا۔ ''ہم پر آفت نازل ہو کر رہی اور شگون پورا ہوا۔''

اس نے واقعی خلوص کے ساتھ نظام الملک کا سوگ منایا۔ اور اس فوج کو جو قلعہ الموت کی پہاڑیوں کا محاصرہ کیے ہوئے تھی تیز رفتار قاصدوں کے ذریعے حکم بھیجا کہ قاتلوں کی جائے پناہ کو مسمار کرنے کی کسی کوشش میں کوتاہی نہ کی جائے۔

اس نے نظام الملک کی کتاب کا سر بمہر باب پڑھا اور اسے پڑھا اور اسے یقین ہو گیا کہ سعیتہ کا نیا مذہب واقعی اس کی حکومت کے لیے ایک شدید خطرے کی حیثیت رکھتا ہے۔

ملک شاہ نے عمر کے روبرو اس بات کا اعتراف کیا کہ ''نظام الملک واقعی ایک

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

وفادار خادم تھا۔ میں یہاں ایک ماہ قیام کر کے اس کا سوگ مناؤں گا۔"

عمر کی خواہش کے مطابق ملک شاہ نے اسے ایک ماہ کی رخصت مرحمت فرما کر، نیشاپور جانے کی اجازت دے دی۔

عائشہ کی معیت میں وطن واپس جاتے ہوئے عمر کو خیال آیا کہ دنیا میں کیسے کیسے طاقتور سلاطین میں گزرے ہیں۔ اور اس خیال کو اس نے رباعی کے قالب میں اس طرح ڈھالا

این کہنہ رباط راہ کے عالم نامست
آرا مگہ ابلق صبح و شامت
ہنر ایست کہ واماندۂ جمشید است
قصر یست کہ تکیہ گاہ صد بہر امست

قلعہ الموت کے نیچے پہاڑ کے دامن میں منجنیقیں اپنے بھاری بھر کم بازوؤں کو جنبش دے رہی تھیں۔ بڑے پتھر قلعے پر پھینکے جا رہے تھے جو قلعے کی دیواروں سے ٹکراتے اور پاش پاش ہو کر گرد و غبار کے برقعے میں لڑھکتے ہوئے دریا میں جا گرتے تھے۔

آتش گیر روغن سے بھرے ہوئے آہنی برتن سنسناتے ہوئے ہوا میں اڑ کر قلعے کی چھتوں اور وسیع صحن میں پے در پے گر رہے تھے۔

الموت کی فصیلوں میں جواب میں نیزوں اور تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی اور اوپر سے بڑے بڑے پتھر نیچے منجنیقوں پر گرا کر انہیں ناکارہ بنا رہے تھے۔ شاہی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لشکر کو برابر کم پہنچ رہی تھی لیکن محاصرین کی تمام کوششیں اس کوہستانی قلعے پر کوئی خاص اثر نہ کر سکی تھیں۔

کبھی کبھی حسن بن صباح قلعے میں چلتا پھرتا نظر آجاتا تھا۔ کسی خفیہ راستے سے وہ بدستور باہر آتا جاتا رہتا تھا۔ قلعے سے باہر اس کی موجودگی کا اکثر علم بھی ہو جاتا تھا۔ راتوں کو اسے کے نمائندے رہے، نیشاپور اور بلخ جیسے دور دراز مقام تک سفر کرتے رہیت اور پریشاں حال عوام میں یہ کہہ کر اور زیادہ ابتری پھیلاتے کہ سرخ دم دار ستارے کے اثر سے بہت جلد آفات کا نزول ہونے والا ہے۔ وہ عوام کو یہ کہہ کر پھسلاتے کہ جس ''مہدی'' کا مدتوں سے انتظار کیا جا رہا ہے، اس کے ظہور کا وقت اب قریب آگیا ہے۔

خراسان کی عظیم شاہراہ پر درویش سادہ لوح کسانوں کو چپکے چپکے بتاتے پھر رہے تھے کہ جس دن کا وعدہ کیا گیا تھا وہ دن اب دور نہیں۔

مسجدوں اور کارواں سراؤں میں ہر جگہ نظام الملک کے قتل کا چرچا تھا۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ نظام الملک کو ملک شاہ کے حکم سے قتل کیا گیا ہے۔ بعض لوگ اس بات پر مصر تھے کہ نہیں اسے کسی فوق الفطرت ذریعے سے موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے۔ وہ بوڑھا وزیر جو دو بادشاہوں کے عہد حکومت میں کامیابی کے ساتھ ملک کا انتظار کرتا رہا آج ایک قبر کے گوشے میں آسودہ تھا۔

بے اطمینانی اور خوف کا زہر بڑے شہروں کی حدود سے نکل کر سارے ملک میں پھیلتا جا رہا تھا۔ اس پریشانی کی اصل وجہ کا کسی کو علم نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پریشانی و بے اطمینانی طاعون کی طرح تیزی سے پھیل رہی تھی۔ اگر ایسے وقت میں ملک شاہ رے یا اصفہان آ کر دریا منعقد کر لیتا تو عوام کی بے اطمینانی کی شدت میں بڑی حد تک کمی واقع ہونے کا امکان تھا۔

لیکن ملک شاہ کو اپنے سیر و شکار کے مشاغل ہی سے کب فرصت تھی۔ بسا اوقات وہ کئی کئی دن اپنے خیمے سے باہر نہ نکلتا۔ اس کے افسر یہ سمجھ رہے تھے کہ نظام الملک کی موت سے سخت صدمہ پہنچا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ اس کی افتادِ مزاج سے ناواقف تھے۔

بیت النجوم میں عمر خیام ایک نئے نظریے پر غور کر رہا تھا۔ اس کے عملے کے ریاضی داں اور مہندس جو علم ہندسہ کے مخصوص مسائل پر کام کرنے میں مصروف تھے طویل عرصے کی غیر حاضری کے بعد اپنے آقا کی واپسی پر بے حد خوش تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ عمر اپنے جدید تجربے میں کھویا ہوا ہے جو بادی النظر میں انہیں بچوں کے کھیل سے زیادہ دل خوش کن نظر آ رہا تھا۔

وہ تجربہ بظاہر ایسا تھا جیسے اوپر سے ڈھکی ہوئی چینی قندیل سے روشنی اور سائے کا مطالعہ۔ جس کا اندازہ قندیل کے اندر جھانکنے سے ہوتا ہے اوپر سے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

عمر نے اپنی رصد گاہ کے مدور مینار کی پہلی منزل کو بالکل خالی کر لیا تھا۔ قد آدم بلندی پر اس نے دیوار پر چاروں طرف الماری کا سا ایک خانہ بنا کر اس میں ایک سو چراغ روشن کر کے رکھ چھوڑے تھے الماری کے اس خانے کو چراغوں سمیت اس جھلی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے منڈھا دیا تھا۔ اس جھلی پر ایک مصور سے بروج فلکی کی تصویریں بنوائی تھیں۔ اس طرح رات کے وقت جھلی کے اس مدور فیتے کے علاوہ کہیں اور اسے روشنی آنے کی گنجائش نہ تھی۔

جب پہلی دفعہ چراغ روشن کیے گئے اور سب ریاضی دانوں اور مہندسوں نے وہاں آ کر دیکھا تو ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ بجز اس کے کہ بروجی حلقے کے بارہ حصے جھلی کے پیچھے رکھے ہوئے چراغوں کی روشنی میں ضرور نظر آتے تھے۔ جنہیں ایک بچہ بھی آسانی سے دیکھ سکتا تھا۔

عمر نے مسکراتے ہوئے کہا: ''بیشک ایک بچہ وہ چیز دیکھ سکتا ہے جو ہماری نظر سے پوشیدہ ہے۔''

باوجودیکہ ریاض دانوں نے ہر پھر کے اسے دیکھا لیکن کوئی ایسی نئی چیز نظر نہ آسکی جو انہوں نے پہلی نظر میں نہ دیکھی تھی۔ آپس میں ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ سارا گورکھ دھندا اس کے علاوہ کوئی چیز نہ تھا کہ سلسلہ بروج فلکی کو بڑے ٹھیٹ انداز میں پیش کیا گیا تھا جس کے متعلق ہر شخص کو علم تھا کہ سورج، چاند اور دوسرے سیارے اس رستے سے آسمان کے واژگوں گنبد سے گزرتے ہیں۔ اس طرح مصنوعی روشنی کا انتظام کرنے کی عمر نے بیکار تکلیف گوارا کی تھی۔ اسے رات کے وقت آسمان پر ویسے بھی دیکھا جا سکتا تھا۔ بہر حال ان کی سمجھ میں کچھ نہ آسکا۔

عمر نے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ بروج فلکی والے کمرے میں..... جسے اب

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کے رفقا ''دیوان خانہ بروج'' کہنے لگے تھے..... چند کاریگروں کو اپنی نگرانی میں جگہ جگہ سے فرش کے پتھر اکھاڑنے پر لگا دیا۔ سوائے کاریگروں کے وہاں کسی اور کو کونے کی اجازت نہ تھی۔ ایک لکڑی کا تہتیر اور بہت سے تختے اندر لائے گئے۔ بڑھیوں نے اس شہتیر میں ایک سرے پر چند سوراخ کئے، ان سوراخوں میں لگانے کے لیے ہتے بنائے گئے۔ اتنے لمبے لمبے ہتے جو ایک بہت بڑی چکی میں لگائے جاتے ہیں۔ آخر میں سوائے دو کے باقی سارے کاریگروں کو رخصت کر دیا گیا۔ یہ دونوں کاریگر ''دیوان خانہ بروج'' کی زیریں منزل میں کئی دن تک مسلسل نہ معلوم کیا کام کرتے رہے۔

ایک دن جب عمر نے علامہ غزالی کو بیت النجوم آنے اور چینی قندیل کا تماشا دیکھنے کی دعوت دی تو عمر کے رفق ہکا بکا رہ گئے۔ امام غزالی اس وقت جامعہ نیشاپور کے مدرس اعلیٰ تھے۔ اس سلسلے میں اور بھی بہت سے لوگوں کو مدعو کیا گیا تھا۔

خاصی رات گئے مہمان آنے شروع ہوئے۔ ہر شخص ایک اشتیاق کے ساتھ وہاں آیا۔ کیونکہ اس سے پہلے جب کبھی عمر نے اپنے تجربات کا مظاہرہ کرنے کے لیے لوگوں کو بلایا تھا ہمیشہ خوش طبعی کا مظاہرہ کیا تھا۔

عمر کے مددگار ریاضی دانوں اور مہندسوں نے جامعہ سے آنے والے معزز مہمانوں کا بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا۔ خصوصاً امام غزالی کو جو حسب معمول اپنی اونی عبا پہنے ہوئے تھے سب نے جھک کر سلام کیا۔ عمر کے ساتھ ساتھ اس صوفی منش عالم کے عزووقار میں بھی اضافہ ہو گیا تھا اور اب وہ حجتہ الاسلام کے لقب سے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یاد کئے جاتے تھے۔ بیت النجوم کے عملے کو اس بات کا یقین نہ آتا تھا کہ عمر امام غزالی جیسی شخصیت کو بروج فلکی کے اس روشن سلسلے کے دیکھنے کی دعوت دے گا۔

عمر نے اس عظیم صوفی کو خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہا۔ اور اپنے ہاتھ سے فواکہ اور شربت ان کی خدمت میں پیش کیے۔ نوجوان اسلامی قائد نے بھی پروقار انداز میں جواب دیا۔

''میں نے سنا تھا'' امام غزالی نے فرمایا کہ

''کس طرح جناب والا نظام الملک کی ..... خدا مرحوم کو جنت نصیب کرے ..... نگرانی اور سرپرستی سے روگرداں ہو کر باہر تشریف لے گئے تھے اور اصفہان کے قیام میں آپ نے کنار کے طریق پر کس طرح اعمال سحر کا مظاہر کیا تھا۔''

''اس سے قبل'' عمر نے سنجیدگی سے کہا۔

''میرے متعلق نہ معلوم کتنے قصے بیان کئے جاتے رہے ہیں۔ لیکن میری خواہش ہے کہ حجتہ الاسلام کو آج کی شب جو چیز میں دکھانی چاہتا ہوں اسے ملاحظہ فرما کر وہ اپنی رائے کا اظہار فرمائیں۔ براہ کرم میرے ہمراہ تشریف لائیے۔''

''بسم اللہ'' امام غزالی نے جواب دیا۔

جب وہ مینار کی پہلی منزل میں داخل ہوئے تو منجم کے رفقا اور بزرگ صوفی کے ہمراہی اور معتقدین خاموش کھڑے انہیں دیکھتے رہے۔ دیوان خانے میں سوائے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس روشنی کے جو جھلی کے مدوغلاف سے چھن چھن کر آ رہی تھی کسی اور روشنی کا انتظام نہ تھا۔ عمر کے اشارے پر باقی سب لوگ دیوار سے کمر لگا کر بیٹھ گئے۔ صرف دونوں قائد کمرے کے وسط میں کھڑے رہے۔

''کیا آپ بائیں طرف سے داہنی طرف گھوم کر یہ بتا سکیں گے کہ یہ کیا ہے؟'' عمر نے امام غزالی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں! کیوں نہیں۔ یہ سلسلہ بروج فلکی ہے۔ وہ برج حمل ہے اور وہ برج ثور ہے اور وہ برج حوت کی شکل ہے۔ مجھے تو سوائے بارہ بروج فلکی کے اور کوئی چیز نظر نہیں آتی جنہیں سلسلے وار ترتیب دیا گیا ہے اور بس۔'' امام غزالی نے جواب دیا۔

عمر نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''اب حجتہ الاسلام براہ کرم وسط میں نہیں بلکہ لکڑی کے اس گول ٹکڑے پر کھڑے ہو جائیں..... ہاں۔ اس طرح پہلے برج کی طرف منہ کر کے۔''

سب لوگ بڑے اشتیاق کے ساتھ آگے جھک کر حیرت آمیز خاموشی سے اس عمل کے نتیجے کا انتظار کرنے لگے۔ جھلی کے روشن سرپوش کے سائے میں وہ نصف کے قریب چھپے ہوئے تھے۔ خود امام غزالی سنجیدگی اور قدرے لاپروائی سے کھڑے تھے۔

''اب'' عمر نے پست آواز میں کہا، آپ بغیر ہلے جلے۔ یہاں کھڑے رہیے۔ اور جو کچھ پیش آئے اسے حظہ فرمائیے۔ آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔ البتہ یہ مدور کمرہ آپ کے گرد گھومنے لگے گا۔'' اور یہ کہہ کر اس نے تالی بجائی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

امام غزالی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی انہوں نے سوچا کہ بھلا یہ کس طرح ہوسکتا تھا۔ انہوں نے اسے محض مذاق سمجھا اور ایک گہرا سانس لے کر انتظار کرنے لگے..... جھلی کا روشن فیتا سچ مچ گردش کر رہا تھا۔

انہوں نے اپنے قدموں کے نیچے کسی چیز کو چٹختے اور دبتے ہوئے محسوس کیا۔ ان کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے اور بے ساختہ ان کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ ایک گھڑگھڑاہٹ کے ساتھ سارا گول کمرہ گھومنے لگا۔ جھلی پر بنے ہوئے بروج کی شکلیں ایک ایک کر کے نظر کے سامنے سے گزرنے لگیں۔ اور پھر ایک جھٹکے کے ساتھ وہ گردش رک گئی اور امام غزالی گھٹنوں کے بل زمین پر گر پڑے۔

''واللہ..... کیا تماشا تھا۔ واقعی یہ ساری عمارت اپنی بنیادوں پر گردش کر رہی تھی بہر حال میں اسے گردش کرتے دیکھ رہا تھا۔''

عمر نے خاموشی سے بزرگ صوفی کو اٹھنے میں سہارا دیا۔ ان کے تمام معتقدین بھی ساتھ ہی دوڑ پڑے۔

''پیر و مرشد'' ایک شخص نے کہا۔ ''آپ یقین فرمائیے کہ یہ کمرہ اپنی جگہ قائم تھا۔ ہم نے آپ کو صرف آہستہ آہستہ گردش کرتے دیکھا اس کے بعد آپ زمین پر تھے۔

''نہیں نہیں۔ میں نے مطلق حرکت نہیں کی۔''

''بے شک، آپ اپنی جگہ سے بالکل نہیں ہلے۔'' عمر نے بھی امام غزالی کو اس بات کا یقین دلاتے ہوئے کہا۔ ''بلکہ آپ اپنی جگہ کھڑے کھڑے ایک جگہ گھوم گئے تھے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اتنی بڑی عمارت ایک پہیے کی طرح گھوم بھی کیسے سکتی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھی۔"

"لیکن کس طرح....."

"شہتیر کے اس سرے کو چکی کے دستے کی طرح نیچے سے تو گھمایا جا سکتا ہے۔ جب میں نے تالی بجائی تھی تو میرے ملازمین نے نیچے جا کر شہتیر میں لگے ہوئے دستوں کو حرکت دینی شروع کر دی تھی۔"

"تو پھر" امام غزالی نے اپنی عبا کا دامن سمیٹتے ہوئے ترش روئی سے کہا۔" میرے ساتھ یہ طفلانہ شعبدہ بازی کرنے کا کیا مقصد تھا؟"

"اس لیے کہ آپ ہم میں سب سے زیادہ عقلمند تسلیم کیے جاتے ہیں اور میں آپ کی زبان سے صرف وہ بات سننا چاہتا تھا جو آپ نے ابھی ملاحظہ فرمائی تھی۔ اچھا اب سنئے..... پہلی مرتبہ آپ ساکت اپنے قدموں پر کھڑے رہے تھے۔ دوسری مرتبہ آپ بغیر حرکت کیے ہوئے گھومنے لگے تھے۔ اور جیسے جیسے آپ گھومے آپ کی نگاہوں کی سامنے بالترتیب بروج کی شکلیں آتی رہیں۔ لیکن اس کے ساتھ دوسری مرتبہ آپ کو ایسا محسوس ہوا کہ یہ تمام عمارت گردش کر رہی تھی۔ آخر ایسا کیوں محسوس ہوا؟"

"کیونکہ میں اپنی جگہ سے بالکل نہیں ہلا..... میرے ساتھ شعبدہ بازی کی گئی تھی۔ یہی وہ بات تھی جو کنار نے تمہیں سکھائی تھی؟"

"ہر شب....." عمر نے تیزی سے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ آپ کہکشاں اور بروج فلکی کے قدرتی سلسلہ نجوم کو اپنے سر کے اوپر سے گزرتے دیکھتے ہیں۔ اور

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جیسا کہ آپ نے ابھی ارشاد فرمایا کہ آپ ساکت کھڑے رہے تھے۔ یہ تمام ستارے ہمارے چاروں طرف گردش کرتے ہیں۔ یہ مغالطہ صرف ہمارے دماغ میں بسا ہوا ہے۔'' امام غزالی بالکل خاموش کھڑے غصے سے پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ اور ان کے معتقدین بے اعتمادی سے عمر کو بغور دیکھ رہے تھے۔

دراصل زمین گردش کرتی ہے..... بالکل ایسے ہی جیسے ابھی یہ شہتیر گھوم رہا تھا ..... دن اور رات کے عرصے میں ایک طرف سے دوسری طرف گھوم جاتی ہے۔ امام صاحب! انسان صدیوں سے اسی غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ آسمان زمین کے گرد گردش کرتا ہے۔ کسی کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ آنکھیں کھول کر حقیقت کا نظارہ کرتا۔ ممکن ہے نوزئیدہ بچوں کو اس کا علم ہو کہ وہ ساکت اور بے حرکت ستاروں کے نیچے حرکت کر رہے ہیں۔ تیزی سے خلاف میں چکر لگا رہے ہیں۔ وہ کھلی آنکھوں سے یہ سب کچھ ضرور دیکھتے ہوں گے۔ لیکن ہم سے بیان کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔''

''نہیں'' بلند پایہ صوفی نے با آواز بلند کہا۔'' اللہ تعالیٰ نے زمین کو ساکن بنایا ہے۔ جو فضائے بسیط کے وسط میں قائم ہے۔''

ان کے تمام معتقدین نے یک زبان ہو کر ان کی تائید کی۔ اور ان میں سے ایک شخص نے ہمت کر کے کہا۔'' یہ سب شعبدہ بازی کے سوا کچھ نہ تھا..... بجز اس کے کہ اے ماہر نجوم! تو حجتہ الاسلام کو اپنے قدموں میں گرا ہوا دیکھنا چاہتا تھا۔ یہ شیطانی شکلیں جو تو نے سامنے بنا رکھی ہیں محض بیکار ہیں۔ اس کا کیا ثبوت ہے کہ اجرام فلکی گردش نہیں کرتے؟''

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''ہاں! کیا ثبوت ہے؟'' سب نے ہاں میں ہاں ملائی۔

''یہ بات بالکل صاف ہے۔'' عمر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''تو پھر اس کی وضاحت کر۔''

مختصراً مگر ذرا بے چینی سے عمر نے تفصیل بیان کرنی شروع کی۔ اس نے کہا کہ ساکت ستاروں کے مقابلے میں ''سیارے'' زمین سے زیادہ قریب ہیں..... مریخ، عطارد، زہرہ قریب تر، مہتاب اور بھی زیادہ نزدیک، اور سورج بھی، جب گرہن ہوتا ہے تو یہ بات ثابت ہو جاتی ہے۔ یعنی جب چاند زمین اور سورج کے درمیان سے گزرتا ہے یا زمین (کرۂ ارض) چاند اور سورج کے درمیان سے گزرتی ہے۔ لیکن جہاں تک باقی ستاروں کا تعلق ہے، جو بے حس و حرکت نظر آتے ہیں، وہ بہت دور آسمان کی بلندیوں پر واقع ہیں۔

''اس بات کا کیا ثبوت ہے؟'' کسی نے سوال کیا۔

''ایک شخص.....'' عمر نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ ''رات کے وقت قاہرہ میں کھڑا ان ہزاروں ستاروں کو دیکھ سکتا ہے جو نیشاپور سے نظر آتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ زمین کے مختلف فاصلوں سے وسیع و عریض آسمان کے صرف ایک حصے پر چمکتے ہوئے ستاروں ہی کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔''

عمر بڑے اعتماد سے گفتگو کر رہا تھا۔ کیونکہ اسے اپنے بیان پر کامل یقین تھا۔ لیکن جب چند ریاضی دانوں کے چہروں پر بھی سنجیدگی کے آثار رونما ہونے لگے تو جامعہ کے طالب علم دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر خاموش ہو گئے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''کچھ ستارے'' عمر نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''جو ہمیں نظر آتے ہیں جسامت میں اس سے ہزار گنا زیادہ ہیں اور کروڑوں میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔ وہ اس لیے چھوٹے نظر آتے ہیں کہ بہت دور ہیں۔ اور سورج چونکہ ان کے مقابلے میں زمین سے قریب ہے۔ اس لیے وہ بڑا نظر آتا ہے اور اس کی روشنی بھی خیرہ کن دکھائی دیتی ہے۔''

''اگر اسے سچ مان بھی لیا جائے'' سامعین میں سے ایک شخص نے کہا۔ ''تو بھی اس کا کوئی قطعی ثبوت موجود نہیں ہے۔ چھوٹے یا بڑے جتنے ستارے ہیں وہ سب گردش کرتے ہیں۔ یہی اللہ کی مشیت ہے۔''

''وہ گردش کر ہی نہیں سکتے'' عمر نے پرکون لہجے میں جواب دیا۔ ''کیونکہ اگر وہ زمین کے گرد چکر کاٹنے کے لیے حرکت کریں گے تو انہیں بے تحاشا خلا میں اس تیزی سے گردش کرنی پڑے گی کہ وہ خود بخود جل کر نابود ہو جائیں گے۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ ہم آئے دن آسمان پر ستارے ٹوٹتے دیکھتے رہتے ہیں۔ جو اپنے مقام سے زمین کی سمت آتے آتے شعلوں میں تبدیل ہو کر غائب ہو جاتے ہیں۔''

''یہ سب کفر ہے'' ایک شخص نے چلا کر کہا۔ ''اے ایمان والو۔ کیا یہ بات اللہ کی قدرت سے بعید ہے کہ وہ ایک پتھر کو آگ میں اور آگ کو ایک پتھر کی شکل میں تبدیل کر دے؟''

''بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے'' عمر نے کہا۔ ''اسی کی قدرت سے زمین اپنے محور پر گردش کرتی ہے۔ اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ اس نے اس فضائے بسیط میں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک دنیا سے دور دوسری دنیا قائم کر رکھی ہے۔ اسی کی قدرت سے ہم زندہ ہیں اور چلتے پھرتے ہیں۔'' اور اس نے ایک اضطراری انداز میں امام غزالی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''لیکن ہم اس کی قدرت کے بھید نہیں جان سکتے۔''

''تمام علم'' امام غزالی ن جواب دیا۔ ''خدا ہی کی طرف سے ہے۔ خدا آفتاب کی مانند ہے اور ہمارے علم کی حیثیت دھوپ سے زیادہ نہیں۔''

''یک ذرہ زحکم تو جہاں خالی نیست'' (جہان کا ایک ذرہ بھی اس کے حکم سے باہر نہیں ہے) آفتاب؟ آفتاب الکل اسی طرح پانی جگہ ساکت اور قائم ہے۔ جیسے میں اور آپ یہاں کھڑے ہیں۔ ہمیں بھی روز ازل ہی تخلیق کیا گیا تھا۔ ہمیں سورج سے کیا علم حاصل ہو سکتا ہے اگر ہم اسے اس طرح دیکھنے کی کوشش نہ کریں جیسا کہ وہ ہے؟'' عمر نے جوش میں آ کر بازو پھیلاتے ہوئے کہا۔

یکا یک محترم صوفی نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو کنویں سے تازہ پانی لانے کا حکم دیا۔ جب پانی آ گیا تو انہوں نے وضو کیا اور اپنی عبا درست کر کے کمرے سے باہر آ گئے۔

''عمر خیام!'' امام غزالی نے کہا۔ ''تم نے جو کچھ کہا ہے اس پر پھر غور کرو۔ یہ کفر ہے۔ میں ستاروں کے فاصلے یا گرہن کے متعلق تمہارے بیانات پر بحث کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں فرما دیا ہے کہ اللہ نور السموت والارض (اللہ زمین اور آسمان کا نور ہے)..... اللہ یھدی من یشاء (اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے)۔ وقت کی پیمائش سے

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بھلا انسانی روحوں کا کیا واسطہ۔ میری طرف سے تمہیں یہ تنبیہ ہے۔''

''مجھے تنبیہ کی جا چکی ہے'' عمر کو ایک گزشتہ تنبیہ کا خیال آ گیا اور وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔ کچھ عرصے قبل مجھے ایک تحریری تنبیہ موصول ہو چکی ہے جس میں مجھے ہدایت کی گئی تھی کہ میں اپنی زبان دانتوں میں بند کر کے رکھوں۔ بہر حال میرا ارادہ ہے کہ کل میں جامعہ کی مجلس گاہ میں آ کر اپنی تمام عمر کے مطالعہ و تحقیق کا نچوڑ وہاں کے اساتذہ کے روبرو پیش کروں گا۔''

امام غزالی نے عمر کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ ''خیام! تم دیوانے تو نہیں ہو گئے ہو؟''

''نہیں ایسا نہیں ہے۔ لیکن انسان ہمیشہ تو زندہ نہیں رہ سکتا۔ کون جانتا ہے کہ میرے نفس کا تار کب ٹوٹ جائے۔ اس لیے اب کہ یہ سانس آ رہا ہے میں چاہتا ہوں کہ جیتے جی اپنا علم دوسروں تک پہنچا دوں۔''

''یہ سب مذاق ہے۔ خیام! واقعی تم اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ کیونکہ جو کچھ تم نے ابھی کہا ہے وہ یا تو ایک شاعر کو زیب دیتا ہے یا پھر کوئی مسخرا ہی اس قسم کی باتیں کر سکتا ہے۔ میں خدا سے دعا کروں گا کہ تمہیں بروقت عقل سلیم عطا کرے۔''

جب امام غزالی اور ان کے ہمراہی رخصت ہو گئے تو عمر بہت دیر تک خاموش کھڑا سوچتا رہا۔ وہ سب واقعی اس سے ناراض تھے جس کا اظہار بھی انہوں نے کر دیا تھا۔ لیکن انہوں نے عمر کی تمام باتوں کو مذاق کیوں تصور کیا۔

''آقا'' اس کے ایک مددگار نے مہر خاموشی توڑتے ہوئے کہا۔ ''آپ کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

روبرو حجتہ الاسلام کا گر پڑنا واقعی نامناسب تھا۔ یہ افسانہ اب سارے نیشاپور میں مشہور ہو جائے گا۔"

"اگر انہوں نے یہ نہ سوچا ہوتا کہ یہ سارا مینار گردش کر رہا ہے تو وہ کبھی نہ کرتے۔" عمر نے بے خیالی سے جواب دیا۔

"آپ جامعہ تشریف نہ لے جائیں۔ ممکن ہے وہاں کوئی مصیبت کھڑی ہو جائے۔"

"اگر تقدیر میں یہی لکھا ہے تو میرے یا تیرے چاہنے سے وہ مٹ نہیں سکتا۔"

نیشاپور میں طرح طرح کی افواہیں گردش کرنے لگیں۔ کوچہ و بازار میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی کہ سلطان کے منجم نے اپنی (شیطانی) قوتوں کا مظاہرہ کرنے کے لیے دھوکے سے حجتہ الاسلام کو اپنے یہاں مدعو کیا تھا۔ اور وہ اپنے عمل سحر سے عوام کے محبوب امام غزالی کو تقریباً بے ہوش کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن امام غزالی نے آیات قرآنی پڑھ کر اس کے سحر کو رد کر دیا اور خیام مارے شرم کے خاموش ہو گیا۔ بعض لوگ یہ مشہور کر رہے تھے کہ عمر خیام نے جسمانی طور پر امام غزالی سے کشتی لڑ کر انہیں زمین پر گرا دیا تھا۔ کچھ لوگ بڑے وثوق سے یہ بھی بیان کرتے تھے کہ امام غزالی نے بیت النجوم میں ایک ایسی پوشیدہ مشین کا سراغ لگایا تھا جو دھماکے کے ساتھ پھٹتی ہے اور تباہی اور ہلاکت کا باعث ہوتی ہے۔

یہ افواہیں نیشاپور کی حدود سے آگے بڑھنا شروع ہوئیں حتیٰ کہ قصر کوچک کے دربان اسحاق کے کانوں تک بھی اس کے آقا عمر خیام کے متعلق طرح طرح کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

افواہیں پہنچنے لگیں۔ ایک دن اون کے تاجروں کا ایک قافلہ جو بلخ جا رہا تھا اس کے سامنے سے گزرا۔ گزرتے ہوئے ایک شخص سے سواری پر بیٹھے بیٹھے جھک کر قصر کے دروازے پر ٹھوکا۔

''حرام خور!'' اسحاق نے بڑے تحکمانہ انداز میں چیخ کر کہا۔ ''خدا کرے تیرے باپ کی قبر پر کتیا بچے جنے۔''

''یہ مکانجس کی تو دربانی کر رہا ہے۔ نپا اک کتوں ہی سے بھرا ہوا ہے۔ ہاں! ابے..... کافر ہے..... تیرا آقا..... خوں آشام کافر..... حرام خور۔''

''کیا ہو گیا ہے تجھے۔'' اسحاق نے جو غیر متوقع طور پر یہ سب باتیں سن کر بھونچکا اور لاجواب سا ہو گیا تھا، اس شخص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اس سے قبل جب بھی اس طرف سے کوئی کارواں گزرتا تھا تو مسافر شاہی منجم کے قصر کو بڑے اشتیاق سے دیکھتے ہوئے جاتے تھے۔ اور کبھی کبھی تو لوگ تحفے تحائف بھی دے جاتے تھے۔ اسی لیے ایسے موقعوں پر اسحاق خاص طور سے دروازے پر آ بیٹھتا تھا۔

''تجھے کچھ خبر بھی ہے'' شتربان نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنے خچر کو روکا اور اچک کر اس کی پشت پر ایک طرف ہو بیٹھا تاکہ اسحاق کا چہرہ اس کے عین مقابل ہو جائیں۔ ''پہلے تو میں نے سنا تھا کہ تیرے لمحد آقا نے اپنے منحوس مینار میں ایک گہری خندق کھودکر اسے گھاس پھونس سے ڈھک دیا تھا۔ تاکہ دھوکے سے انجان لوگوں کو اس میں گرا کر ہلاک کر دیا جائے۔ لیکن ایک پاک طینت بزرگ نے..... جن کا نام میں اس وقت بھول رہا ہوں۔ لیکن سنا ہے وہ بڑے پائے کے بزرگ ہیں۔ قرآنی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آیات پڑھ کر اس خندق پر دم کر دیں۔ جس سے آناً فاناً تمام شیطانی قوتوں کا استیصال ہو گیا۔ اس کے بعد سرائے کے مالک کی لڑکی سے مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس منحوس شخص نے جسے تو اپنا آقا کہتا ہے۔ جامعہ نیشاپور میں بڑے بڑے باریش علماء کے روبرو ایک دن اور ایک رات مسلسل تقریر کی۔ اور تقریر بھی کیسی۔ خدا کی پناہ ،خدا کبھی آئندہ کسی کو ایسی تقریر نہ سنوائے۔"

شتربان ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گیا اور اپنی خورجی میں سے انار نکال کر اسے چھیلتے ہوئے کہنے لگا۔ "وہ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ سیاروں نے اجرام فلک نے گردش کرنی چھوڑ دی ہے۔"

اسحاق نے اسے اس طرح غور سے دیکھا جیسے وہ جھوٹ بول رہا تھا۔

"علاوہ ازیں ..... "مزے لے لے کر انار کے سرخ دانوں کا رس چوستے ہوئے خبر رساں نیا یک ہنکارا بھرا ..... "ہونہہ وہ کہتا تھا کہ سورج حرکت ہی نہیں کرتا۔ میں نے سمرقند میں چینی بزرگوں کی گفتگو بھی سنی ہے۔ جی ہاں۔ اور خانہ خدا کی زیارت کے لیے میں مکہ معظمہ بھی گیا ہوں، وہاں بھی اللہ کے نیک بندوں کو ہر قسم کی باتیں کرتے سن چکا ہوں، میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے مگر آج تک کسی عالم یا درویش کو یہ کہتے میں نے نہیں سنا کہ سورج طلوع وغروب نہیں ہوتا بلکہ آسمان میں ایک جگہ ٹکا ہوا ہے۔ خدا کرے تجھے کتے بھنبھوڑیں اور تیرے اس گھر پر شہیدان کربلا کا صبر پڑے۔"

چلتے چلتے اس نے اسحاق پر ایک اور چوٹ کی اور اپنے خچر کو ایڑ لگا کر آگے بڑھ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گیا۔ اسحاق بے دلی کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر زلیخا کی طرف چل پڑا تا کہ یہ منحوس خبریں اسے بھی سنائے۔

''میں تو پہلے ہی کہہ چکی ہوں'' موٹی تازی باورچن نے اپنا فیصلہ سنایا'' کہ کائنات وائنات، کے متعلق بحث وحث کوئی فائدہ تھوڑا ہی پہنچے گا۔''

''واللہ! کیا نام لیا ہے''

''ارے تو پھر خائنات ہوگا۔ ایک ہی بات ہے۔ کیا فرق پڑتا ہے اس سے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ہمارے آقا پر ایسی کیا افتاد آپڑی ہے کہ لگاوت کی پیمائش کرنے۔''

وہ باورچی خانے سے اٹھ کر حرم کی طرف چل پڑا جس کے دروازے پر دبیز پردہ پڑا ہوا تھا۔ نیشاپور کی گرمی سے بچنے کے لیے اس وقت عائشہ قصر کوچک میں مقیم تھی۔ اس نے تفصیل کے ساتھ وہ تمام واقعات عائشہ سے بیان کیے جن کی وجہ سے سارا نیشاپور اس کے آقا کا مخاطب ہوگیا تھا عائشہ خاموشی سے سنتی رہی اور اس کے دل میں طرح طرح کے برے برے خیالات آتے رہے۔

''اگر ہمارے سرتاج کی یہ رائے ہے کہ سورج غیر متحرک ہے تو بے شک ایسا ہی ہے۔'' عائشہ نے وثوق کے ساتھ کہا۔'' اگر انہیں اس حقیقت کا علم نہ ہوگا تو پھر کسے ہوگا؟

اس نے اپنے دل میں سوچا کہ اس سے انکار نہیں کہ علماء سے بحث وتکرار کوئی مناسب فعل نہیں ہے لیکن جب تک عمر کو سلطان کو خوشنودی حاصل ہے کوئی بھی اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ اس کے دشمن زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے ہیں کہ کتوں کی طرح اس کی سواری کے پیچھے پیچھے بھونکتے ہوئے دوڑتے رہیں اور بس۔

اسحاق حیران و پریشان واپس آ کر قصر کے دروازے پر اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ اور دور میدان کے کنارے پر سورج کی سرخ گیند کو غروب ہوتے ہوئے غور سے تکنے لگا۔ اس کی ہیئت میں کسی قسم کی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی۔ سورج بالکل اسی طرح نظروں سے روپوش ہو رہا تھا۔ جس طرح کئی سال پہلے وہ اس روز غروب ہوا تھا جب عمر خیام نے سلطان کے حکم سے نئی زیچ کا آغاز کیا تھا..... اسحاق نیا پنی خمیدہ انگلیوں پر گزشتہ سال شمار کیے۔ معلوم ہوا اس واقعے کو تیرہ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اسے یاد آیا کہ اس وقت بھی جبکہ نئی زیچ کو شروع ہوئے ایک گھنٹہ بھی نہ ہوا تھا ملاؤں نے متفقہ طور پر اس سے بری فال نکالی تھی۔ بقول ان کے افق پر "موت کے سرخ پھریرے" اس وقت بھی اسی طرح لہرا رہے تھے۔ جس طرح موجودہ شام کے وقت افق پر گہری سرخ چھائی ہوئی تھی۔ اسحاق نے پھر اپنے یقین کا اعادہ کیا۔ نہیں! سورج میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

اسحاق بدستور الجھن میں مبتلا تھا۔ وہ دروازے سے اٹھ کر سڑک پر آ گیا تا کہ نیشاپور سے آنے والوں سے مزید خبریں معلوم کرنے کی کوشش کرے۔ ایک بردہ فروش نے اسے بتایا کہ خواجہ عمر حسب دستور بیت النجوم میں اپنے ریاضی داں مددگاروں کے ساتھ مصروف عمل تھا جامعہ نیشاپور ہنوز اس کی بعید از قیاس تقریر سے گونج رہا تھا۔ بردہ فروش نیک آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ تقریر کرتے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وقت غالباً عمر نشے کے عالم میں تھا۔ اگر وہ مشہد مقدس جا کر حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار مبارک پر حاضری دے تو اس کے گناہ کا کفارہ ادا ہو سکتا ہے۔

اتنے میں گرد و غبار کا ایک طوفان اٹھا اور ایک سلطانی قاصد ہٹو بچو کا شور مچاتا، کسانوں اور گڈریوں کو راستے سے ہٹنے کی ہدایت کرتا سامنے سے گزرا۔ وہ سمرقند جا رہا تھا۔

''کیا خبر لے جا رہے ہو؟'' اسحاق نے چیخ کر اس سے دریافت کیا۔

تیزی سے دوڑتے ہوئے قاصد نے گردن موڑ کر اسحاق کو جواب دیا۔ ''بہت بری خبر ہے۔ سلطان کا انتقال ہو گیا۔''

ملک شاہ کی موت کی خبر بلخ سے بغداد تک اتنی تیزی سے عام ہو گئی جتنی تیزی سے دوڑتے ہوئے گھوڑے وہ فاصلے طے کر سکتے تھے۔ شکار کھیلتے ہوئے سلطان کی طبیعت ایک دم سے خراب ہو گئی تھی۔ معالجوں نے اپنی سی بہتیری کوشش کی۔ فصد بھی کھولی۔ لیکن سلطان جان بر نہ ہو سکا تھا اور بغیر اپنا جانشین نامزد کیے اس دنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔

نیشاپور اور اصفہان کے سارے بازار بند ہو گئے۔ مختلف سمتوں میں سفر کرتے ہوئے تمام کارواں شاہراہوں سے پلٹ آئے۔ مسلح فوجیں طاقتور امراء کی قیادت میں جگہ جگہ جمع ہونے لگیں۔ قلعہ الموت کا محاصرہ ختم کر دیا گیا۔ اس فوج کا کمانڈر ملک شاہ کے ایک لڑکے برکیارق کی افواج میں شامل ہونے کے لیے عجلت پہنچنا چاہتا تھا جسے مقتول نظام الملک کے ایک فرزند کی حمایت حاصل تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسی اثناء میں خلیفہ بغداد نے ملک شاہ کے ایک دوسرے لڑکے محمود کو وارث تخت وتاج تسلیم کرلیا۔ جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا۔ جنگجو سپاہی دو مخالف کیمپوں میں تقسیم ہوتے رہے اور آخر کار خانہ جنگی شروع ہوگئی۔

جیسس ہی قلعہ الموت سے محاصرہ اٹھا حسن بن صباح چپکے سے قاہرہ روانہ ہوگیا تا کہ وہاں جا کر حشیشین کے مصرف قائدوں سے صلاح ومشورہ کرے۔ ایران میں خانہ جنگی سے اس کے عزائم کو تقویت پہنچتی تھی۔ کیونکہ اس افراتفری میں اس کے حواریوں کو بے روک ٹوک پروپیگنڈا کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ تخت خواہ برکیارق کو ملے یا محمود کو حسن بن صباح کا دونوں صورتوں کا فائدہ ہی فائدہ تھا۔ اسی دوران میں وہ شام میں بھی قلعہ بند مقامات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے متعین نے اب کھلم کھلا اصفہان میں ویز کوہ پر قلعے کی مرمت شروع کر دی تھی۔ قاہرہ میں حشیشین کے قائدین کے اشتراک سے اسے ایک عالمگیر حکومت کا خاکہ بھی تیار کرنا تھا۔

برسوں پہلے اس نے ایران کے معاملات میں ٹانگ اڑانی شروع کردی تھی اور پھر اس کے نمائندوں نے برکیارق کو قتل کرنے کی بھی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ برکیارق اپنے مخالف پر زور بروز غالب آرہا تھا۔

ملک شاہ کی موت کی خبر سنتے ہی عائشہ نے اسحاق پر زور دیا کہ وہ اسے نیشاپور کے چھوٹے محل میں پہنچا دے جو کتاب فروشوں کے بازار اور باغ عام کے قریب واقع ہے۔ وہاں وہ عمر کے قریب رہ سکے گی۔ ان دنوں عمر بیت النجوم میں اپنا بیشتر وقت اقلیدس کے علم ہندسہ کی نظر ثانی کر کے اس کی شرح لکھنے میں صرف کرتا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عائشہ نے مسلح محافظوں کی ایک جمعیت بھی ملازم رکھ لی تھی جن میں سے بیشتر عرب تھے۔ دبلے پتلے، مگر بلا کے بہادر، ایرانی کون ہیں کیا ہیں۔ انہیں اس سے قطعاً کوئی واسطہ نہ تھا۔ انہیں تو اپنے حلوے مانڈے سے کام تھا۔ انہیں تو پیٹ بھر کھانے اور تنخواہ کی کثیر رقم سے سروکار تھا۔ عائشہ نے تیز رفتار گھوڑے اور بار بردار اونٹ بھی خرید لیے تھے۔ اسے قوی احساس تھا کہ عمر کا پشت پناہ اللہ کو پیارا ہو چکا ہے اس لیے یہ اشد ضروری ہے کہ ان کے پاس حفاظت کے لیے اپنے ذاتی محافظ ہوں اور اپنے گھوڑے بھی تاکہ ضرورت پڑنے پر بلا کسی تاخیر کے وہ نیشاپور سے فرار ہو سکیں۔ اسے ایرانیوں پر قطعی اعتماد نہ تھا جو بھیڑوں کے ریوڑ کی طرح ہجوم کر کیا ادھر بھاگتے تھے کبھی ادھر۔

عائشہ کو نیشاپور کے عوام میں کسی قسم کی تبدیلی کا احساس نہ ہوا بجز اس کے کہ اب عمر کے در دولت پر اس کی سرپرستی حاصل کرنے کے لیے لوگوں کا ہجوم نظر نہ آتا تھا۔ خانہ جنگی شروع ہو چکی تھی۔ امراء نئے سرے سے تعلقات پیدا کرنے اور نئے پیمان باندھنے کے لیے جوڑ توڑ میں مصروف نظر آتے تھے۔ مسجدوں میں بھی عوام کا موضوع گفتگو بغداد یا رے سے افواج کی آمد و روانگی تک محدود تھا۔ رات کے وقت شہر کے دروازے بند کر دیے جاتے تھے اور گھڑ سوار پہرے دار سڑکوں پر مسلسل گشت کرتے تھے۔

البتہ اتنا ضرور ہوا کہ کچھ عرصہ گزرنے پر شاہی خزانے سے عمر کو تنخواہ ملنی بند ہو گئی۔ لیکن جب کبھی اسے اپنے تحقیقی عملے کے لیے روپے کی ضرورت ہوتی وہ اپنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ناظرہ کے ذریعے بازار سے حسب ضرورت قرض لے لیتا۔ اور پھر عائشہ کے پاس تجوری میں زر و نقد خاصی مقدار میں موجود تھا جس کی حفاظت وہ بڑی سختی سے کرتی تھی۔

ایک مرتبہ اس نے عمر کو بہت سمجھایا کہ وہ برکیارق کے دربار میں جا کر شاہی آداب بجالائے۔ برکیارق بغداد کی فوجوں کو شکست فاش دے چکا تھا۔ عائشہ کے خیال میں پیشین گوئی کرنے کا یہ نہایت شان دار موقع تھا۔ آخر درباری معزی نے بھی تو اس فتح کی مبارک باد میں ایک قصیدہ لکھ کر پیش کیا تھا اور ساتھی ہی ساتھ شکست خوردہ فریق کو بھی چپکے سے ایک تسلی آمیز اور ہمت افزا نظم لکھ کر روانہ کر دی تھی۔ اور خصوصات ایسے موقع پر جیسا کہ عمر نے عائشہ کو بتایا تھا کہ عنقریب چاند گرہن ہونے والا ہے اور نیشاپور سے صاف دکھائی دے گا۔

لیکن عمر **ملک** شاہ کا سوگ منا رہا تھا۔ سفید کپڑوں میں ملبوس۔ نوجوان سلطان۔ **ملک** شاہ اپنی موت کے وقت زیادہ سے زیادہ انتالیس سال کا تھا۔ بچپن سے دونوں ساتھ رہے تھے۔ اب وہ رحیم، یاسمین اور جعفر کے سے جا ملا تھا۔ اللہ! وہ سب کہاں چلے گئے؟

اس نے ایک رباعی لکھی۔ لیکن عائشہ کو اسے سن کر بالکل لطف نہ آیا۔

یاران موافق ہم از دست شدند
دریائے اجل یکاں یکاں پست شدند
خور دیم زیک شراب در مجلس عمر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دورے دو سہ پیشتر زماست شدند

''لیکن اس سے برکیارق کی تعریف کا تو کوئی پہلو نہیں نکلتا۔'' اس نے اعتراض کیا۔ ''مردوں کے متعلق اس قدر سوچنے سے فائدہ؟ وہ سب اپنی اپنی قبروں میں آسودہ ہیں اور ان سے اب کیا منفعت پہنچ سکتی ہے۔ آپ ابھی چالیس سے کچھ ہی اوپر ہوں گے اور میں'' اس نے شرماتے ہوئے کہا۔ ''یہ بھی بہت اچھی طرح جانتی ہوں کہ آپ کے قویٰ کس قدر مضبوط ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ اس قدیم مینار میں بیٹھے کاغذ پر لکیریں کھینچتے رہنے کی بجائے دوسرے امیروں کی طرح سلطان کے ہم رکاب کیوں نہ ادھر ادھر جائیں؟''

''میں ایک مرتبہ ملک شاہ کی ہم رکابی کی عزت حاصل کر چکا۔ بس یہی بہت ہے۔ نہیں نہیں۔ اب یہ سب باتیں بے کار ہیں۔ عائشہ۔ چھوڑو اس قصے کو..... ہاں آج رات تم دیکھو گی کہ چاند گہنا کر کس طرح یکسر غائب ہو جاتا ہے۔''

''کیا عقرب سارے کو نگل جائے گا۔'' چاند گرہن کا متوقع منظر دیکھنے کے اشتیاق سے اس کے جسم میں جھرجھری سی آ گئی۔

''دیکھو گی تو پتا چل جائے گا۔''

عمر نے وہ ساری رات اپنے مینار کی چوٹی پر گزاری۔ عائشہ بھی نیشاپور میں اپنے محل کی چھت پر لیٹی عوام کے خوف و اضطراب کو غور سے دیکھتی رہی۔ پورا چاند نکلا ہوا تھا۔ اور جب اس کے روشن چہرے پر سیاہی بڑھنا شروع ہوئی تو تمام فضا شور و غوغا سے گونج اٹھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اک دم سے قرنا پھونکے جانے لگے، نقارے پٹنے لگے، جھانجھ بجنے لگے اور مکانوں کی چھتوں سے عورتوں کی چیخوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ عائشہ کی طرح ہر شخص یہی سمجھ رہا تھا کہ آسیب (شر کا دیوتا) خبیث نیت سے چاند کو ہڑپ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

سیاسی گہری ہوگئی۔ ملاؤں کا ایک گروہ ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلیں لیے بلند آواز سے اسماء الٰہی کا ورد کرتا ہوا سڑکوں پر گشت کرنے لگا۔ تاکہ اسمائے پاک کی برکت سے چاند کی آسیب زدگی کا رد ہو جائے۔

سیاہی اور بڑھ گئی۔ گھپ اندھیرا چھا گیا۔ صحرا کی طرف سے ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا آیا۔ چیخوں کی آوازیں اور تیز ہو گئیں۔ جوشیلے مسلمان بھاگم بھاگ پیتل کی تھالیاں لا کر انہیں پیٹنے اور نعرے لگانے لگے تاکہ خبیث طاغوتی طاقت کو خوفزدہ کر کے آسمان سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا جائے۔ ان تمام کوششوں کے باوجود چاند کے روشن چہرے پر ظلمت غالب آگئی۔ سارا شہر تاریکی کے سمندر میں ڈوب گیا البتہ تیزی سے ادھر ادھر رقص کرتی ہوئی مشعلیں کبھی کبھی اس بحر ظلمات میں ننھے ننھے دیوں کی طرح تیرتی نظر آجاتی تھی۔

اور پھر..... عائشہ یکا یک خوشی کے جوش میں چیخ اٹھی..... روشنی کی ایک رمق آسمان پر نمودار ہوئی۔ ایک نازک لیجے کے مانند۔ ڈھول اور جھانجھ ایک نئے جوش کے ساتھ بجائے جانے لگے..... اور..... آہستہ..... آہستہ..... شر کے دیوتا نے چاند کو، جسے وہ پورا نگل چکا تھا..... اگلنا شروع کر دیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جب تک پورا چاند نہ نکل آیا شور وغوغا مسلسل بلند ہوتا رہا۔ عائشہ جو جذبات کی شدت سے تھک چکی تھی۔ اب ٹانگیں سکیڑ کر لیٹ گئی اور جلد ہی نیند کے آغوش میں آسودہ ہوگئی۔ اس تمام ہنگامے کے دوران اسے ایک دفعہ خیال آیا کہ شاید عمر نے بھی اپنے مینار پر ڈھول پیٹا ہو لیکن پھر خود ہی اس نے اپنے اس خیال کی تردید بھی کر دی کہ بھلا عمر کب ایسا کرنے والا تھا۔

مذہبی جوش وخروش جو چاند گرہن کے موقع پر ابھر آیا تھا کچھ دیر قائم رہا۔ قضاۃ شہر کا ایک جلسہ منعقد ہوا اور انہوں نے عمر کو پیغام بھجوایا کہ ہوا گلے دن ان کی مجلس کے روبرو پیش ہو۔ یہی نہیں بلکہ محافظوں کا وہ دستہ جو یہ پیغام عمر کے پاس لے کر آیا تھا اس وقت تک بیت النجوم کے سامنے پہرا دیتا رہا جب تک عمر مجلس قضاۃ کے روبرو حاضر ہونے کے لیے ان کی نگرانی میں وہاں پہنچ نہ گیا۔

سو اتفاق کہ عمر کو اس طلبی کی اطلاع قبل از وقت نہ مل سکی۔ اس کے تمام دوست اپنے اپنے معاملات میں الجھے ہوئے تھے..... البتہ چلتے وقت اس کے معاونین نے اس سے یہ درخواست ضرور کی تھی کہ وہ معزز قاضیوں کو ناراضی کا کوئی موقع نہ دے۔ کیونکہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت تھی کہ قاضی ہونے کے لحاظ سے اسلامی معاشرے میں انہیں ایک مسلم حیثیت حاصل تھی۔ اور صرف اس وقت تک کے لیے جب تک کہ اسے نئے سلطان کا قرب یا بہت ممکن خلیفہ کی خوشنودی حاصل نہ ہو جائے۔ مجلس قضاۃ کی جانب سے جو اعتراضات بھی اس پر کیے جائیں انہیں خاموشی سے تسلیم کر لے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جب عمر دیوان میں داخل ہوا تو بیک نظر اس نے اندازہ لگا لیا کہ جامعہ کا پورا عملہ فلسفہ اور دینیات کے سربراہوں سمیت ادھر سے ادھر تک دیوار سے پشت لگائے بیٹھا تھا۔ آگے کی صف میں عمر کے روبرو سفید عمامے باندھے قاضیوں کے علاوہ حجتہ الاسلام غزالی اور مفتی شہر بھی تشریف فرما تھے۔ پورا کمرہ اس طرح کھچا کھچ بھرا تھا کہ قاضیوں کے سامنے دوزانو بیٹھنے کے لیے بھی اس کو بمشکل جگہ مل سکی۔

عمر اساتذہ کے مجمع میں تقریر کرنے یا مجلس جامعہ کو مشورہ دینے کے لیے وہاں اکثر آتا جاتا رہتا تھا۔ تقریباً تمام چہرے جانے پہچانے تھے۔ عمر کی طرف کسی نے توجہ نہ کی اور اس نے سمجھ لیا کہ اس کے خلاف عدالتی تحقیقات کی جانے والی ہے۔

سب سے معمر قاضی نے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کہہ کر کارروائی کا آغاز کیا۔

جب اسے فرد جرم پڑھ کر سنائی جا رہی تھی تو وہ دماغی طور پر چوکنا ہو گیا تھا۔ وہ الفاظ کے بجائے مجلس قضاۃ کے ان جذبات کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا جو الفاظ کے پردے میں پوشیدہ تھے وہ سوچ رہا تھا کہ اگر ملک شاہ زندہ ہوتا تو بھلا ان کی کیا مجال تھی جو مجھے اس طرح طلب کرتے۔ ان تمام ملاؤں او عالمان دین کی آنکھوں میں جو وہاں موجود تھے اسے اپنے خلاف وہ قدیم نفرت صاف جھلکتی نظر آ رہی تھی جسے وہ نہ جانے کب سے چھپائے ہوئے تھے۔

ایک ملا نے عمر خیام سابق منجم سلطان مرحوم و مغفور کے خلاف با آواز بلند فرد جرم پڑھ کر سنانا شروع کیا۔

ملا نے کہا کہ سب سے پہلے تو عمر کی تصانیف کا جائزہ لیا جائے جو تمام دنیائے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسلام کے مدارس میں بطور نصاب پڑھائی جاتی ہیں۔

اس کی تصانیف پر یہ اعتراض کہ..... وہ ساری کتابیں کافر یونانیوں کی تعلیمات کے مطابق تصنیف کی گئی ہیں..... اور یہ کہ ان کا مصنف ملحد ہے۔

اس نے بدیہی طور پر دوسرے مختلف طریقوں سے بھی اسلام کے مسلمہ عقائد سے روگردانی کی ہے۔ سب سے پہلے تو یہ بات کہ اس نے سلطان مغفور کو اس بات پر راضی کیا کہ مروجہ اسلامی زیچ ترک کر دی جائے اور کنار کے طرز پر از سر نو جدید زیچ تیار کر کے رائج کی جائے۔

پھر اس نے قبرستان کے قریب اپنی رصد گاہ قائم کی ہے تا کہ وہاں قبروں میں آزادی سے چل پھر کر مردوں سے ناپاک اور خلاف شرع (روحانی) رابطہ قائم کر سکے۔ اس کے علاوہ وہ یہ کہہ کر بھی خدائے پاک کی بے حرمتی اور نافرمانی کا مرتکب ہوا ہے۔ کہ کرۂ ارض فضائے بسیط کا مرکز نہیں ہے اور وہ سیارے جن کے متعلق از روئے حدیث بھی ثابت ہے کہ طلوع و غروب ہوتے ہیں۔ گردش نہیں کرتے۔ وہ تمام لوگ..... اللہ کے راستے پر چلنے والے..... جو یہاں موجود ہیں ان سب نے اس ملحد کو یہ کلمات کفر ادا کرتے ہوئے سنا ہے۔ صرف یہی ایک بات اس کے خلاف عدالتی تحقیقات کے لیے کافی ہے۔ ملا نے اپنے بیان ختم کرتے ہوئے کہا کہ حقیقتاً یہ تمام الزامات بحث و تفصیل کے محتاج نہیں۔ اور مسلمہ حقائق پر مبنی ہیں۔ اور ان میں سے ہر الزام کے ثبوت میں سینکڑوں گواہ پیش کیے جا سکتے ہیں۔ مجلس کے سامنے صرف یہ مسئلہ ہے کہ عمر خیام کی تصانیف کے لحاظ کیا طرز عمل اختیار کیا جائے اور خود

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان کتابوں کے مصنف کو کیا سزا دی جائے۔

جب ملا خاموش ہو گیا تو جامعہ کے ایک اور عالم نے بولنا شروع کیا۔ میرے رائے میں جو حقائق پیش کیے جا چکے ہیں ان کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔ لیکن عمر خیام سے ایک اور گناہ بھی سرزد ہوا ہے۔ جس کا عام طور سے لوگوں کو علم نہیں۔

وقتاً فوقتاً عمر خیام رباعیاں لکھتا رہا ہے۔ جن کو کتابی شکل میں ایک جگہ جمع تو نہیں کیا گیا لیکن ہر طبقے کے لوگ انہیں پڑھتے ہوئے سنے گئے ہیں۔ خصوصاً صوفیاء کے حلقے میں وہ بے حد مقبول ہیں اور اوباش قسم کے لوگ قرآن و احادیث کی تردید میں انہیں سند کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ مقرر نے جو اپنے آپ کو خاکپائے علماء خیال کرتا تھا۔ عمر خیام کی تصنیف کردہ کچھ رباعیاں مختلف لوگوں سے نقل کرا کے جمع کی تھیں۔

اس نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اگر علماء کرام اور قضاۃ عظام اسے اجازت مرحمت فرمائیں تو وہ ان ناپاک اشعار کو با آواز بلند پڑھ کر سنا سکتا ہے اور ساتھ ہی ان خباثت آمیز الفاظ و معانی کے اعادے کی اس نے معافی بھی چاہی۔ نقل کفر کفر نہ باشند۔

سارے مجمع میں اشتیاق کی ایک لہر دوڑ گئی۔ لوگ قدرے آگے جھک کر گوش بر آواز ہو گئے۔ عام طور سے لوگوں کو رباعیوں کا خالق بھی سامنے ہی موجود تھا اور خود اپنے الفاظ و خیالات کی ستم ظریفی کا شکار ہونے والا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بزرگ ترین قاضی نے ارشاد فرمایا "بے کھٹکے پڑھ کر سناؤ۔"

معترض نے آہستہ آہستہ اشعار سنانے شروع کیے۔ عمر کے ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا...... اسے یاسمین کا خیال آیا۔ بھلا یاسمین کے پہلو میں اسے جنت کا خیال کس طرح آ سکتا تھا...... اور شراب...... اس کے لیے غم ربانی کا واحد ذریعہ ہی تو تھی ......

"یہ مذہب کے ساتھ استہزا ہے" رباعیاں سنانے والے عالم نے کہا۔ لیکن میں آپ کو ایک اور شعر سناتا ہوں جو کھلا ہوا الحاد ہے۔

اے آنکہ تو فریاد رسی بخش ما
بخشی نہ اگر یابی کجا بخشش را (2)

عمر نے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ شعر میں نے نہیں لکھا۔"

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ سفید عماموں سے آراستہ سر ذرا اور بلند ہو گئے۔ باریش چہروں پر خشونت کے آثار کچھ اور واضح نظر آنے لگے۔ امام غزالی اٹھے اور عمر کی نظروں سے کتراتے ہوئے قریبی دروازے سے باہر چلے گئے۔ عمر کو روز روشن کی طرح صاف دکھائی دے رہا تھا کہ اس کے حق میں کیا فیصلہ ہونے والا ہے۔ یقیناً اسے لائق تعزیز اور مجرم قرار دیا جانے والا تھا۔

وہ اپنی جگہ کھڑا ہو گیا۔ کھڑے ہوتے ہوئے اس نے محسوس کیا کہ جیسے ایک بڑا بار اس کے دماغ پر سے اتر گیا ہے۔ ان ضدی عالموں اور قاضیوں سے وہ بحث مباحثے میں الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ اور یہ بات صحیح بھی تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''کیا تو اپنی ربیت میں کچھ کہنا چاہتا ہے؟''مفتی نے عمر سے سوال کیا۔''ہاں! یہ آخری شعر میرا نہیں ہے۔لیکن میں اپنی ایک اور رباعی آپ کو سنانی چاہتا ہوں جسے یہاں نقل نہیں کیا گیا۔

گویند از آنساں کہ باپرہیزند
زآنساں کہ بمیر ندچناں برخیزند
مایامی و معشوق ازا نیم مدام
تابو کو بحشر ماں چناں انگیزد

''یہ رباعی بالکل تازہ ہے''عمر نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''یہ میں نے ابھی ابھی فی البدیہہ کہی ہے اور اس موقع کے لیے مناسب بھی ہے۔''

ناپسندیدگی کے الفاظ سے سارا دیوان گونج اٹھا۔اور مفتی نیا پنا ہاتھ بلند کر کے کہا۔

''اب تو یہاں سے جا سکتا ہے۔قاضیوں کے فیصلے کا انتظار کر۔''

جب وہ اس دروازے سے گزر رہا تھا جس سے امام غزالی تھوڑی دیر پہلے باہر تشریف لے گئے تھے۔ایک درویش نے جھک کر اس کے کان میں کہا۔

''الموت میں اب بھی پناہ مل سکتی ہے۔''

عمر نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی تو درویش وہاں سے کھسک گیا۔محافظ دستہ اسے ہمراہ لے کر ایک بغلی دالان میں پہنچا جس کے فرش پر مسجد کے بلند مینار کا سایہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پڑھ رہا تھا۔ عمر نے وہاں پہنچ کر اطمینان کا سانس لیا اور آرام سے بیٹھ گیا۔

اب وہ پہلا سا عمر ابن ابراہیم الخیام نہ تھا۔ مشہور و معروف خواجہ امام عمر، سلطان کا منظور نظر، اس سلطان کا جو ہر وقت اس پر انعام و اکرام کی بارش کرتا رہتا تھا۔ اس نے ساری زندگی علمی مباحثوں میں گزاری تھی۔ اور اسی مسجد کے صحن میں بیٹھ کر بڑے بڑے علماء سے کسب علم کیا تھا۔ اور اب..... امیر پائیگاہ خواجہ عمر وہاں ایک مجرم کی حیثیت سے بیٹھا تھا۔ ایک قیدی۔ جس پر مقدمہ چلایا جا رہا تھا۔

فیصلہ سنانے کے لیے خود مفتی اس کے پاس آیا۔

''تیری تمام تصانیف کو خلاف قانون قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان کا مصنف ایک ملحد ہے ان کی تعلیم مدرسوں میں ممنوع قرار دے دی گئی ہے جو کتابیں اس وقت یہاں موجود ہیں۔ انہیں نذر آتش کر دیا جائے گا۔''

''بیت النجوم کو ضبط کر کے نیشاپور کی مجلس نظما کی تحویل میں دے دیا گیا ہے۔ اب تو اس کے احاطے میں بھی قدم نہیں رکھ سکتا۔ علاوہ ازیں تجھے حدود نیشاپور میں عوام کے کسی جلسے اور درس گاہوں میں طالب علموں سے خطاب کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔''

''آپ کا فیصلہ میں نے سن لیا۔'' عمر نے جواب دیا۔ ''لیکن میری ذات کے متعلق کیا حکم ہے؟''

مفتی نے اپنی داڑھی کھجاتے ہوئے ایک لمحہ سوچا۔ ''کچھ قاضیوں کی رائے ہے کہ تو دیوانہ ہے۔ مردود خداوندی..... تیری ذات کے سلسلے میں کوئی فیصلہ نہیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کیا گیا۔ بہر حال تو آزاد ہے۔ لیکن تجھے نیشا پور فوراً چھوڑ دینا ہوگا۔ مدرستہ العلوم اور دیگر درس گاہوں سے بھی تیرا کوئی تعلق نہ ہوگا۔"

"کتنے عرصے کے لیے؟"

"ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔"

جب محافظ رخصت ہو گئے تو عمر صدر دروازے سے ہوتا ہوا باہر نکل آیا۔ اسے دیکھنے کے لیے باہر ایک مجمع لگا ہوا تھا۔ وہ اسے نظر انداز کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس کے قدم بے ارادہ اس مانوس سڑک کی طرف اٹھ گئے جو کتب فروشوں کے بازار کی طرف جاتی تھی۔

"اے ملحد" کی نے آواز کسا۔ طالب علموں کی ایک ٹولی جو شور مچاتی ہوئی باغ کی طرف جا رہی تھی اسے قریب آتا دیکھ کر خاموش ہو گئی۔ کتابوں کی دکانوں سے لوگوں نے اسے جھانک جھانک کر دیکھا۔ سڑک کے موڑ پر چشمے کے کنارے پہنچ کر وہ چلتے چلتے رک گیا۔ اس وقت بھی پانی اسی طرح چمک رہا تھا جیسے بیس برس پہلے چمکتا تھا۔ پتھروں پر بیٹھی ہوئی عورتیں بھی بالکل اسی طرح غپ شپ کر رہی تھی۔ ایک لڑکی نے جو کنارے پر بیٹھی اپنی صراحی بھر رہی تھی عمر کو اپنے پیچھے کھڑا دیکھا تو گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ اس غیر متوقع گھبراہٹ میں صراحی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر پتھر پر گری اور پاش پاش ہو گئی۔

"میں معافی چاہتا ہوں" عمر نے ایک دم چوک کر کہا اور آگے بڑھ گیا۔

پچیس سال پہلے جو وہ اس چشمے کے کنارے بیٹھ کر یاسمین کا انتظار کرتا تھا تو صحیح

www.iqbalkalmati.blogspot.com

معنی میں زندہ تھا اور سامنے گزرنے والے انسانوں کی حیثیت اس کے خیال میں کاغذی فانوس پر گردش کرتے ہوئے سایوں سے زیادہ نہ تھی۔ اب وہ سب لوگ اسے زندہ نظر آرہے تھے۔ اور خود وہ ایک سائے میں تبدیل ہو چکا تھا جو بے مقصد ادھر ادھر حرکت کر رہا تھا۔ ایسا کیوں ہوا؟ بیت النجوم کے چھن جانے کے بعد اسے دنیا کی ہر چیز حتی کہ خود اپنا وجود بھی بے حقیقت نظر آرہا تھا۔

عائشہ برابر روئے جارہی تھی۔ وہ اسے طرح طرح سے یہ سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی کہ ابھی وقت ہے کہ ہم اپنے بچے کھچے آدمیوں کے ساتھ روپیہ پیسہ اور ضروری سامان لے کر جس قدر جلد ہو سکے قصر کوچک سے چلے جائیں۔ نیشاپور میں مزید قیام کرنا خطرے سے خالی نہیں۔ اس نے عمر کو وہ سب افواہیں بتائیں جو کوچہ و بازار میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ مسجدوں میں نماز کے وقت جمع ہونے والے لوگ اس کے متعلق کیسی کیسی باتیں کر رہے تھے۔ اس نے بار بار اصرار کیا کہ گھوڑے تیار ہیں اور بار بردار اونٹ بھی موجود ہیں۔ اس سے پہلے کہ نئی مصیبتیں نازل ہوں بہتر یہی ہے ہم یہاں سے نکل جائیں۔

لیکن عمر نیشاپور چھوڑنے کو کسی قیمت پر راضی نہ تھا۔ اس نے اقلیدس پر اپنی شرح مکمل نہ کی تھی ..... اس کی تصانیف کے سارے نامکمل مسودے بیت النجوم میں اس کا انتظار کر رہے تھے۔

عائشہ کی تمام گفتگو کے جواب میں عمر نے صرف ایک لفظ "نہیں" کہا اور اٹھ کر قصر کی چھت پر چلا گیا۔ وہ وہاں لیٹا ہوا سوچتا رہا کہ اسے کیا کرنا چاہیے لیکن کسی نتیجے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پر نہ پہنچ سکا اور دھوپ کی تیزی کو غروب آفتاب کے خونی منظر میں تبدیل ہوتے دیکھنے میں محو ہو گیا۔

سورج غروب ہو چکا تھا۔ آسمان پر اندھیرا چھانے لگا تھا کہ اسحاق دوڑتا ہوا اوپر آیا اور خوف زدہ انداز میں عمر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''حضور! ایک جم غفیر بیت النجوم کی طرف جا رہا ہے۔ ان میں کچھ ملاہیں۔ کچھ سپاہی اور بہت سے واہی تباہی لوگ شامل ہیں۔ وہ آپ کے خلاف نعرے بھی لگاتے جا رہے ہیں۔ ان کا ارادہ مینار کو لوٹنے کا معلوم ہوتا ہے۔ اٹھئے! جلدی چلئے تا کہ جو کچھ ہاتھ لگے وہاں سے بچا لائیے۔ اور شہر پناہ کے دروازے بند ہونے سے پہلے یہاں سے نکل کر قصر کو چک چلے جائیں۔ واللہ! اب یہاں امان ملنی مشکل ہے۔

''گھوڑا تیار کرو!'' عمر نے ہڑبڑا کر اٹھتے ہوئے حکم دیا۔

گھوڑے پر سوار ہو کر جب وہ روانہ ہونے لگا تو اس نے اسحاق کو ہدایت کی کہ گھر کا کوئی شخص باہر نہ نکلنے پائے اور صدر دروازہ بند کر دیا جائے۔

باغ عام کو عبور کر کے دریا کی طرف والے دروازے سے گزرتا ہوا وہ شہر پناہ سے باہر آ گیا اور گھوڑے کو سرپٹ دوڑا دیا۔

اس وقت سڑک بالکل سنسان تھی۔ جب وہ سڑک پر چھائے ہوئے درختوں کے گھنے سائے سے نکل کر کھلے آسمان کے نیچے پہنچا تو اس نے اپنی نظریں تیزی سے مینار کی طرف دوڑائیں۔ ٹمٹماتے ہوئے ستاروں کے پیش منظر میں بجائے ایک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سیاہ خط کے اس نے مینار کی جگہ آگ کی لپٹیں بلند ہوتی دیکھیں۔

جب ذرا اور قریب آیا تو پورا منظر اس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ دھوئیں کے سیاہ بادلوں کے نیچے شعلے بھڑک رہے تھے۔ اس نے گھوڑے کو شدت سے مہمیز کیا۔ گھوڑا مجمع کو چیرتا ہوا قلانچیں بھرتا۔ چڑھائی پر تیزی سے دوڑنے لگا۔ پائیں باغ کے دروازے پر پہنچ کر وہ گھوڑے سے کود پڑا اور دوڑتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ اس کے چاروں طرف دھواں ہی دھواں تھا۔ اور جلتے ہوئے مینار کے مختلف پہلوؤں سے شعلوں کی سرخ زبانیں تیزی سے باہر نکلتی دکھائی دے رہی تھیں۔ تیز گرم ہوا کے ایک جھونکے نے جیسے اس کا منہ جھلس دیا۔ کچھ لوگوں نے اس کے دونوں بازو پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا۔

''یا اللہ! اے شخص! کیا تجھے نظر نہیں آتا! کیسی آگ لگی ہوئی ہے۔''

''شاید ابھی لگی ہے!''

''اسے لگے ہوئے تو عرصہ ہو گیا۔ اب تو پورے شباب پر ہے۔ دیکھتا نہیں آگ مینار کو کس طرح کھا رہی ہے۔''

جن لوگوں نے عمر کو رصد گاہ کے دروازے سے باہر کھینچا تھا۔ بہت خوش ہو کر اس آتشیں منظر پر رائے زنی کر رہے تھے۔ کچھ لوگ دروازوں کے پردے بغل میں دبائے کھڑے تھے۔ وہ آدمی اس پردے کے لیے جھگڑ رہے تھے جس پر سنہرے سلمہ ستارے سے اژدہے کی شکل بنائی گئی تھی..... وہ یہ طے نہیں کر پائے تھے کہ اگر وہ اسے لے جائیں تو بازار میں اس کے کچھ دام بھی اٹھ سکیں گے یا نہیں؟

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عمر نیم بے ہوشی کے عالم میں لوگوں کو ادھر ادھر دوڑتے اور لوٹ مار کرتے دیکھ رہا تھا۔ رصد گاہ کی پہلی منزل چنگھاڑتے ہوئے شعلوں کی بھٹی بنی ہوئی تھی۔ آگ تیزی سے اوپر کی منزل کی طرف بڑھ رہی تھی۔

اس کی تمام کتابیں اور کاغذات وہیں تھے۔ تیسری منزل پر ..... سیاروں کی جدولیں۔ جو سالہا سال کے مشاہدہ و محنت کے بعد ترتیب دی گئی تھیں۔ اور نامکمل شرح اقلیدس بھی .....!

اس نے قریب کھڑے ہوئے ایک شخص کو جھنجھوڑتے ہوئے چیخ کر دریافت کیا ۔''کتابوں کا کیا حشر ہوا؟''

اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔''کیا؟ کتابیں ..... کتابیں تو آگ کے شعلوں کی مرغوب ترین غذا ہیں۔ ہم نے انہیں جمع کر کے پہلے ہی نیچے کی منزل پر ڈھیر لگا دیا تھا۔''

ایک لڑکا اپنی قمیض کے نیچے کوئی چیز چھپائے بھاگتا ہوا قریب سے گزر گیا۔ ایک طرف چند سپاہی سنہری اژدہے کو اپنے چاقوؤں سے کھرچ کھرچ کر کپڑے سے الگ کرنے میں مشغول تھے۔ لمبے چوڑے کپڑے سے الگ کر کے اس کالے جانا نسبتاً آسان تھا۔ جب پہلی منزل کی چھت ایک دھماکے کے ساتھ نیچے گری تو انہوں نے نگاہیں اٹھا کر دلچسپی سے اس طرف دیکھا۔ دور، دور تک چنگاریاں اڑ کر آئیں اور آگ کی لپٹیں بل کھاتی ہوئی بلند ہو گئیں۔

بالآخر جب مینار کی بالائی چھت بھی جل کر زمین پر آ رہی تو مینار کی شکل بالکل

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک ایسی چمنی کی سی ہوگئی جسے دہکتے ہوئے انگاروں پر کھڑا کر دیا گیا ہو۔

آگ کی چمک اور تپش آہستہ آہستہ دھیمی پڑنے لگی اور ہوا بھی رفتہ رفتہ ٹھنڈی ہوتی چلی گئی۔ آوازوں کا شور مدھم پڑنے لگا۔ لوگ شہر پناہ کے دروازے بند ہونے سے پہلے گھر پہنچنے کے لیے تیزی سے واپس ہو گئے۔

سواروں کا ایک دستہ باغ میں داخل ہوا اور لوگ سے تباہی کا منظر دیکھنے کے لیے ٹھہر گیا۔ وہ لوگ ٹہلتے ہوئے ابن سینا کے مستی کرۂ ارض (تانبے کے بنے ہوئے گلوب) کے قریب پہنچ کر اسے غور سے دیکھنے لگے۔ اس گلوب کو کسی نے مینار سے باہر نکل کر حفاظت کے ساتھ ایک طرف رکھ دیا تھا۔ اس کا اسطرلاب بھی اس کے پاس ہی احتیاط سے رکھا ہوا تھا۔

''عالیجاہ! آگ لگنے کے اس واقعہ کے متعلق ضرور ایک نظم تصنیف فرمائیے گا۔''

عمر نے نظریں اٹھا کر تعجب سے انہیں دیکھا۔ بولنے والے کوئی نووارد معلوم ہوتا تھا۔ اور جس شخص کو اسے نے مخاطب کیا تھا وہ درباری لباس پہنے ایک عمدہ گھوڑے پر سوار تھا۔ عمر کو اس سوار کی صورت جانی پہچانی سی محسوس ہوئی۔ ایک لمحے توقف کے بعد اس نے پہچان لیا۔ وہ معزی تھا۔ درباری شاعر۔

معزی نے جان بوجھ کر عمر کو نظر انداز کر دیا۔ بلکہ آگے کے سلسلے میں مذاق کے طور پر چند جملے بھی کہے۔ گھوڑا موڑتے ہوئے اس نے اپنے ہمراہیوں کو یاد دلایا کہ واپسی میں انہوں نے خاصی دیر لگا دی تھی۔ جب ان کے گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دینی بند ہو گئیں تو عمر کو اپنی تنہائی کا احساس ہوا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کا ذہن ہنوز ماؤف تھا۔ وہاں سے واپس جانے کا خیال بھی اسے نہ آیا۔ اس کا سب کچھ وہیں تھا۔ زندگی بھر کی دماغی کاوشوں کا نچوڑ۔ وہ سب کچھ جھلسے ہوئے پتھروں کے نیچے اس کے ساتھ راکھ میں تبدیل ہو رہا تھا۔ یکا یک اسے اپنے ساتھیوں کا خیال آیا جو برسوں سے اس کے ساتھ یہاں مصروف تحقیق تھے۔ آخر ان سب کا کیا حشر ہوا۔ پھر اس نے خود ہی سوچا کہ یقیناً وہ مجمع کی زد سے بچ کر فرار ہو گئے ہوں گے۔

انگاروں کا ڈھیر اسے ایسا نظر آیا جیسے گلاب کے پھولوں کو انبار کر کے انہیں نیچے سے روشن کر دیا گیا ہو اور ہوا کے جھونکوں کے ساتھ کبھی ان کی سرخی گہری ہو جاتی ہو، کبھی مدہم۔ اس کے دماغ میں ابھی تک شعلے بھڑک رہے تھے۔ اس نے اپنے تمام بدن میں آگ سی جلتی ہوئی محسوس کی بالکل ایسی ہی اندرونی تپش اس نیا یک مرتبہ اور بھی محسوس کی تھی جبکہ دریائے فرات کی کنارے خیموں کو آگ لگائی تھی۔ وہ آگ اس کے جسم میں آج تک ٹھنڈی نہ ہوئی تھی۔ اس نے اسی تپش کو ایک مرتبہ پھر شدت سے محسوس کیا اور سوختہ مینار سے اٹھتے ہوئے دھوئیں کو آسمان پر بادل کی شکل اختیار کرتے ہوئے دیکھنے لگا۔

یکا یک اس کی نظر چاند کی روشن چہرے پر پڑی جو صاف و شفاف آسمان کی بلندیوں سے ٹکٹکی باندھے سکون سے اسے دیکھ رہا تھا۔

عمر خالی الذہن ہو کر اجڑے ہوئے باغ کی روشوں پر ٹہلنے لگا۔ گلاب کی نازک نازک پتیاں جھاڑیوں سے ٹوٹ کر روشوں پر بکھری پڑی تھیں۔ ایک تاریک گوشے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں بنفشہ کا ایک خوبصورت پھول سر شاخ لہلہا رہا تھا۔ عمر احتیاط سے چلنے لگا تا کہ اس کا پیر اندھیرے میں کسی پھول پر نہ پڑ جائے۔ پھر اس نے سوچا کہ اس اجاڑ میں ٹھہرنے سے کیا حاصل اور گھوڑے پر سوار ہو کر واپسی کے ارادے سے باہر نکل آیا۔

اس کے گھوڑے کو یا تو کوئی چرا کر لے گیا تھا یا پھر وہ خود ہی بھٹک کر کہیں ادھر ادھر چلا گیا تھا..... وہ پیدل ہی چل پڑا۔ سر پر چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ اس کا اپنا سایہ اس کی تنہائی کا ساتھی۔ قدم بہ قدم اس کے ساتھ چلنے لگا۔ چلتا رہا.....

شہر کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ محافظوں نے اسے ڈانٹ کر وہاں سے بھگا دیا۔ رات کے سناٹے میں کچھ وہ ادھر ادھر گھومتا، آوارہ گردی کرتا، مضافات شہر کے ایک گاؤں کی طرف نکل آیا۔ وہاں صرف ایک ہی دروازے سے روشنی چھن چھن کر باہر آ رہی تھی۔ اس نے قریب جا کر کان لگائے۔ اندر سے کسی کے قہقہہ مار کر ہنسنے اور ستار بجنے کی آواز آ رہی تھی۔

اس نے کھلے ہوئے دروازے میں جھانک کر دیا۔ وہاں اسے کمہار کا چاک نظر آیا جس پر سوکھی ہوئی مٹی کا ایک تودہ رکھا تھا۔ پاس ہی ایک کمبل اور کچھ صراحیاں پڑی تھیں۔ لیکن فضا شراب کی بو سے معمور تھی۔ عمر ذرا اور آگے بڑھا سامنے ایک اور دروازہ دکھائی دیا جس پر پردہ پڑا تھا۔ اس نے پردہ سرکایا اور اندر داخل ہو گیا۔

دیوار کے سہارے ان گنت صراحیاں ایک دوسرے پر چنی ہوئی تھیں۔ ایک شخص لرزتی ہوئی انگلیوں سے ستار بجا رہا تھا۔ اسے دیکھ دیکھ کر ایک دیہاتی دوشیزہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کھڑی مسکرا رہی تھی۔ ایک بوڑھا آدمی شراب کی صراحی اپنے دونوں بازوؤں میں، ہم آغوشی کے انداز میں لئے بیٹھا تھا اور تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اس میں سے ایک پیالے میں شراب انڈیلتا جاتا تھا۔

''ذرا احتیاط سے'' عمر نے با آواز بلند کہا۔ ''شراب گرا کر ضائع نہ کرو۔''

جب عمر نے شراب سے بھرا ہوا پیالہ ہاتھ میں لیا تو ٹھنڈی سرخ شراب اس میں سے چھلک پڑی اور وہ آہستہ آہستہ پینے لگا۔ باقی تینوں اسے غور سے دیکھتے رہے۔

''ماشاءَ اللہ' سفید ریش بوڑھے نے کہا۔ ''غالباً علیجاہ راستہ بھول کر ادھر نکل آئے ہیں؟''

عمر نے اپنے لباس پر ایک اچٹتی نظر ڈالی جو گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا۔ پھر اس نے ایک آہ بھر کر پیالہ خالی کر دیا۔ شراب خانے کے اندر نسبتاً خنکی تھی۔ بوڑھا کوزہ گر جس کے ہاتھ کوزے بناتے بناتے ٹیڑھے ہو گئے تھے عمر کو اس وقت ایک فرشتہ نظر آ رہا تھا جو چاندنی رات میں آسمان سے اتر آیا ہو۔ عمر صراحی کے قریب آرام سے بیٹھ گیا اور نہ معلوم کس خیال میں محو ہو گیا۔

''آج'' اس نے محویت سے چونکتے ہوئے کہا۔ ''میں نے عقل و دین کی دیویوں کو طلاق دے دی ہے اور دخت رز کو اپنا شریک حیات بنا لیا ہے۔'' (3)

''کیسے عجیب نام ہیں'' دیہاتی دوشیزہ نے ہنس کر کہا۔

''گا! اے دوشیزۂ شب'' عمر نے فرمائش کی۔ ''اور اے کشادہ دہن شخص تو ستار بجا۔ ایسی طاقیں اور نکاح روز روز واقع نہیں ہوتے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ بہت دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ شراب ایک نغمگی کے ساتھ قلقل کرتی ہوئی صراحی سے پیالوں میں ڈھلتی رہی۔ عمر کا دل چاہا کہ اس کیفیت کا دوسروں کو بھی احساس دلائے۔ اس نے اپنا ہاتھ صراحی پر رکھا جو اسے ٹھنڈی محسوس ہوئی اور کوزہ گر سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ ''کیا عجب یہ مٹی ایک ایسے عاشق زار کی ہو جس کے ہونٹ اس کے محبوب کے ہونٹوں سے پیوست رہے ہوں اور بازو اس کی گردن میں حمائل ؟''

''کون جانتا ہے؟'' بوڑھے نے غنودگی کے عالم میں جواب دیا۔

عمر نے پھر مغنیہ کی آواز پر کان لگائے۔ لیکن گانا ختم ہو چکا تھا۔ حجرے کی ساری فضا تاریک پردے میں لپٹ گئی۔ اور وہ بھی بے خبر سو گیا۔ ایک دفعہ اس کی آنکھ کھلی تو اس نے اٹھ کر صراحی کو ہلایا لیکن وہ پہلے ہی خالی ہو چکی تھی۔ اس نے کروٹ بدلی اور اندھیرے کی چادر اوڑھ کر پھر سو گیا۔

کسی نے اس کا شانہ ہلایا۔ اس نے آنکھیں کھول دیا۔ سارے حجرے میں صبح کاذب کا دھندلکا پھیلا ہوا تھا۔ بوڑھا آدمی پریشان اور خوف زدہ سا کھڑا اس سے کہہ رہا تھا۔ ''میرے آقا اٹھئے۔ صبح کی اذان ہو رہی ہے۔ بلند مینار پر کھڑا ہوا موذن پکار پکار کر نماز کے لیے بلا رہا ہے۔''

''اس کی آواز پر کان نہ دھرو۔'' عمر نے جواب دیا۔ ''دراصل وہ پائین کمین گاہ سے جو مینار میں واقع ہے تمہیں دھوکے سے بلا رہا ہے۔ اس سے خبردار رہو۔''

اور پھر وہ خالی صراحی کی طرف کروٹ لے کر یہ سوچتا ہوا سونے کی کوشش کرنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لگا کہ جب نیشا پور کے دروازے ہی اس پر بند ہو چکے ہیں تو وہ اب ناحق کر کرے گا بھی کیا۔

بوڑھے کوزہ گر نے ایک دفعہ پھر لجاجت سے کہا۔ ''سنو! آقا!''..... حی علی الصلاح۔ حی علی الصلاح..... حی علی الفلاح.....''

دور سے آتی ہوئی آواز کوزہ گر کے حجرے میں گونج رہی تھی۔ عمر ذرا لڑکھڑاتا ہا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دروازے میں رک کر اس نے کچھ سوچا..... صبح ہو رہی تھی۔ اور وہ شراب خانے کے دروازے میں کھڑا تھا..... اس نے موذن کو مخاطب کرتے ہوئے یہ رباع پڑھی۔

آمد سحرے ندا زمیخانہ ما
کائے رند خرا باقی دیوانہ ما
برخیز کہ پر کنیم پیانہ زمے
زاں پیش کہ پر کنند پیانہ ما

اور پھر وہ پلٹ کر جا لیٹا اور سو گیا۔

تمام دن کوزہ گر کا چاک گھومتا رہتا۔ پانی کے ٹھنڈے قطرے اس سے ٹپک ٹپک کر زمین پر گرتے رہتے۔ کوزہ گر کر مڑے ہوئے ہاتھ گیلی مٹی سے طرح طرح کی شکلیں تخلیق کرتے رہتے۔ ایک رات کے بعد دوسری رات آتی رہی۔ عمر اپنے سینے کے اندر بھڑکتی ہوئی آگ کو شراب کے چھینٹے دے دے کر ٹھنڈا کرتا رہا حتی کہ دیوار کے سہارے چنی ہوئی لاتعداد صراحیوں نے ایسی انسانی شکلیں اختیار کر لیں جو اس

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے گفتگو کر سکتی تھیں۔ جب عمر نے ان سے باتیں کرنے کا ارادہ کیا تو نیند اس پر غالب آ گئی اور اس نے روز و شب کا شمار کرنے کی کوشش بھی ترک کر دی۔

''مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں'' اس نے طنزیہ لہجے میں کوزہ گر کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''اس زمانے سے جو گزر گیا اور اس زمانے سے بھی جو آئے گا۔''

وقت دبے پاؤں گزرتا رہا۔ ہاں ایک روز اس کے سکون میں تھوڑا سا انتشار پیدا ہوا جب عائشہ اور اسحاق یکا یک اس کے سر پر آ دھمکے۔ عائشہ کی آواز مارے غصے کے کپکپائی ہوئی تھی۔

''یہ کیا نئی دیوانگی ہے؟ تمہیں معلوم ہے کہ ہم ہفتوں سے تمہاری تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ اے واللہ!'' عائشہ نے اپنے ہاتھ نچا کر کہا۔ ''یہ کچھ کم مصیبت ہے کہ انہوں نے بیت النجوم کو جلا کر خاک کر دیا۔ اور قرض خواہوں نے تمہارے شہری مسکن پر اپنے قرضے کے بدلے قبضہ کر لیا۔

یہ سب تو کل کی بات ہے اب تک تو بھڑکتے ہوئے شعلے ٹھنڈے ہو کر راکھ میں تبدیل ہو چکے ہوں گے۔

''ہاں انہوں نے قصر کو چک پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور اب نئے سلطان کے دربار میں تمہارے نام کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ اس نے تمہاری ترتیب دی ہوئی تقویم کو ناکارہ قرار دے کر پرانے طریقے پر چاند کے حساب سے ماہ و سال کا شمار پھر رائج کر دیا.....''

''میری تقویم؟''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''ہاں !ہاں !تمہاری مرتب کی ہوئی تقویم !!بالکل بیکار ہو چکی ہے۔ ہے ہے !! کیا غضب ہے کہ جب میں حمام جاتی ہوں تو عورتیں میری طرف انگلیاں اٹھاتی ہیں۔ کہتی ہیں۔ وہ دیکھو وہ عمر خیام کی لونڈی ہے؟ کیا یہ ستم نہیں ہے کہ معزی کی داستائیں اور طوائفیں تو پاکیوں اور سوار ہو کر نکلیں جن کے آگے حبشی غلام ہٹو بچو کرتے ہوئے چلیں اور میں خود گھوڑے پر چڑھی اسحاق کو ساتھ لیے اس طرح سڑکوں پر ماری ماری پھروں..... اور تم یہاں بیٹھے ایک کوزہ گر کی لونڈیا کو بغل میں دبائے شراب پی رہے ہو، رنگ رلیاں منا رہے ہو.....''

''اچھا اب بہت ہو چکی'' عمر نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''عائشہ میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آج سے عورتیں عمر خیام کا نام لے کر مذاق نہ اڑا سکیں گی۔ اور تیرے مقابلے میں معزی کے مور اپنی چمکیلی دمیں پھیلا کر نہ ناچ سکیں گے۔ اسحاق تیرے پاس جس قدر زر و نقد ہے وہ سب ادھر لے کر آ!''

''اللہ ہی جانتا ہے اس کے پاس کس قدر رقم ہے'' عائشہ نے چپکے سے کہا۔

''اور عائشہ، تیرے پاس بھی تو سنہرے سکوں کے توڑے موجود ہیں۔ علاوہ دوسرے قیمتی سامان کے؟''

جوان کنیز اور اسحاق نے ایک دوسرے کو حیرت آمیز نظروں سے دیکھا نہیں بہت پہلے اس امر کا یقین تھا کہ عمر سے ان کے خیالات پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ لیکن پھر بھی انہیں عمر کی باتیں سن کر تعجب ہو رہا تھا۔

''عائشہ کے پاس جواہرات ہیں'' اسحاق نے گھبرا کر جواب دیا۔ ''اور آپ کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نقدی کا صندوقچہ بھی۔"

"تو پھر اے کوزہ گر! میں تجھے گواہ کر کے اعلان کرتا ہوں کہ میں اپنا سارا مال و زر اپنی اس کنیز اور اس ملازم کو جو اس وقت یہاں موجود ہیں بخشتا ہوں۔ جاؤ اور نیشا پور کے مفتی کے روبرو جا کر اس کی تصدیق کرا لو کہ میں نے ایسا کیا ہے۔"

چند لمحے کے لیے تلخ سناٹا چھایا رہا..... اسحاق نے جستجو آمیز لہجے میں عمر سے پوچھا۔ "لیکن آقا! آپ کے پاس کیا باقی رہے گا؟"

اب باقی ہی کیا رہا۔ عمر حیرت سے سوچنے لگا۔ جو کچھ اس کا تھا وہ سب ختم ہو چکا۔ اس کی تصانیف مدرسوں میں ممنوع قرار دے دی گئیں۔ اس کے مسودے جلا دیئے گئے۔ اس کی تقویم طاق نسیاں کی زینت ہو گئی۔ اس شہر بدر کر دیا گیا؟

"افق کے اس پار" اس نے دماغ پر زور ڈالتے ہوئے کہا۔ "ایک جام پوشیدہ ہے جسے ہر شخص کو پینا ہی پڑے گا۔ جب تیری باری آئے تو بلا تکلف اسے ہاتھ میں لے کر غٹ غٹ چڑھا جانا۔ ایک قطرہ بھی اسے میں نہ رہنے پائے..... میں صرف اس قدر جانتا ہوں۔"

اسحاق نے اپنی کہنی سے کوزہ گر کو ٹھوکا دیا اور اپنا سر کھجانے لگا۔ "اور اس مفتی سے یہ بھی کہہ دینا" عمر نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کہ میں حلب جانے والے کارواں کے ہمراہ جلد ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا..... اچھا اب نیشا پور چلے جاؤ..... تم دونوں۔"

جب وہ دونوں کانا پھوسی کرتے ہوئے گھوڑوں کے قریب پہنچے تو عائشہ نقاب

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ڈالے رو رہی تھی۔ اسحاق نے سہارا دے کر اسے گھوڑے پر سوار کرایا۔ ''اے عورت اب تجھ پر کون سی مصیبت نازل ہوگئی؟'' اسحاق نے عائشہ کو طنز کیا۔

''نہ جانے کیوں میرے دل میں آگ ہوک سی اٹھ رہی ہے۔ لیکن کیا..... کیا یہ سارا زر و مال اب میرا ہے۔''

''بے شک! آقا نے یہی ارشاد فرمایا ہے۔''

عائشہ نے آہستہ سے اپنے آنسو پونچھے۔ مفتی کی عدالت کو جاتے ہوئے عائشہ ان دکانوں پر للچائی ہوئی نظریں ڈالنے سے باز نہ رہ سکی جن پر عورتوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ ریشمی پارچے خریدنے میں مصروف تھے۔

ایک کارواں سرائے کے دروازے میں جو خراسان سے دو روز کی مسافت پر سڑک کے کنارے واقع تھی عمر آلتی پالتی مارے بیٹھا اس الاؤ کو کرید رہا تھا جس نے رات بھر اس کے جسم کے حرارت پہنچائی تھی۔ اونٹ کے بالوں سے بنی ہوئی ایک بوسیدہ عبا اس کے شانوں پر پڑی تھی۔ اس نے بیٹھے بیٹھے اپنے پیرانگاروں کی طرف پھیلا دیئے۔

خاصی رات گزر چکی تھی۔ آسمان پر عقرب مغربی پہاڑیوں کے پیچھے غروب ہو رہا تھا۔ صرف دو گھنٹے اور..... وہ نگہبانی کے فریضے سے سبکدوش ہو جائے گا۔ اس لیے کہ صبح ہو جائے گی۔ ہوا کے ایک تیز جھونکے سے پتیاں..... خشک، بے جان پتیاں کھڑا کھڑا کر اوپر کی طرف اڑیں۔ بگولے کی شکل میں..... جیسے روحیں کرب کی شدت سے پھڑ پھڑا رہی ہوں۔ عمر نے دونوں ہاتھوں میں کچھ پتیاں لے کر آگ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں جھونک دیں تو ایک لمحے کے لیے شعلے بھڑکے اور دب گئے۔ اس کے سینے میں کھجلی محسوس ہوئی وہ آرام سے بیٹھا کھجاتا رہا..... بس صبح ہونے ہی والی تھی۔

اس کے سکون میں کوئی چیز خلل انداز ہو رہی تھی۔ سڑک کی سخت زمین پر گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز بند ہوگئی۔ ایک تنہا سوار الاؤ کے قریب آ کر رکا۔ ''اے نگہبان شب!'' اجنبی نے عمر سے سوال کیا۔ ''کیا یہ کارواں حلب کی طرف جا رہا ہے؟''

''ہاں'' عمر نے کہا۔

سوار گھوڑے سے اتر پڑا۔ کھڑے ہو کر اپنی ٹانگیں سیدھی کیں جو دیر تک زین پر بیٹھے رہنے کی وجہ سے اکڑ گئی تھیں۔ اور پھر اس نے جماہی لی۔ ''یا اللہ نیشاپور سے یہاں تک کا سفر خاصا طویل ہے۔ کیا کوئی شخص خواجہ عمر خیام اس کارواں کے ہمراہ سفر کر رہا ہے؟''

چند خاردار شاخیں آگ پر ڈال کر عمر سوچنے لگا۔ باتوں کی آواز سن کر سرائے کا مالک بھی اپنے حجرے سے باہر نکل آیا جو دروازے کے پہلو میں واقع تھا۔ اور سوار کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ ''نہیں!'' سرائے کے مالک نے جواب دیا۔ یہاں صرف ایک ہی تاجر ہے جو نہ خواجہ ہے اور نہ خیام ہے۔''

''میں ہی مطلوبہ شخص ہوں'' عمر نے ایک لمحہ توقف کر کے کہا۔

دونوں آدمی اسے دیکھ کر بے ساختہ ہنس پڑے۔

''یا خدا!'' سوار نے کہا۔ ''کیا میں خلیفہ کا خط ایک دربان کو دیدوں جس کی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

داڑھی بھی ترشی ہوئی نہیں ہے؟ خلیفہ مصر نے قاہرہ سے عمر خیام کے نام خط بھیجا ہے اور درخواست کی ہے کہ وہ قاہرہ آ کر اس کا زائچہ بنائے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اسے عزت و احترام کے ساتھ قاہرہ لے جا کر دربار میں حاضر کروں۔

''انشاء اللہ'' سرائے کے مالک نے کہا۔ ''کیا یہ حقیقت ہے؟''

قاصد نے اپنی پیٹی سے ایک لپٹا ہوا خط نکالا۔ جو سر بند تھا اور اس پر دھاگا لپیٹ کر اوپر سیاہ یک بڑی مہر لگا دی گئی تھی۔ ''دیکھو! یہ ہے۔'' سوار نے خط دکھاتے ہوئے کہا۔ ''کیا یہ بھی حقیقت نہیں ہے۔'' عمر نے پوچھا۔ ''کہ الموت کا حکمران حسن اس وقت دربار قاہرہ میں موجود ہے۔ جسے تمہارے والی نعمت خلیفہ کا پورا اعتماد حاصل ہے۔''

''تو کون ہوتا ہے۔ یہ جاننے والا؟ ہاں وہ بھی وہاں موجود ہے۔ جیسا کہ تو بیان کر رہا ہے۔ لیکن تجھے کیا.....؟''

''قلم دوات لاؤ'' عمر نے سرائے کے مالک کو حکم دیا۔

عمر نے خط لے لیا اور اسے اپنے انگلیوں میں پکڑ کر الٹ پلٹ کر دیکھا۔ اس نے اندازہ لگایا کہ وہ خاصا وزنی ہے اور یقیناً طویل بھی ہوگا۔ یہ بہت آسان بات تھی کہ دھاگا کاٹ کر اسے کھول لیا جائے تاکہ اس کے مضمون سے آگاہی ہو جائے۔ عمر آنکھیں بند کر کے اسے پھر اپنی انگلیوں پر تولنے لگا۔

یہ دونوں شخص آخر اسے پریشان کرنے کے لیے اس وقت کہاں سے آن مرے۔ وہ آرام سے بیٹھا آگ تاپ رہا تھا۔ اس کی تصور کی آنکھوں نے نظام

www.iqbalkalmati.blogspot.com

الملک کو ایک بار پھر اس کے سامنے لا کھڑا کیا۔ جو اس سے از سر نو وقت کی پیائش کی فرمائش کر رہا تھا۔ اس نے ملک شاہ کو پیشین گوئیاں طلب کرتے ہوئے دیکھا۔ اقرونوس اس کی آڑ لے کر دولت جمع کرتا نظر آیا۔ اب اس کے سامنے ہر چیز آئینے کی طرح روشن تھی۔ حسن اس کی دماغی صلاحیتوں سے کام لینا چاہتا تھا۔ دارالعلوم کے قاضیوں نے اسے شہر بدر کر دیا تھا۔ سلطان کے درباری اس کا مذاق اڑاتے تھے..... اس وقت سے وہ مسلسل ادھر ادھر مارا مارا پھر رہا تھا۔ بے مقصد، ایک پتے کی طرح جو ہواؤں کے رحم و کرم پر ہو۔

ایک وہ زمانہ تھا جبکہ اسے اپنی ذات پر کامل اعتماد تھا۔ کتنا اعلیٰ اقتدار اسے حاصل تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر غیر مرئی شے کے چہرے سے پردہ ہٹانا چاہا۔ اور لیجئے وہ غیر مرئی شے آج بھی اتنی ہی غیر مرئی ہے جتنی پہلے تھی۔

"قلم حاضر ہے" سرائے کے مالک کی آواز آئی عمر نے قلم ہاتھ میں لے لیا۔ "اگر یہ شخص لکھ سکتا ہے" سرائے کے مالک نے کہا۔ "تو پھر یہ دربار نہیں ہو سکات۔"

اسے ان دونوں سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے۔ کوچ کا نقارہ بجنے سے پہلے پہلے اسے اس خط کا جواب لکھنا چاہیے۔ بنام خلیفہ مصر منجانب عمر الخیام جو علم و حکمت کے بے شمار خیمے سی چکا تھا۔ آگ کے قریب جھک کے عمر نے بند خط کی پشت پر حسب ذیل چار مصرعے تحریر کر دیئے۔

خیام کہ خیمہائے حکمت می دوخت
در کوزۂ غم فتاد و نگاہ بسوخت

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مقراض اجل طناب عمر ش ببرید

دلال اہل بریگانش بفروخت

جب عمر نے قاصد کو خط واپس دیا تو اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔ ''لیکن تو نے خط کھول کر تو پڑھا ہی نہیں!''

''مجھے معلوم ہے اس میں کیا لکھا ہے۔''

حیرت سے عمر کو دیکھتا ہوا وہ شخص آگ کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوا۔ اسے بتا دیا گیا تھا۔ کہ عمر ایک بڑا ساحر ہے۔ انسانی تقدیروں کو پڑھنے والا۔ اپنے گھوڑے کی لگام گھسیٹتا وہ سرائے کے مالک کے ہمراہ دروازے میں داخل ہو گیا۔

عمر نے تجسس آمیز نظروں سے اپنے شانے کی طرف مڑ کر دیکھا۔ عقرب پہاڑی کے کنارے پر پہنچ چکا تھا۔ صبح کی جسم میں تیر جانے والی خنکی ہوا میں پیدا ہو چلی تھی۔ بالآخر اس وقت وہ وہاں تنہا تھا بیر کسی دوست، ساتھی یار رفیق کے۔

اسے یاد آئی کہ یاسمین نے ایک دفعہ کہا تھا کہ محبت میں وہ وقت بڑا تکلیف دہ ہوتا ہے جب ستارے ڈوب رہے ہوں اور انسان اکیلا ہو۔ کیا یاسمین اس نقاب کا سایہ تھی جو غیر مرئی شے کے چہرے پر پڑا ہوا ہے؟ اور رحیم..... رحیم کا وہ جوان خون جو ایک مرتبہ زمین میں جذب ہو گیا پھر کبھی گردش میں نہ آئے گا۔ اسے اب یہ سب باتیں یاد نہیں کرنی چاہئیں۔ اب وہ کبھی واپس نہ آئیں گے۔ وہ اس قاصد کی طرح گھوڑوں پر سوار خراسان کی عظیم شاہراہ کو عبور کر کے اب کبھی نہ آسکیں گے۔

اس نے اپنا سر ہاتھوں میں دبا لیا۔ اور گھٹنوں کے بل سڑک کی طرف چلنے لگا۔''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اے ارحم الراحمین بس'' اس نے چلا کر کہا۔

ان کی آمد کا وقت قریب آ گیا تھا۔ اندھیرے میں سائے جمع ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔ سڑک کے کنارے کنارے ناچتے ہوئے .....لو! اب وہ اس کے گرد جمع ہونے لگے تھے۔ ان کے رونے کی خفیف آوازیں اس طرح آ رہی تھیں جیسے برفانی ہواؤں کی سائیں سائیں۔

اسی نے اپنے ہاتھ پھیلا کر انہیں چھونے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ نہ انہیں سرعت کے ساتھ آگے بڑھنے ہی سے روک سکا۔ وہ انہیں صاف دیکھ بھی نہ سکتا تھا۔ وہ اندھیرے کے پیچھے پیچھے تیزی سے دوڑتے ہوئے جا رہے تھے۔ مڑ مڑ کر اسے دیکھتے ہوئے۔ ان کی نحیف آوازیں عمر کو ان کا پیچھا کرنے کی ترغیب دے رہی تھیں۔ ایک ایسے خلا کی سمت جو ناپیدا کنار ہے.....

اسے بھی جلدی کرنی چاہیے۔ اس نے گردن اٹھا کر اوپر دیکھا۔ ستارے ماند پڑ چکے تھے۔ اب وقت آ گیا تھا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا۔ دوڑتا ہوا نقارے کے پاس پہنچا جو سونے والوں کے قریب رکھا تھا۔ جب اس نے اس نقارے پر اپنی مٹھی سے بھرپور ضرب لگائی تو نقاری کی آواز سرائے کی دیواروں سے ٹکرا کر پلٹی اور سارا فضا گونج اٹھی۔

فرداً فرداً ہر شخص کے پاس پہنچ کر اس نے انہیں بیدار کیا سب اپنا اپنا بستر چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

جب بیٹھے ہوئے اونٹ کھڑے ہونے لگے تو چاروں طرف گھنٹیاں بجنے لگیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک آدمی نے کھانس کر تھوکا۔ ایک ڈول کے دیوار سے ٹکرانے کی آواز آئی.....

''لیکن'' سرائے کے مالک نے سکے شمار کرتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اپنی آنکھوں سے اسے خلیفہ کے خط پر اشعار لکھتے دیکھا تھا۔''

امیر کارواں نے اپنا نقدی کا بٹوا بند کر کے پیٹی میں اڑس لیا۔ ''ارے وہ تو ایک مجذوب ہے۔ لیکن ایک بات ہے کہ وہ کبھی طلوع آفتاب تک نہیں سوتا۔ الواب سنو۔'' اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے اس نے با آواز بلند کہا۔ ''اے نگہبان شب، یہ کارواں کدھر جاتا ہے؟''

عمر نے کارواں کے سب سے آگے والے اونٹ کی نکیل پکڑے ہوئے۔ پیچھے مڑ کر دیکھا۔ دن اچھی طرح نکل آیا تھا۔ سرائے سے اٹھتی ہوئی گرد کے دھند میں سے سورج کی روشنی چھن چھن کر آ رہی تھی۔

''جدھر رات چلی گئی'' اس نے پر جوش آواز سے جواب دیا۔ ''لیکن ہمیں بھی جلد روانہ ہونا چاہیے۔''

''اور وہ کہاں ہے؟'' امیر کارواں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

تھکے ہوئے انداز میں عمر نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''کسی جگہ نہیں'' اور پھر..... اپنی بوسیدہ عبا سر پر کھینچ کر جریب ہاتھ میں لیے سب سے آگے والے اونٹ کی نکیل پکڑے وہ سرائے کے دروازے سے باہر نکل آیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حوالہ جات

1 یزداں کہ گل وجود مارا آراست
دانست زفعل ماچہ برخواہد خاست
بے حکمش نیست ہر گناہے کہ مراست
پس سوختن قیامت ازبہر چہ خواست

2 از جملہ رفتگان ایں راہ دراز
باز آمدہ کیست تامبا گوید راز
پس برسر ایں دوراہہ از یناز
تاہیچ عمانی کہ نمی آئی باز

3 اے وہ کہ جس سے ہم رو رو کر بخشش طلب کرتے ہیں
بتا اگر تو نہ بخشے گا تو پھر وہ بخشش کہاں سے حاصل ہو گی
لیم کے انگریزی متن کا منظوم ترجمہ۔

4 ۔ یک چند بکود کی باستاد شدیم
یک چند باستادی خود شاید شدیم
پایان سخن شنو کہ مارا چہ رسید
از خاک بر آمدیم و بر باد شدیم

(خیام)

5 ۔ پا برسر سبزہ تا بکواری نہ نہی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کاں سبزہ زخاک لالہ روئے رستہ است

(خیام)

6 ۔ من بادہ بجام یک منی خواہم کرد

خود رابدو جام می غنی خواہم کرد

آنگہ سہ طلاق عقل دویں خواہم گفت

پس دختر رزرا بزنی خواہم کرد

(خیام)

7۔این کوزہ چومن عاشق زاری بودہ است

در بند سر زلف نگاری بودہ است

این دستہ کہ برگردن اومی بینی

دستی است کہ برگردن یازی بودہ است

(خیام)

☆.....☆.....☆

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ضمیمہ

عمر خیام

حجتہ الحق عمر خیام کا پورا نام غیاث الدین ابو الفتح عمر بن ابراہیم خیام ہے۔ (خیامی ان کے قبیلہ کا نام تھا) بدھ کے دن 18 مئی 1048ء کو نیشا پور میں پیدا ہوئے۔ فطرتاً ذہین اور قوی الجثہ تھے۔ نیشا پور کے مشہور عالم رئیس العلماء ابو حامد ناصر الدین محمد بن منصور سے تعلیم کی حاصل کی اور 17 سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ کی تکمیل کی۔

زندگی کا ابتدائی زمانہ بلخ میں بسر کیا۔ 18 سال کی عمر میں والد کا انتقال ہو گیا اور کافی مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور سلسلہ تعلیم بھی منقطع ہو گیا۔ انہیں ایام میں عمر خیام نیا یک رسالہ الجبرا کے مسائل پر تصنیف کیا اور علم ریاضی پر بھی کچھ تحقیقات کیں۔ ان کی ان تحقیقات کا ذکر شدہ شدہ سمرقند کے قاضی القضاۃ ابو طاہر عبدالرحمن بن احمد ملک سامریہ کے کانوں تک پہنچا جو ایک صاحب حیثیت عالم تھے۔ انہوں نے عمر خیام کو سمرقند بلایا اور اپنی سرپرستی میں لے لیا اور تحقیقات جاری رکھنے کی فرمائش کی۔ اس ہمت افزائی کے تشکر کے طور پر خیام نے اپنا رسالہ ''حل المساوات الجبر والمقابلہ'' اپنے سرپرست کے نام معنون کیا۔ اس رسالہ کی اشاعت نے انہیں گوشہ گمنامی سے نکال کر باہم شہرت پر فائز کر دیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

قاضی القضاۃ ابو طاہر عبدالرحمن ہی نے عمر خیام کو بخارا کے ایک خانی فرمانروا خاقان شمس الملک (دور حکومت 1079-1068ء) سے متعارف کرایا۔ جو آخر وقت تک خیام کی بے حد قدر و منزلت کرتا رہا۔ خاقان شمس الملک کی وساطت سے ملک شاہ سلجوقی کے دربار میں باریابی حاصل ہوئی اور 1074ء میں ملک شاہ نے انہیں شاہی منجم کی حیثیت سے اصفہان میں شاہی رصد گاہ کا سربراہ مقرر کیا۔ اس وقت عمر خیام کی عمر بمشکل 26 سال ہوگی۔

1077ء میں خیام نے اقلیدس کا تتمہ تصنیف کیا اور اسی زمانے میں طبیعیات پر ایک رسالہ لکھا۔ 1079ء میں ملکشاہی زیچ مکمل کی۔

علم نجوم و فلکیات کے علاوہ علوم قرآن، حدیث، تاریخ، لسانیات میں بھی خیام کو اعلیٰ مہارت حاصل تھی۔ نیز گلی مجسمے بنانے میں ید طولیٰ اور علوم طب میں کمال حاصل تھا شاہی منجم ہونے کے ساتھ وہ ملک شاہ کے طبیب خاص بھی تھے اور دربار شاہی میں ''مصاحب'' کے اعلیٰ منصب پر بھی سرفراز تھے۔

عمر خیام کے شاگردوں میں چار اشخاص بہت مشہور ہیں۔ نظامی عروضی سمرقندی، مصنف چہار مقالہ، عبدالرحمن میانجی مصنف زبدۃ الحقائق، حکیم شرف الزماں محمد علاقی، اور مشہور طبیب علی بن محمد حجازی القائینی۔

تیس سال کی عمر میں خیام نے مابعد الطبیعیات کی طرف توجہ دی۔ 1079ء میں اصفہان کے یام کے دوران بوعلی سینا کے کلمات کا ترجمہ کیا اور اس کے بعد 1080ء مابعد الطبیعیاتی مسائل پر کئی رسالے لکھے۔ یعنی ''رسالتہ الکون و التکلیف''،

www.iqbalkalmati.blogspot.com

الجواب عن ثلاثہ مسائل''، ''ضرورت تضاد فی العالم والجبر والبقا'' رسالہ فی الوجود''، ''رسالہ فی کلیات وجود'' اس کے سطاتھ ہی ساتھ انہیں شعر گوئی کا شوق ہوا اور لاتعداد اور رباعیاں ان سے یادگار ہیں۔ ایک ماہر ریاض داں، منجم، فلسفی اور طبیب کے برعکس ان کے شاعر کی حیثیت سے اکناف عالم میں بے پناہ شہرت حاصل ہے۔ خصوصاً رباعی گو شاعر کی حیثیت سے فارسی ادب میں انہیں جو مقام حاصل ہے اس کی کوئی نظر نہیں۔

عمر خیام زندگی بھر متعلم اور معلم رہے۔ آخر میں تصوف سے لگاؤں پیدا ہوا۔ خواجہ محمد بن اسمعیل بخاری سے انہیں بہت عقیدت تھی۔ ان کی فلسفیانہ تصانیف بالخصوص رباعیات میں جو تصوف کی چاشنی ملتی ہے وہ اسی عقیدت کا فیض ہے۔

عمر خیام نے 516ھ (1122ء) میں 12 محروم بروز جمعرات تقریباً 75 سال کی عمر میں اپنے آبائی وطن نیشاپور میں وفات پائی اور قبرستان امام محروق میں آسودۂ خاک ہیں۔

ملک شاہ سلجوقی

سلجوقی نسلاً ترک ہیں۔ صاحب ملک وحکومت ہونے سے قبل یہ قوم بخارا اور ماوراء النہر کے درمیان بود و باش رکھتی تھی۔ محمود غزنوی نے سلطنت کو خراج نہ دینے کی وجہ سے انہیں تتر بتر کر دیا تھا لیکن اس کے بیٹے مسعود نیا نہیں پھر اکٹھا کر کے فوجی خدمات پر مامور کیا۔ مسعود کے عہد حکومت میں طغرل بک اور اس کے بھائی داؤد

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بک کی سربراہی میں خراسان پر چڑھائی کی اور طوس، رے اور نیشاپور اور بلخ فتح کر کے سلجوقی حکومت کی بنیاد ڈالی۔

طغرل بک چونکہ لاولد تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا الپ ارسلام داؤد اس کی جگہ تخت نشین ہوا۔ الپ ارسلام کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ملک شاہ سریر آرائے سلطنت ہوا۔ ابوالفتح کنیت اور ملک شاہ نام تھا۔ 9 جمادی الاول 447ھ کو پیدا ہوا۔ مرنے سے قبل الپ ارسلام نے بیٹے کو بادشاہ بنا دیا۔ اور ارا کین سلطنت و سرداران لشکر سے فرمانبرداری اور وفاداری کا حلف لیا۔ نظام الملک کو وزیر اعظم مقرر کیا۔

ملک شاہ بڑا فتح نصیب اور اولوالعزم بادشاہ تھا۔ ساتھ ہی رعایا کا بھی بڑا خیال رکھتا تھا۔ رفاہ عام کے لیے ج بجا شہر کی فصیلیں، شاہراہوں پر پل، مساجد، کارواں سرائیں تعمیر کرائیں۔ شکار کا عاشق تھا۔ جب فرصت ملتی شکار میں مصروف ہو جاتا۔ ایک دفعہ حکم دیا کہ جتنے جانور ہم نے شکار کیے ہیں ان کا شمار کرو۔ دس ہزار کی گنتی ہوئی۔

بادشاہ نے دس ہزار دینار خیرات کر دیئے اور خدا سے عفو کا طالب ہوا اور آئندہ ہر شکار پر ایک دینار صدقہ کرتا تھا۔

طبیعت میں تواضع اور انکسار اس قدر تھا کہ ایک دفعہ حاجیوں کو رخصت کرنے کے لیے کوفہ سے نکلا تو کئی کوس تک پاپیادہ مشائعت کی۔ کہتے ہیں کہ رسد رسانی افواج کا انتظام ایسا عمدہ تھا کہ جس شہر یا قصبہ میں جا کر بادشاہ اترتا وہاں اشیاء کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نرخ روزمرہ کی بہ نسبت سستا ہوا جاتا تھا۔

بیس سال حکومت کرنے کے بعد 16 شوال 447ھ کو بمقام بغداد انتقال ہوا۔ جنازہ اصفہان لایا گیا اور مدرسہ عظمہ میں دفن کیا گیا۔

نظام الملک

نام حسن ابن علی بن اسحٰق بن عباس۔ کنیت ابو علی۔ لقب نظام الملک قوام الدین ہے۔ لیکن مشہور نظام الملک کے لقب سے ہوئے بروز جمعہ 21 ذیقعد 408ھ کو نوقان ضلع طوس میں پیدا ہوئے اور 17 رمضان 485ھ کو ایک ذیلی نوجوان کے ہاتھوں نہاوند کے قریب شہادت پائی۔

اس عظیم مدبر اور علم دوست سلجوقی وزیر سلطنت نے نظامیہ بغداد کی بنا ڈالی اور تین کروڑ روپے سالانہ کی جاگیر اس اسلامی یونیورسٹی کے لیے وقف کی۔ نظامیہ بغداد کو دنیائے اسلام کی سب سے پہلی یونیورسٹی تسلیم کیا گیا ہے۔

اس یونیورسٹی کی بنیاد 457ھ میں رکھی گئی اور 459ھ میں اس کی عمارت مکمل ہوئی۔ شیخ ابو اسحٰق شیرازی اس کے پہلے شیخ الجامعہ تھے۔ اس کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت امام غزالی، امام نووی اور ابن جوزی جیسے فضلائے اجل اس لافانی دانشگاہ میں درس دیتے تھے۔ عمر خیام بھی اس سے وابستہ رہے۔ شیخ سعید شیرازی نے اسی دانش گاہ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ شیخ سعدی بوستان میں اپنی مادر دسگاہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مرا در نظامیہ اورارر بود
شب و روز تلقین و تکرار بود

نظام الملک ایک معمولی زمیندار کے فرزند تھے۔ حدیث وفقہ اور دوسرے علوم متداولہ سے بہرہ ور تھے۔ جواں العمری ہی سلجوقی فرمانروا میکائیل سلجوقی کے دربار سے وابستہ گئے۔ اس کے بیٹے الپ ارسلام سلجوقی نے اپنے باپ کی وصیت کے مطابق نظام الملک کو اپنا مدار المہام سلطنت مقرر کیا۔ دس سال بعد الپ ارسلان نے وفات پائی اور اس کے جانشین ملک شاہ سلجوقی کے عہد حکومت میں بہر سیاہ و سفید کے مالک رہے۔ اسی زمانے میں نظامیہ بغداد کی بنیاد ڈالی۔ جا بجا مہمان سرائیں، مدرسے اور پل تعمیر کرائے۔

ابو القاسم قشیری اور امام الحرم ابو المعالی بھی نظام الملک کے ہمعصر تھے جن کا وہ بہت احترام کرتے تھے۔

نظام الملک وزیر سلطنت بھی تھے اور عالم دین تھی۔ ان کا علم مداومت عمل سے مزین تھا۔ حدیث پاک کے درس میں طالبعلمانہ حاضر ہوتے تھے۔ اخلاق حمیدہ اور خصائل جمیلہ کے مالک تھے۔ انتظام سلطنت کے ماہر اور دور اندیشن سیاست داں تھے۔ ان سے ایک مہتم بالشان کتاب ''سیاست نامہ'' یادگار ہے جو آج بھی اپنی نوعیت کی پہلی عالمانہ تصنیف تسلیم کی جاتی ہے۔

ابو الہیجا مقاتل بن عطیہ نے ان کی شہادت پر ایک ارثی قطعہ عربی میں لکھا جس کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

''نظام الملک وزیر ایک نفیس موتی تھا جسے رحمان نے دریائے شرف سے نکالا تھا۔ اس نے دنیا کو اپنی آب تاب دکھائی مگر دنیا نے اس کی کچھ قدر و قیمت نہ پہچانی۔ اس لیے غیرت الٰہیہ نے اس کو پھر صدف ہی میں رکھ۔'' صدف میں رکھنے کا کنایہ'' منھا خلقنا کم و فیھا نعید کم '' کی طرف ہے۔

امام غزالیؒ

ابو حامد کنیت۔ محمد بن محمد بن الغزالی نام۔ حجتہ الاسلام زین الدین لقب ہے۔ غزالہ ضلع طوس میں پیدا ہوئے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے۔ غزالی ان کی عرفیت ہے اور یہ کہ وہ 445ھ کو خراسان کے اضلاع میں طاہران میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے باپ محمد روئی فروش تھے اس مناسبت سے ان کا خاندان غزالی کہلایا کیونکہ روئی کاتنے والے کو عربی میں غزالی کہتے ہیں۔ ان کے والدہ تعلیم سے محروم تھے مگر دونوں بیٹوں محمد اور احمد کو تعلیم حاصل کرنے کی تاکید کی۔ ابتدائی تعلیم طاہران میں ہوئی۔ شہر طوس میں احمد راذکانی سے فقہ پڑھا۔ وہاں سے فارغ ہو کر اور ابو نصر اسماعیل سے کسب فیض کیا۔ پھر نیشاپور میں امام الحرمین ابو المعانی کی خدمت میں جملہ علوم کی تکمیل کی، نیشاپور میں غزالی اور خیام ہم مکتب تھے۔ طالب علمی کے زمانے ہی میں صاحب تصنیف وفتویٰ ہو گئے تھے۔ 20/18 برس کی عمر میں تصنیف وتالیف کا شغل اختیار کیا تھا۔ استاد کے انتقال کے بعد نیشاپور سے نظام الملک طوسی کے دربار میں پہنچے اس نے حد درجہ تعظیم وتکریم کی۔ دوران قیام وزیر الممالک کے سامنے متعدد

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فاضلوں کے ساتھ مختلف علوم میں مناظرہ مباحثہ ہوتا رہا اور غزالی ہمیشہ غالب رہے۔اس طرح ان کی شہرت تمام اسلامی ممالک میں پہنچ گئی۔

جمادی الاول 484ھ میں جب ان کی عمر 34 سال تھی مدرسہ نظامیہ میں پروفیسر مقرر کئے گئے۔ جہاں 488ھ تک درس دیتے ہوئے علامہ مدرسہ ک علماء کے چار پانچ سو علماء ان کے درس میں شامل ہوتے تھے۔ 488ھ میں مستعفی ہوکر زھد و انقطاع الی اللہ اختیار کیا۔ حج کو گئے وہاں سے واپسی پر جامع دمشق میں دس سال معتکف رہے۔ گھومتے گھامتے پھر نیشاپور آئے مدرسہ نظامیہ سے وابستہ ہو گئے۔نظامیہ میں انہیں چار سو اشرفی تنخواہ ملتی تھی۔ مدرسہ سے کنارہ کش ہوکر اپنے وطن واپس آ گئے اور درس وتدریس ومجاہدات میں مصروف ہو گئے۔

ان کی تصانیف بیشمار ہیں جن میں سے بعض مشہور تصانیف ک نام یہ ہیں:

وسیط بسیط تہافتہ الفلاسفہ مشکوۃ الانوار ، المنقذمن الضلال ،کیمائے سعادت، احیاءالعلوم۔

خدا ان پر رحمت کرے اور ہمارے وطن میں بھی اس پر آشوب زمانے میں غزالی جیسے علماء پیدا کرے۔جنہیں ہماری آئندہ نسلیں محی الدین کے نام سے یاد رکھیں۔

جمادی الثانی 505ھ میں بعمر 55 سال اپنے وطن طاہران وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

حسن بن صباح

حسن بن صباح، ایران کے شہر قم میں پیدا ہوا۔ تاریخ پیدائش معلوم نہیں۔ والد کا نام علی بن صباح الحمیری ہے جو کوفہ کا رہنے والا ایک امامی شیعہ تھا۔ حسن کا دعویٰ تھا کہ وہ حمیری بادشاہوں کی نسل سے تھا لیکن نظام الملک طوسی نے اسے طوس کا باشندہ بیان کیا ہے۔ اور اس کے آباواجداد کو دہقان بتایا ہے۔ بعض مورخوں نے اسے رے کا باشندہ (الرازی) کہا ہے جہاں اس نے تعلیم پائی۔ عمر خیام اور نظام الملک کے ہم مکتب ہونے اور دور طالب علم کے معاہدہ کی مشہور روایت کی افسانے سے زیادہ حیثیت نہیں۔

سترہ سال کی عمر میں حسن نے اسماعیلی مذہب اختیار کر لیا تھا اور 464ھ / 1071ء میں وہ عبدالملک ابن عطاش کا نائب مقرر ہوا جو عہد سلجوقی میں سب سے بڑا اسماعیلی داعی تھا۔ 469ھ / 1077ء میں ابن عطاش نے اسے مصر بھیجا (غالباً تربیت کے لیے) جہاں وہ تین سال رہا۔ وہاں سے واپس آتے ہوئے اس نے اسماعیلی مفاد کے لیے ایران، عراق اور عرب کے مختلف علاقوں کا سفر کیا۔

مصر کے خلیفہ مستنصر کی وفات کے بعد اس کی جانشینی کا قضیہ کھڑا ہو گیا تھا۔ حسن کے اس بیٹے نزار کا طرفدار ہو گیا اور اس بہانے سے مصر کی فاطمی حکومت کے خلافی اس نے بہت سے مقامات پر نزاری اقتدار حاصل کیا۔ بالخصوص الموت کے سنگین قلعہ پر، وہاں مقیم فوج میں اسماعیلی عقید ہر کنے والے فوجیوں کی مدد سے تصرف حاصل کیا۔ سلجوقی حکومت کے خلاف یہ سب سے پہلی بغاوت تھی۔ اس نے ایک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خفیہ جماعت کا مرکز قائم کر کے سلجوقی حکومت کو کمزور کرنے کی جدوجہد کا آغاز کیا اور اس کے لیے سربرآوردہ افراد کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ نظام الملک کا نام سرفہرست تھا اور آخر 485ھ/ 1092ء میں نظام الملک کو قتل کرا دیا جو ملک شاہ سلجوقی کا وزیر الملک تھا۔

نظام الملک کے قتل کے بعد سلجوقی حکومت روبزوال ہوگئی۔ ملک شاہ کے بیٹے برکیارق کا دور بڑی افراتفری میں گزرا۔ لیکن برکیارق کے بیٹے سلطان محمد نے حشیشن کی دہشت گردی سختی سے استحصال کیا اور اسمعیلی داعی اعظم بن عطاش کو قتل کر دیا۔ (500ھ/ 1107ء)

اس کے بعد حسن بن صباح کو حشیشین نے اپنا داعی اعظم تسلیم کر لیا اور نزاری تحریک کا امیر بھی مان لیا اور اس طرح وہ نزاری دعوۃ جدید کی اہم ترین شخصیت بن گیا اور خود کو حجۃ اور متوفی امام کا زندہ ثبوت اور اماموں کے سلسلہ میں مختار کی حیثیت سے قلعہ الموت میں ظہور پذیر ہوا اور ''سیدنا'' کے لقب سے اپنے آپ کو شہرت دی اور نزاری مقبوضات کو متحد کرنے میں منہمک ہوگیا اور نزاری ریاست کا امیر بن بیٹھا۔ آخر الامر وہ 518ھ/ 1124ء میں کیا بزرگ امید رودباری کو اپنا امیر بنانے کے بعد فوت ہوگیا۔

حسن بن صباح نے آخری عمر میں ایک طرح سے خلوت نشینی اختیار کر لی تھی۔ وہ فطرتاً بڑا سخت گیر، جابر اور شقی القلب واقع ہوا تھا۔ حتیٰ کہ اس نے اپنے بیٹوں کو بھی نہیں بخشا۔ ایک کو قتل کے جرم میں سزائے موت دی۔ دوسرے کو شراب نوشی کی

پاداش میں تہہ تیغ کرادیا۔

علمی طور پر وہ فلسفیانہ مزاج کا آدمی تھا اور تصنیف و تالیف میں بھی مصروف رہتا تھا۔ خودنوشت سوانح عمری کے ایک جزو کے علاوہ علم کلام پر ایک رسالہ کا ملخص اور چند اور تصانیف بھی اس سے یادگار ہیں۔ خصوصاً اس نے فارسی میں شیعی نظریہ تعلیم کی ایک نہایت منطقی قسم کی تشریح سپرد قلم کی تھی۔

☆..........☆..........☆

اختتام------------------------------The End

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com